افسانے

تاج رجاب

بد نصیب

لیلیٰ

یا محاصرۂ غرناطہ

○

لارڈ لٹن کے عبرت انگیز اور معرکۃ الآرا تاریخی ناول
کا ترجمہ۔ ہسپانیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کی آخری جھلک۔
مور خاندان کے فلسفی شہنشاہ ابو عبداللہ کا حسرتناک انجام
تحفظِ وطن و مذہب کیلئے غرناطہ کے مردِ میدان موسیٰ ابن ابی
غازان کی سرگرم مساعی۔ اور سلطنتوں اور مذہبوں کی اس
جدو جہد کے درمیان لیلیٰ۔ ایک مجنون یہودی کی معصوم
دختر جو قوم یہود کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے پروان
چڑھائی گئی تھی۔ مگر غرناطہ کے مسلم مردِ میدان کے عشق میں
مبتلا ہو گئی۔ اندازِ تحریر کے شکوہ۔ افرادِ قصہ کی سیرت کے
مکمل بیان۔ بے حد دلچسپ تاریخی واقعات اور اثر و تاثیر
کے لحاظ سے اُردو میں ایک یادگار اضافہ۔ چھٹا اڈیشن۔

مع مجلد گرد پوش۔ قیمت پانچ روپے ؛

دار الاشاعت پنجاب لاہور

۷۔ ریلوے روڈ ؛

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق بحق تاج و حجاب محفوظ

بد نصیب

یعنی

فرانسیسی ناول نویس وکٹر ہیوگو

کے زندہ جاوید لے مزرابلے کی تلخیص

ترجمہ

پروفیسر رام سروپ کوشل ایم، آر، اے، ایس

اہتمام تاج و حجاب

دار الاشاعت پنجاب لاہور

قیمت تین روپے بارہ آنے

بار سوم

Taj Tahir Foundation

T.T.F LIBRARY

No: 222

طباعت	پاک پبلشرز پرنٹنگ پریس لاہور
سرورق	جالی
طباعت سرورق	نوروز پرنٹنگ پریس لاہور
کتابت	"دارالقلم"
پبلشر	دارالاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

پیشکش

قدر دانان اہل کمال، روح رواں فدایان ادب، سرپرست اہل قلم معاون اہل ہنر، علم دوست آنریبل نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای + ایف۔ پی۔ یو + کے۔ بی۔ ممبر کونسل آف سٹیٹ و رئیس اعظم لاہور کے نام نامی پر اس ہدیۂ ناچیز کو کمال احترام سے معنون کرتا ہوں ؎

زہے قسمت اگر مقبول ہو جائے

دُعاگو
کوشل

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

فہرست مضامین

باب	مضمون	صفحہ
گذارش		۹
پہلا باب	قابل تقلید زندگی	۱۱
دوسرا باب	مسافر	۱۶
تیسرا باب	نیک اور بد	۲۳
چوتھا باب	نصیحت	۲۴
پانچواں باب	عاشق و معشوق	۳۱
چھٹا باب	بے یار و مددگار	۳۶
ساتواں باب	مسٹر ہاولن	۴۰
آٹھواں باب	فنٹائن کارخانہ میں	۴۶
نواں باب	قعر مذلت	۵۳

Taj Tahir Foundation

دسواں باب	رہائی	۵۶
گیارھواں باب	تیمارداری	۶۲
بارھواں باب	جابرٹ کی پشیمانی	۶۶
تیرھواں باب	ضمیر کی آواز	۷۰
چودھواں باب	آراس کے رستے میں	۷۸
پندرھواں باب	اقبال	۸۳
سولھواں باب	فینٹائن کے پلنگ کے پاس مسٹر ماؤلن	۹۰
سترھواں باب	فینٹائن کی وفات	۹۵
اٹھارھواں باب	بلجین پھر فرار!	۹۸
اُنیسواں باب	تھینارڈیار	۱۰۴
بیسواں باب	کسیٹ ڈائن کے پنجے میں	۱۰۸
اکیسواں باب	پہلی ملاقات	۱۱۱
بائیسواں باب	کسیٹ کا چھٹکارا!	۱۲۲
تیئیسواں باب	مصیبت میں!	۱۲۹
چوبیسواں باب	فکلیونیٹ کی احسانمندی	۱۳۴
پچیسواں باب	کنواریوں کی فرودگاہ	۱۳۸
چھبیسواں باب	جنڈریٹ خاندان	۱۴۶
ستائیسواں باب	میریئس کون ہے؟	۱۴۸
اٹھائیسواں باب	میریئس تنہا	۱۵۴
انتیسواں باب	یہ نازنین کون ہے؟	۱۵۷
تیسواں باب	فقیرنی	۱۵۹

Taj Tahir Foundation

اکتیسواں باب	امداد	۱۶۷
بتیسواں باب	سازش	۱۷۲
تینتیسواں باب	جنڈریٹ کون ہے؟	۱۷۸
چونتیسواں باب	الیونائن کا احسان	۱۸۵
پینتیسواں باب	ملاقات	۱۸۸
چھتیسواں باب	عالم مایوسی	۱۹۱
سینتیسواں باب	انقلاب پسندوں کے گروہ میں	۱۹۴
اڑتیسواں باب	میدان جنگ میں	۱۹۸
انتالیسواں باب	الیونائن	۲۰۲
چالیسواں باب	میریٹیس کی رہائی	۲۰۶
اکتالیسواں باب	آخری فیصلہ	۲۱۶
بیالیسواں باب	نانا کے مکان پر	۲۱۹
تینتالیسواں باب	بچھڑے پھر ملے!	۲۲۵
چوالیسواں باب	بلجین کی ہوشیاری اور احتیاط	۲۳۰
پینتالیسواں باب	میریٹس کی بیقراری	۲۳۳
چھیالیسواں باب	شادی	۲۳۶
سینتالیسواں باب	میں کسیٹ کا کون ہوں؟	۲۴۰
اڑتالیسواں باب	قید محبت	۲۴۸
انچاسواں باب	انکشاف راز	۲۵۰
پچاسواں باب	عہد رفتہ کی یاد	۲۶۴
اکیاونواں باب	چراغ گل!	۲۶۷

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

گذارش

فرانس کے زندہ جاوید شاعر، ناولسٹ اور ڈراما نویس وکٹر ہیوگو کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔ "بدنصیب" اسی کے ایک بے حد دلچسپ اور مقبول ہر خاص و عام ناول "لے مزرابلے" کے خلاصے کا اُردو ترجمہ ہے۔ بعض مشہور و مستند فرانسیسی ادیبوں کی رائے ہے۔ کہ اس کے مقابلہ کا دوسرا ناول دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں۔ مختلف یورپین زبانوں میں اس کے ہزارہا ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور سرزمین فرانس میں تو یہ کتاب اس قدر ہر دلعزیز ہے۔ کہ بازار میں اس کے ۲ سے لے کر پچاس روپے تک کے ایڈیشن دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مُصنف نے اس غیر فانی کتاب کو تین سال کی دماغ سوزی کے بعد ترتیب دیا تھا۔

نیاز مند مترجم کو امید ہے کہ اُردو خواں حضرات بھی اسے اسی قدردانی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ جس کا یہ مستحق ہے۔

ترجمہ نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس میں

Taj Tahir Foundation

بعض جگہ چند الفاظ کی کمی یا زیادتی کر دی گئی ہے، مگر اس سے نفس مضمون میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ اور یہ امر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ ترجمہ میں اصل کی خوبیاں برقرار رہیں ؃

احقر

رام سروپ کوشل

Taj Tahir Foundation

بدنصیب

پہلا باب

قابلِ تقلید زندگی

Taj Tahir Foundation

۱۸۱۵ء کا ذکر ہے۔ فرانس کے ڈی شہر میں مریل سب سے بڑے پادری تھے۔ ان کا مکان شاہی محل کی مانند عظیم الشان اور خوشنما تھا۔ ان کے وہاں آنے سے پیشتر یہ مکان بطورِ ہسپتال استعمال ہوتا تھا۔ لیکن مریل نے مریضوں کے لئے پہلے پادری کا مکان ٹھیک کروا دیا۔ اور خود اس مکان میں رہنے لگے۔

ایک بہن کے سوا مریل کا اور کوئی نہ تھا۔ فرانسیسی انقلاب میں سب کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اُن کی بہن بپٹسٹن نہایت شریف اور نیک خاتون تھی۔ وہ اپنے بھائی کو بے انتہا چاہتی ہی نہ تھی۔ بلکہ اُستاد کی طرح اُس سے دلی عقیدت بھی رکھتی

تھی + مریل کے پاس زمین جایئداد کچھ نہ تھی۔ اُنہیں سرکار سے پندرہ ہزار فرینک سالانہ مل جاتے تھے + اُن کی بیوہ بہن کے پاس کچھ سرکاری تمسکات تھے۔ جن سے پانسو فرینک سالانہ کی اوپر آمدنی ہو جاتی تھی + مریل کو جو تنخواہ ملتی تھی۔ وہ مندرجہ ذیل طریق سے خرچ ہو جاتی تھی، پادری کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست یہ ہے :-

"میری آمدنی اور خرچ کا حساب"

مقامی سکول کے چلانے میں خرچ	۱۵۰۰	فرینک
مقامی مشن " " "	۱۰۰	"
بیرونی " " "	۳۰۰	"
پیلسٹائن کے گرجا گھر پر	۲۰۰	"
متفرق خیراتی کام	۱۰۰	"
جیل خانوں کی اصلاح کے لئے	۵۰۰	"
قیدیوں کے لئے	۵۰۰	"
مقروض اور صاحب اولاد قیدیوں کو رہائی دلانے میں	۱۰۰	"
مقامی سکول کے قلیل تنخواہ پانے والے استادوں کی مدد کے لئے	۲۰۰	"
قحط زدہ لوگوں کے لئے غلہ خریدنے پر	۱۰۰	"
مقامی لڑکیوں کے سکول کے لئے	۱۵۰۰	"
غریبوں کو خیرات	۵۰۰۰	"
جج کے اخراجات	۱۰۰۰	"

Taj Tahir Foundation

میزان ۱۵۰۰ فرینک

جب تک پادری مریل صاحب ڈی شہر میں کام کرتے رہے مندرجہ بالا اخراجات میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ میڈیم ٹیپسٹن بھی بڑی خوشی کے ساتھ اپنے بھائی کو اس کار خیر میں حتی الوسع مدد دیتی رہی + پادری صاحب ایک ہزار فرینک اپنی تنخواہ سے اور پانچ سو فرینک بہن کے سرکاری تمسکات کے سود سے اپنے اخراجات کے لئے رکھ لیا کرتے تھے + اس ڈیڑھ ہزار فرینک سے بھائی بہن کی سیدھی سادی اور نمود و نمایش سے مبرا زندگی باآرام آزادانہ طور پر بسر ہوتی تھی +

ہر پادری کے ماتحت کئی کئی گاؤں ہوا کرتے تھے۔ اور ان کے گرجا گھروں کی نگرانی کا کام انہی کے ذمہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس فرض کو سرانجام دینے کے لئے سب پادریوں کو گاڑی گھوڑا رکھنا پڑتا تھا + لیکن ڈی شہر میں آکر مریل صاحب نے گاڑی گھوڑا رکھنا غیر ضروری سمجھا اور انہیں فروخت کر ڈالا + جو رقم وصول ہوئی۔ اسے مستحق محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ مگر اس سے اُن کے دورے یا نگرانی کے کام میں کسی طرح کا خلل واقع نہیں ہوا۔ آس پاس کے دیہات میں تو وہ پاپیادہ ہی چلے جاتے۔ دور دراز مقامات میں جانے کے لئے ایک ٹٹو رکھ لیا تھا +

ایک روز کا ذکر ہے کہ پادری صاحب کو دور ایک قصبہ کے گرجا گھر کا معائنہ کرنے جانا تھا۔ چونکہ ان کا ٹٹو بیمار تھا۔ انہوں نے کرایہ پر ایک گدھا لے لیا۔ اور اس پر سوار ہو کر اُس قصبہ میں جا پہنچے + پادری صاحب کے استقبال کے لئے اس شہر کے میئر (صدر میونسپل کمیٹی) اور دوسرے معزز لوگ جمع تھے۔ پادری صاحب کی اس عجیب و غریب سواری کو دیکھ کر وہ سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ پادری صاحب کو بھی اپنی حالت کا احساس ہوتے دیر نہیں لگی + انہوں

نے میئر اور دوسرے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا:-

"حضرات! آپ لوگ اس قدر حیران کیوں ہوتے ہیں؟ جس سواری پر ایک روز ہمارے نجات دہندہ چڑھے تھے۔ اُس پر مجھ ایسے حقیر شخص کا سوار ہونا بلاشبہ ان سے برابری کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت میں نے ان کی ہمسری کا دعوےٰ کرنے کی غرض سے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ محض اپنے فرض کو سرانجام دینے کے لئے مجھے اس سواری کی امداد لینی پڑی ہے"۔

پادری مریل کا دروازہ ہر شخص کے لئے اور بالخصوص مصیبت زدہ اور بے پناہ لوگوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ تکلیف زدہ کی خدمت اور نماز جنازہ ادا کرنے کو پادری صاحب آدھی آدھی رات کے وقت بھی تیار ملتے تھے + اُن کی زندگی کے علمی و عملی دونو پہلو نہایت مکمل تھے + دنیوی مفلسی کو اُنہوں نے بخوشی اپنے لئے قبول کر لیا تھا۔ مگر اُن کی اس مفلسی میں تکلیف یا رنج کی کوئی جھلک موجود نہ تھی + ان کی زندگی ایک بہشتی زندگی تھی۔ بے لوث اور خوشی سے لبریز +

عالم ضعیفی میں نیند کم آتی ہے + پادری صاحب بھی کم سوتے تھے مگر جتنی دیر بھی سوتے خوب گہری اور آرام کی نیند سوتے تھے + وہ علی الصبح اُٹھ کر اپنے روزانہ فرائض سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ تنہائی میں خدا کی عبادت کیا کرتے + اس کے بعد گرجا گھر میں عقیدت مند لوگوں کے ساتھ مذہبی معاملات کے متعلق گفتگو کرتے۔ عبادت کے بعد دودھ کے ساتھ ایک ٹکڑا روٹی کھا لینا یہی اُن کا صبح کا ناشتہ تھا + کھانا کھانے کے بعد بعض اوقات کدال لے کر زمین کھودتے۔ اور کبھی مکان ہی پر کچھ لکھتے پڑھتے رہتے + اُنہوں نے ان دو قسم کے کاموں کو ایک ہی نام سے موسوم کیا تھا۔ اُن کا قول تھا "انسان کا دل ایک خوشنما باغیچہ ہے" +

پادری صاحب کے حکم سے اُن کے مکان کے تمام دروازوں اور دریچوں کے قفل کھُلے رہتے تھے + ان کی بہن بپٹسٹن اور خادمہ اس حکم سے پہلے تو بہت ڈری تھیں۔ مگر بعد میں جب دیکھا۔ کہ خوف کی کوئی بات نہیں رہی تو اس طرف سے بے فکر رہنے لگیں + پادری صاحب انہیں سمجھایا کرتے "جس طرح حکیم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح پادری کا دروازہ بھی ہمیشہ کھُلا رہنا چاہیئے" +

اس طرح عبادت و بندگی سے نصیحت سے۔ اور تعلیم سے۔ بیمار اور مصیبت زدہ کی تیمارداری اور حفاظت سے۔ مہمانوں کے استقبال اور خاطر تواضع سے۔ بے لاگ عقیدتمندی سے اور خدا کی محبت سے پیدا ہونے والی حقیقی اور لافانی خوشی سے اُس سچے زاہد پادری مریل کی زندگی معمور تھی +

Taj Tahir Foundation

دوسرا باب

مسافر

۱۸۱۵ء میں ماہ اکتوبر کا آغاز تھا۔ کہ ایک روز شام کے وقت ایک مسافر اس چھوٹے سے شہر میں وارد ہوا۔ جس شخص نے اس نو وارد کا چہرہ دیکھا، مارے خوف کے تھرا اٹھا + مسافر کی عمر پچاس سال سے کم نہ ہوگی۔ مگر اس کا بدن جوانوں کی مانند لحیم شحیم اور مضبوط و توانا تھا۔ اس میں نوجوانوں کی سی چستی تھی۔ اس کے چہرے پر عالم شباب کا سا نور تھا۔ اس کے سر پہ ایک پھٹی ہوئی چمڑے کی ٹوپی، ٹانگوں میں بوسیدہ ٹمن کا پائجامہ اور بدن پہ زرد رنگ کی ایک پھٹی پرانی قمیص تھی۔ اور چونکہ اس کے بٹن نہیں تھے۔ اس لئے بالوں سے بھری ہوئی چھاتی صاف نظر آتی تھی + اس نے قمیص کے اوپر ایک نیلا کوٹ پہن رکھا تھا۔ قمیص کی طرح اس میں بھی بٹن نہ تھے۔ ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا تھا۔ جس کے آگے کی طرف ایک لمبی جھولی (کچکول) لٹک رہی تھی۔ اُس کے دونوں پاؤں گرد آلود اور پسینے سے بھیگ رہے تھے + اُس کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ چلتے چلتے بہت تھک گیا ہے + جس سڑک سے ہو کر وہ شخص آ رہا تھا۔ شہر

کی کوتوالی بھی اُسی پر واقع تھی۔ کوتوالی کے صدر دروازہ پر ایک مسلح سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس شخص نے بڑے ادب سے اُس کو سلام کیا۔ پہرہ دار نے سر سے پاؤں تک اسے ایک بار دیکھا پھر معلوم نہیں دبی زبان سے کیا کہتا ہوا اندر چلا گیا۔

ذرا سی دیر میں رات ہو گئی۔ سڑکیں سنسان ہونے لگیں۔ جب اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ تو مسافر ایک سرائے میں پہنچا۔ سرائے کا مالک کھانا پکانے میں مصروف تھا۔ مسافر کی آہٹ پا کر اُس نے منہ پھیرا اور پوچھا: "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

نو وارد: "رات کا کھانا اور آرام کرنے کے لئے جگہ۔"

مالک: "یہاں دونوں چیزیں مل جائیں گی۔"

پھر متشکک نگاہوں سے نو وارد کو دیکھ کر پوچھا: "اور دام؟"

نو وارد نے اپنے کوٹ کی جیب سے چمڑے کا ایک بٹوہ نکال لیا اور کہا: "میرے پاس روپیہ ہے۔"

سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ اگر آپ کے پاس روپیہ ہے تو جو چیز درکار ہو گی، یہاں سے مل جائے گی۔"

نو وارد نے اپنا بٹوہ جیب میں ڈال لیا۔ اور دروازہ کے قریب اپنی لاٹھی اور جھولی رکھ کر ایک تپائی پر بیٹھ گیا۔ نو وارد کی شکل و صورت اور حالت دیکھ کر سرائے والے کے دل میں کچھ شک گذرا۔

نو وارد نے مضطرب طور پر دریافت کیا: "کھانا کتنی دیر میں تیار ہو جائے گا؟"

سرائے والے نے جواب دیا: "ابھی"۔

سرائے والے نے ایک اخبار کے سرنامہ کی چٹ پر پنسل سے کچھ لکھا، اور ایک لڑکے کے ہاتھ میں دے کر چپکے سے اُس کے کان میں کچھ کہا۔ لڑکا دوڑا دوڑا

Taj Tahir Foundation

کوتوالی کو چل دیا + نووارد کو اس کارروائی کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔ اُس وقت وہ تکان
سے چور تھا۔ اُس کی طبیعت پریشان تھی۔ اور وہ بیٹھا اپنی بدنصیبی کی بابت کچھ سوچ
رہا تھا + اتنے میں لڑکے نے واپس آکر مالک سرائے کے ہاتھ میں ایک خط دیا +
مالک نے اس خط کو بڑے غور سے پڑھا ایک منٹ تک کچھ سوچا۔ پھر نووارد سے
کہا۔ "جناب! میں آپ کو یہاں ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں دے سکتا"۔

مسافر کے سر پر گویا بجلی ٹوٹ پڑی۔ اس نے نہایت بے چینی سے سر پھیر کر
سرائے والے کو دیکھا۔ اور کہا "کیوں صاحب! اگر آپ کو یہ شک ہو کہ میں آپ
کا بل نہ چکا سکوں گا۔ تو آپ روپیہ پیشگی لے لیجئے"۔

سرائے والا بولا "میرے ہاں سونے کے لئے کوئی کمرہ خالی نہیں"۔

نووارد نے بہت ضبط سے کام لے کر جواب دیا "اصطبل ہی میں تھوڑی
سی جگہ دے دیجئے"۔

سرائے والے نے کہا "اصطبل میں جگہ نہیں۔ گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے"۔

نووارد بولا "یہ بات ہے۔ تو پھر مجھے زینہ کے پاس تھوڑی سی جگہ دے
دیجئے۔ کسی طرح رات بسر کر لوں گا"۔

سرائے والے نے روکھے پن سے جواب دیا "میں تمہیں کھانے کے لئے
بھی کچھ نہ دے سکوں گا"۔

نووارد چونک اٹھا "وہ کیوں؟ آپ دیکھتے نہیں مارے بھوک کے میری
جان نکل رہی ہے۔ سارا دن چلتے چلتے گزرا ہے۔ دام دینے کے لئے بھی تیار ہوں
مجھے کھانے کو دیجئے"۔

سرائے والے نے کہا "میرے ہاں کھانے کا کچھ سامان موجود نہیں"۔

یہ جواب سن کر نووارد خوب زور سے ہنسا۔ یہ طعنہ کی ہنسی نہیں تھی انتہائی

Taj Tahir Foundation

مایوسی اور بے حد تکلیف کی ہنسی تھی + نووارد نے کھانے کے سجے سجائے طشتوں کی طرف اشارہ کر کے سرائے والے سے کہا! "اور وہ کیا ہے"؟

سرائے والا بولا "سب فروخت شدہ ہے، اور تمہیں ان سب باتوں کا جواب دینے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ بولو تم جاتے ہو یا نہیں؟ میں تمہیں کھانا یا ٹھہرنے کی جگہ نہیں دے سکتا۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے، کہ تم کون ہو۔ سمجھ گئے کیا؟ تم بلجین ہو! سن لیا کیا؟ اب چپ چاپ چلتے پھرتے نظر آؤ"۔

نووارد ایک لمبی آہ بھر کر اٹھا اور اپنا ڈنڈا اور جھولی لے کر سرائے کے باہر چلا گیا + بھوک سے نڈھال اور تکان سے چور روحانی صدمہ اور مایوسی کے باعث زندگی سے بیزار۔ بلجین روٹی کے ایک ٹکڑے کے لئے در در پھرا۔ آخر اپنی تقدیر پر صبر کرتا ہوا ایک مسمار شدہ حویلی کے زینہ پر بیٹھ گیا۔ وہیں رات بسر کرنے کی سوچ رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک ضعیفہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ گرجا سے لوٹ کر اپنے گھر کو جارہی تھی + بلجین کو اس بے سروسامانی کے عالم میں دیکھ کر بولی۔ "بھائی! تم یہاں کیا کر رہے ہو"؟

بلجین نے بے رخی سے جواب دیا۔ "آنکھیں نہیں ہیں؟ سونے کی تیاری کر رہا ہوں"؟

وہ عورت حیران ہو کر بولی۔ "کیا کہا؟ اس سیڑھی کے پتھر پر لیٹ کر رات کاٹو گے"؟

بلجین نے دیوانہ وار زور کا قہقہہ لگایا۔ اور کہا "انیس سال سے لکڑی کی کھٹیا پر سونے کی عادت ڈال رکھی ہے۔ اب دیکھوں گا۔ کہ پتھر کی سیج کیسی ہوتی ہے"؟

عورت۔ "اوہ! معلوم ہوتا ہے۔ تم فوج میں تھے"؟

بلجین۔ "ہاں"

عورت۔ "تم کسی سرائے میں کیوں نہیں چلے جاتے؟"

بلجین۔ "پیسے نہیں ہیں"

بڑھیا نے بلجین کو دو پیسے دے کر کہا "دو پیسے ہیں تو شاید کوئی سرائے والا نہ ٹھہرائے۔ مگر دیکھو، کوشش کرو۔ شاید جگہ مل جائے یا کوئی شخص اپنے مکان میں رات بھر قیام کرنے کے لئے جگہ دے دے"

بلجین نے کہا "میں اس شہر کے قریب قریب تمام مکانوں میں ہو آیا ہوں"

بڑھیا نے پوچھا "پھر؟"

بلجین نے جواب دیا۔ "کُتے کی طرح دھتکار دیا گیا"

ضعیفہ نے ہاتھ اُٹھا کر پادری مریل کے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ اس مکان میں نہیں گئے؟"

بلجین نے کہا "نہیں"

بڑھیا بولی "تو ایک مرتبہ اُس مکان پر جا کر دیکھو"

بڑھیا چلی گئی۔ بلجین اُٹھا اور آہستہ آہستہ پادری مریل کے مکان کی طرف چلا

پادری مریل آج شام کو سیر سے دیر میں گھر واپس آئے تھے۔ وہ اپنے کمرہ میں بیٹھے "انسانی فرائض" نام کی ایک محققانہ کتاب لکھ رہے تھے۔ خادمہ میا گلوار کو الماری سے برتن وغیرہ نکالتے دیکھا تو پادری صاحب کو خیال آیا۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ بہن میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ فوراً مسودہ ایک طرف رکھ دیا۔ اور کھانے کے کمرہ میں گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بپٹسٹن بیٹھی انتظار کر رہی ہے۔ اور میز پر کھانے کی چیزیں چنی ہوئی ہیں۔ جب پادری صاحب اپنی کرسی پر بیٹھ گئے تو بپٹسٹن بولی "بھائی جان! آپ نے کچھ سُنا بھی؟ شہر میں ایک

ڈاکو آیا ہے۔ شہر کے تمام باشندے مارے خوف کے کانپ رہے ہیں"۔

پادری صاحب نے پُوچھا "تمہیں یہ خبر کیسے ملی؟"

بپٹسٹن نے جواب دیا "شہر کے ہر ایک آدمی کی زبان پر اُسی ڈاکو کا ذکر ہے۔ سب کہہ رہے ہیں۔ آج رات کو کوئی خوفناک حادثہ پیش آئے گا + بھائی! ہمارے ہاں کسی دروازہ میں بھی قفل نہیں لگتا۔ آج بھی دروازوں کا یوں کھُلا پڑا رہنا مناسب نہ ہو گا"۔

عین اسی وقت کسی نے باہر کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی۔

پادری صاحب نے دریافت کیا "کون ہے؟ اندر آؤ"۔

ایک زور کے دھکّے سے دروازہ کھُل گیا۔ نو وارد کمرہ میں داخل ہُوا + اُس کا چہرہ دیکھتے ہی خادمہ میا گلوار ڈر کے مارے کانپ اُٹھی۔ بپٹسٹن اسے دیکھ کر پریشانی کے عالم میں اپنے بھائی کی طرف تکنے لگی۔ پادری صاحب نے اپنی نظریں نو وارد کے چہرہ پر گاڑ رکھی تھیں۔ اُس کا نام و نشان پوچھنے ہی والے تھے۔ کہ اس نے خود اپنا حال یوں بیان کرنا شروع کر دیا:۔

"میرا نام ولجین ہے۔ جیل خانہ سے چھوٹ کر آ رہا ہوں۔ اُنیس ۱۹ سال قید خانہ میں رہا۔ رہا ہوئے صرف چار ہی دن ہوئے ہیں۔ چاروں دن چلتے چلتے گذرے ہیں + میری حالت دیکھ کر شریف آدمی مجھے آرام تک کرنے کے لئے جگہ نہیں دیتے۔ دُکان دار، ہوٹل والے مجھے کُتّے کی طرح دھتکار کر اپنے دروازے سے نکال دیتے ہیں + دام پیش کرنے پر بھی کھانے پینے کی اشیاء میرے ہاتھ نہیں بیچتے + میں ایسا خوفناک جاندار ہوں۔ بہت تھکا ہُوا ہوں۔ بھوک سے تڑپ رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے پناہ دیں گے"؟

پادری صاحب نے اُٹھ کر جھٹ ایک کرسی انگیٹھی کے پاس رکھدی

اور نو وارد کو اُس پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر خادمہ کو مخاطب کر کے بولے۔ "ایک اَور چھری کانٹا میز پر سجاؤ اور میری خواب گاہ کے پہلو میں جو کمرہ ہے اُس میں ایک پلنگ پر بستر بچھا دو"۔

بلجین پادری مریل کے سلوک پر ششدر رہ گیا۔ اُس کی سراسیمگی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اپنی آنکھوں اور کانوں پر اعتبار نہ آتا تھا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔ "واقعی آپ مجھے پناہ دیں گے؟ آپ کون ہیں؟ یہ کوئی ہوٹل ہے؟"

مریل صاحب نے جواب میں فرمایا۔ "نہیں۔ یہ ہوٹل نہیں ہے۔ میں ایک حقیر پادری ہوں۔ میں ہی اس مکان میں رہتا ہوں"۔

اس اثنا میں خادمہ چاندی کے برتنوں میں کھانے کی اشیا لاکر رکھ گئی۔ نو وارد کی عزت افزائی کی غرض سے کمرے میں چاندی کے شمع دان جلا کر روشنی کی گئی۔ پادری کی مہمان نوازی پر بلجین متحیر اور از خود رفتہ ہو گیا۔

Taj Tahir Foundation

تیسرا باب

نیک اور بد

گرجا کی گھڑی نے ٹن ٹن کر کے دو بجائے۔ بلجبین کی آنکھ کھل گئی۔ بیس سال سے کاٹھ کے تخت پر سوتا آیا تھا۔ نرم نرم گدیوں پہ اُسے کس طرح نیند آتی؟ آدھی رات کے وقت ہی وہ جاگ اٹھا۔ پورے چار گھنٹہ کی گہری نیند نے راستہ کی تکان اور کسل رفع کر کے اُسے ترو تازہ کر دیا تھا۔ آنکھیں مل کر اس نے باہر کی طرف نظر دوڑائی۔ دیکھا چاروں طرف ہُو کا عالم ہے۔ کروٹ بدل کر پھر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھکے ماندے اور مغموم لوگوں کو نیند تو جلد آ جاتی ہے۔ لیکن اگر ایک دفعہ نیند اُچٹ جائے، تو پھر سونے کی تمام کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ بلجبین کا بھی یہی حال ہوا۔ پھر اُسے نیند نہ آئی۔ تفکرات نے آ کر اُس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔

فکروں کی گھٹا اُمڈ آئی۔ مگر ان میں ایک فکر بہت زبردست تھی۔ وہ دوسرے فکر ہٹانے لگی۔ اور آہستہ آہستہ ان کی جگہ آپ لے کر اُس نے سارے دماغ پہ قبضہ کر لیا۔ جس کمرہ میں بلجبین سو رہا تھا۔ اُس کے ساتھ کے کمرے میں

Taj Tanir Foundation

پادری صاحب بے خبر پڑے سو رہے تھے + پادری صاحب کے پلنگ کے پاس ہی الماری میں چاندی کے برتن رکھے تھے + جب میاں گلوار نے انہیں صاف کر کے رکھا تھا۔ اُس وقت بلجین نے انہیں دیکھ لیا تھا + گھر میں سب لوگ اپنی اپنی جگہ پڑے سو رہے تھے + ایسا موقع دوبارہ ہاتھ آنا مشکل تھا + بلجین کا دل ڈانواں ڈول ہونے لگا۔ اسی حالت میں ایک گھنٹہ اَور گذر گیا + ٹن ٹن کر کے گھڑی نے تین بجائے۔ آنکھیں مل کر بلجین نے کمرہ میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی آہستہ آہستہ اپنے پلنگ پر اُٹھ بیٹھا۔ زیادہ جوش کے باعث اُسے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ جاگتا ہے یا سو رہا ہے + تھوڑی دیر وہ اسی تذبذب میں رہا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنے جوتے اتارے اور جھولی میں رکھ لئے + اس کے بعد پھر فکر! کروں یا نہ کروں کا سوال! جذبات کی باہمی کشمکش! اور ضمیر کا نیش! گرجا کی گھڑی نے ٹن کر کے نصف گھنٹہ بجایا + اب غور و فکر کے لئے وقت نہ تھا۔ بلجین اُٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں کے لئے رُکا۔ دیکھا۔ مکان میں چاروں طرف سناٹا ہے + بڑی احتیاط کے ساتھ بلی کی مانند کھڑکی تک گیا۔ رات بہت اندھیری نہ تھی آسمان پر ماہ کامل مسکرا رہا تھا۔ کبھی کبھی ابر کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیتا تھا + زمین پر تاریکی اور روشنی کا عجیب سحر ڈال رہا تھا + اسی مدھم روشنی میں بلجین نے ایک بار پھر اِدھر اُدھر نظر ڈالی۔ پادری کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ دیکھا دروازہ کھلا پڑا ہے۔ پادری صاحب نے دروازہ بند نہ کیا تھا +

بعض اوقات قدرت بھی اپنے مبہم اشاروں سے ہمیں غور کرنے اور ہوشیار ہو جانے کا موقعہ عطا کرتی ہے۔ قریباً نصف گھنٹہ سے آسمان پر ابر سیاہ محیط تھا۔ مگر جس وقت بلجین پادری کے پلنگ کے قریب مذبذب کھڑا تھا۔ جیسے

Taj Tahir Foundation

اُس کو پادری کی شکل دکھانے کے لئے بادل چاند پر سے ہٹ گیا + چاندنی دریچہ سے آکر پادری کے چہرہ کو روشن کرنے لگی ۔ پادری صاحب عالمِ خواب میں تھے ۔ اُن کا چہرہ صبر و شکر اور امید و مسرت کے بہشتی جذبات سے چمک رہا تھا۔ فراخ پیشانی پر عجیب و غریب قسم کا نور برس رہا تھا۔ اس روشن چہرے سے خوف زدہ ہو کر بلجین اندھیرے میں کھڑا تھا + اُس نے آج تک اس قسم کا منظر نہ دیکھا تھا ۔ وہ ڈر رہا تھا +

کون جانتا ہے اُس کے دل پر کیا گزر رہی تھی ؛ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا ۔ اُس کے چہرہ سے بھی کچھ معلوم نہ ہوتا تھا + یہ ضرور تھا کہ وہ بے انتہا پریشان اور مضطرب نظر آتا تھا ۔ مگر یہ کیسی حالت تھی !

صلیب پر مسیح کی تصویر دیوار پر ٹنگی تھی + اُس کا ایک ہاتھ پادری کی طرف تھا اور دوسرا ہاتھ بلجین کی طرف ۔ گویا وہ تصویر پادری کے سر پر دائمی دعائے خیر اور بلجین کے سر پر عفو کی بارش کر رہی ہے +

Taj Tahir Foundation

بلجین نے پادری صاحب پر پھر نگاہ نہ ڈالی ۔ تھوڑی دیر بعد اپنا بایاں ہاتھ اُٹھایا ۔ اور اپنی ٹوپی اُتار لی ۔ پھر آہستہ آہستہ ہاتھ چھوڑ دیا ۔ کچھ سوچنے لگا +

یکایک بلجین نے ٹوپی پہن لی ۔ پادری صاحب کو دیکھتا ہوا اُن کے پلنگ کے پاس سے گزر کر الماری کے قریب جا پہنچا + اُس نے قفل توڑنے کے لئے اپنی جیب سے ایک تیز چھری نکال لی ۔ مگر دیکھا کہ چابی قفل میں لگی ہوئی ہے ۔ چابی سے قفل کھول کر الماری کھول لی ۔ سب سے پہلے جس چیز پر اُس کی نگاہ پڑی ۔ وہ چاندی کے برتنوں کی پٹاری تھی + برتنوں کو پٹاری سمیت لے کر وہ اس کمرہ میں آیا ۔ جہاں وہ سویا تھا ۔ جھولی اور لاٹھی

اُٹھا کر کھڑکی کھولی۔ اور شیر کی مانند باغ میں جا کودا + پھر پٹاری میں سے برتنوں کو اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ اور چار دیواری کو پھاند کر باہر نکل گیا؀

Taj Tahir Foundation

چوتھا باب

نصیحت

اگلے دن علی الصبح پادری صاحب اپنے باغ میں ٹہل رہے تھے۔ کہ خادمہ میا گلوار گھبرائی ہوئی آئی۔ مارے ڈر کے کانپتی ہوئی آواز میں پادری صاحب کو مخاطب کر کے بولی ”جناب! جناب! آپ کو کچھ معلوم ہے۔ برتنوں کی پٹاری کہاں ہے؟“

پادری نے جواب دیا۔ ”ہاں۔ معلوم ہے“۔

خادمہ بولی۔ ”خدا کا شکر ہے ہزار بار شکر ہے! میں تو تلاش کرتے کرتے حیران ہو گئی تھی“۔

چہل قدمی کرتے وقت پادری صاحب کو وہ خالی پٹاری مل گئی تھی۔ اُسے خادمہ کے ہاتھ میں دے کر بولے: ”یہ لو برتنوں کی پٹاری“۔

خادمہ نے پوچھا۔ ”برتن کہاں ہیں؟“

پادری صاحب نے جواب دیا۔ ”یہ مجھے معلوم نہیں“۔

یہ سُن کر خادمہ اس کمرہ میں گئی۔ جس میں رات کو ولجین سویا تھا۔ پلنگ

Taj Tahir Foundation

خالی پڑا تھا بلجین بھاگ گیا تھا + دوڑی دوڑی آئی۔ اور مرِیل صاحب سے کہنے لگی "جو شخص رات کو آیا تھا۔ وہی چور ہے۔ ضرور برتن لے کر بھاگا ہے" +
پادری نے جواب دیا "میاں گلوار! کیا وہ برتن میرے تھے؟ اتنے دنوں تک برتنوں کو اپنے پاس رکھ کر میں نے سراسر بے انصافی کی تھی جس کے وہ تھے وہ انہیں لے گیا + دیکھا نہیں، وہ شخص کس قدر مفلس قلاش تھا۔ اب اُن برتنوں کو فروخت کر کے کچھ عرصہ آرام چین سے زندگی بسر کرے گا" +
پادری کی باتیں سن کر خادمہ خاموش رہ گئی + اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا + تھوڑی دیر کے بعد پادری صاحب اور ان کی بہن صبح کا کھانا کھانے بیٹھے۔ چاندی کے چھری کانٹے کے بجائے لکڑی کے چھریاں کانٹے میز پر سجائے گئے + گذشتہ دنوں کی نسبت آج پادری صاحب کچھ زیادہ بشاش نظر آتے تھے + بپٹسٹن کے چہرہ پر نہ رنج کے آثار تھے، نہ خوشی کے + خادمہ دل میں تو بہت رنجیدہ تھی۔ مگر پادری صاحب کے ڈر سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتی تھی +
جب کھانا ختم ہو چکا۔ تو پادری صاحب بولے "کیوں بہن! دودھ کے پیالے میں روٹی کا ٹکڑا تر کرنے کے لئے چاندی کے کانٹے چمچے غیر ضروری نہیں تو کیا ہیں؟"
اسی وقت کسی نے صدر دروازے کو زور سے دھکیلا۔ پادری صاحب حسبِ معمول بولے "کون ہے؟ اندر آیئے" +
دروازہ کھول کر چار شخص اندر داخل ہوئے۔ ان میں تین آدمی تو پولیس کی وردی پہنے ہوئے تھے۔ اور چوتھے آدمی سے ناظرین واقف ہیں۔ بلجین تھا! بلجین کے ہاتھ رسی سے بندھے ہوئے تھے + پولیس کے ایک سپاہی نے ذرا آگے بڑھ کر پادری صاحب کو فوجی سلام کیا۔ بولا "جناب!

بلجین کو پہچان کر اور اُس کی یہ حالت دیکھ کر پادری صاحب فوراً اس کی طرف بڑھے۔ کہنے لگے "یہ کیا؟ آپ! آپ سے دوبارہ مل کر بڑی خوشی ہوئی + چاندی کے شمع دان جو میں نے آپ کی نذر کئے تھے معلوم ہوتا ہے آپ اُنہیں غلطی سے چھوڑ گئے۔ اُن کی قیمت بھی تخمیناً دو صد فرینک ہو گی + اُنہیں میں لئے آتا ہوں۔ لیتے جائیے گا"

بلجین حیران ہو کر پادری کو دیکھنے لگا۔

پولیس افسر نے کہا "تو جناب! معلوم ہوتا ہے اس نے جو کچھ کہا تھا سچ ہے + ہم نے شبہ کی بنا پر اسے حراست میں لے لیا تھا۔ جس شخص کی ایسی حالت ہو اُس کے پاس چاندی کے برتن کہاں سے آ سکتے ہیں؟"

پادری مریل قطع کلام کر کے بولے "اوہ! سمجھ گیا۔ معلوم ہوتا ہے اُس شخص نے آپ سے کہا تھا کہ میں نے ایک پادری کے مکان میں پچھلی رات گذاری ہے اور وہیں سے یہ برتن مجھے ملے ہیں + اُس نے درست کہا ہے۔ اُسے حراست میں لے کر آپ لوگوں نے بڑا ظلم کیا۔"

سپاہیوں نے شرمندہ ہو کر کہا "اگر یہ بات ہے تو ہم اُسے چھوڑے دیتے ہیں۔"

پادری صاحب نے فرمایا "ضرور چھوڑ دیں"۔

سپاہیوں نے رسی کھول کر بلجین کو رہا کر دیا۔

بلجین گھبرائی ہوئی آواز میں بولا "سچ مچ میں چھوٹ گیا ہوں؟"

سپاہیوں نے کہا "ہاں"۔

پادری صاحب بولے "تو اب آپ لوگ جا سکتے ہیں"۔

سپاہیوں کے چلے جانے پر پادری مریل نے بلجین کو مخاطب کر کے کہا

"دوست! جانے سے پیشتر اپنے دونو شمع دان لیتے جانا"۔

یہ کہہ کر مریل صاحب دونو شمع دان دوسرے کمرے میں سے لے آئے۔ اور انہیں بلجین کے ہاتھ میں دے کر کہنے لگے "میرے عزیز! اب تم آزاد ہو۔ جہاں جی چاہے جا سکتے ہو۔ آئندہ اگر تمہیں یہاں آنا ہو۔ تو باغ کے راستے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارا صدر دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے"۔

پادری کے سلوک سے بلجین کی یہ حالت ہو گئی۔ کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں + اُسے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے بے ہوش ہوا جاتا ہے + پادری نے بلجین کے قریب جا کر آہستہ سے اُس کے کان میں کہا "بلجین! میرے بھائی! اب تم شیطان کے قابو میں نہیں ہو۔ اب تم خدا کے بندے ہو۔ تمہاری روح کو شیطان کے ہاتھ سے خرید کر میں خدا کے مبارک قدموں میں پیش کرتا ہوں"۔

بلجین کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی۔ وہ دیوانہ وار لڑکھڑاتا ہوا باہر چلا گیا + سارا دن پاگلوں کی طرح شہر کی سڑکوں پر گھومتا رہا۔ بارے تفکرات کے اس کا سر تپ رہا تھا + "سچ مچ میں اب خدا کا ہو گیا ہوں؟ مجھے شیطان کے پنجہ سے رہائی مل گئی ہے؟" فرط مسرت سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عہد گذشتہ کے واقعات ایک ایک کر کے اُس کی نظروں میں پھر گئے + اُس کا وہ سب سے پہلا قصور پیٹ کے لئے ایک روٹی کی چوری! اس چھوٹے سے قصور کے لئے اس قدر سخت سزا! انیس سال کے لئے جیل خانہ! قید خانہ کی ناقابل برداشت تکالیف! خدا کی ہستی اور انسان کی انسانیت کو تسلیم کرنے سے انکار! پادری مریل کا فرشتوں کا سا چال چلن اور سلوک۔ ان سب باتوں کے متعلق خیالات ایک ایک کر کے اُس کے دل میں آئے اور اُسے بیتاب کرتے رہے + اس خوفناک کشمکش نے بلجین کے چال چلن میں ایک عجیب و غریب تبدیلی پیدا کر دی۔ اگلے روز کسی نے بھی رہا شدہ قیدی بلجین کو ڈی شہر میں نہ دیکھا +

Taj Tahir Foundation

پانچواں باب

عاشق و معشوق

فرانس کا دارالخلافہ پیرس مدت سے عیش و عشرت کے لحاظ سے بلغ ارم کہلاتا ہے۔ پیرس کے ایک بورڈنگ ہوس میں چار طالب علم رہتے تھے ایک کا نام تھا فیلکس دوسرے کا کسٹولیر تیسرے کا فاموئیل اور چوتھے کا بلیک ول یہ چاروں شہر پیرس کے باشندے نہ تھے۔ بلکہ دیہات سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے۔ چاروں دوستوں کی چار لڑکیوں سے محبت تھی۔ لڑکیوں کے نام تھے فیورٹ۔ ڈالیا۔ جیفن اور فینٹائن۔ چاروں جوان اور حسین تھیں۔ اُن میں فینٹائن عمر میں سب سے چھوٹی اور خوب صورتی میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ فینٹائن کے بال لمبے لمبے خوب صورت گھونگریالے تھے۔ اور موتیوں کی آب و تاب کو مات کر دینے والے دانت اُس کی خوب صورتی کو دوبالا کرتے تھے۔ فینٹائن کے خوب صورت بال اور دانت ہی اس کی ہم عمر عورتوں کے لئے رشک کا باعث تھے۔

ایک روز اپنے دوستوں کو تنہائی میں بلا کر فیلکس نے کہا: "دوستو!
گذشتہ دو سال سے ہم نے اپنے فرائض کو بھلا رکھا ہے۔ عیش و عشرت میں
غرق ہیں اور جہنم کے منہ میں چلے جا رہے ہیں۔ ہم انسان ہیں۔ لیکن ان نازنینوں
کی محبت کے جال میں پھنس کر اپنی انسانیت کھو بیٹھے ہیں۔ اور حیوان بن
رہے ہیں۔ آؤ۔ اب بھی سنبھلنے کی کوشش کریں۔"

باہم صلاح مشورہ کرنے کے بعد ایک رائے قائم ہوئی۔ کئی روز سے
فیلکس نازنینوں سے کہہ رہا تھا۔ کہ کسی روز ہم چاروں دوست مل کر ایک بڑا
اچھا تماشہ کریں گے۔ نازنینیں تماشہ دیکھنے کے لئے بہت بے تاب ہو
رہی تھیں۔ چنانچہ یہ تجویز ٹھہری کہ اگلے دن پکنک کا انتظام کیا جائے۔
اور اسی میں تماشہ بھی دکھلایا جائے۔

دوسرے دن علی الصبح چاروں دوست اور چاروں نازنینیں گاڑی
میں سوار ہو کر پیرس شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں پہنچے۔
دن خوب صاف تھا۔ آسمان پر ابر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ قدرت کی
خوب صورتی پر فریفتہ ہو کر نوجوان اپنی اپنی محبوبہ سے ہنسی کی باتیں کرنے لگے۔
ہر طرف خوشی جھلکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کبھی جنگل کے مرغزاروں میں کچھ
لوگ چھپ جاتے۔ اور باقی انہیں تلاش کرتے پھرتے۔ کبھی چاروں دوست
مل کر اپنی اپنی محبوبہ سے ہنسی کی باتیں کرنے لگے۔ ہر طرف خوشی جھلکتی ہوئی نظر
آ رہی تھی۔ کبھی جنگل کے مرغزاروں میں کچھ لوگ چھپ جاتے۔ اور باقی انہیں
تلاش کرتے پھرتے۔ کبھی چاروں دوست مل کر اپنی اپنی محبوبہ کو پھولوں سے
سجا کر بن دیویاں بناتے۔ اسی طرح اس رنگ میں دوپہر گزر گئی۔ کھانے
کا وقت ہوا۔ دوڑ دھوپ سے بھوک بھی لگ رہی تھی۔ کسل اور تکان

Taj Tahir Foundation

رفع کرنے کی غرض سے چاروں سہیلیاں اور چاروں دوست ایک کنج میں جا بیٹھے +

چاروں سہیلیوں میں فیورٹ سب سے بڑی تھی۔ وہ بار بار فیلکس سے تماشہ دکھلانے کی فرمائش کرتی + فیلکس جواب دیتا صبر کا ثمر شیریں ہوتا ہے۔ مگر فیورٹ ماننے والی عورت نہ تھی۔ بولی "بے صبری کا پھل کھٹا ہی سہی" یہ سن کر سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے +

فیلکس نے دوستوں کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ اور ذرا مسکرایا + دوستوں نے بھی مسکرا کر اس کا جواب دیا۔ جس تماشہ کو دیکھنے کے لئے نازنینوں نے اس قدر اشتیاق ظاہر کیا تھا اس کا وقت آ پہنچا تھا + قواعد کے وقت جس طرح فوج صف باندھ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چاروں دوست قطار میں کھڑے ہو گئے۔ سب سے آگے فیلکس تھا۔ اور اس کے پیچھے تینوں دوست + اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر فیلکس نے نازنینوں کو اشارہ کیا۔ کہ کوئی سوال نہ کرنا یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر کچھ کہو گی بھی تو کسی بات کا جواب نہیں دیا جائے گا + چاروں سہیلیاں ان کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگیں + تماشہ کا آغاز تو دلچسپ تھا۔ انجام دیکھنے کے لئے نازنینیں بیتاب ہو رہی تھیں + چاروں دوست اپنی اپنی محبوبہ کو چوم کر ایک قطار میں وہاں سے چل دیئے۔ جب تک وہ نظر آتے رہے نازنینیں مشتاق نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہیں۔ فیلکس اور اس کے دوستوں نے قریب ہی ڈاک گاڑی کے سٹیشن پر پہنچ کر چار ٹکٹ خریدے اور تیز گھوڑوں کی گاڑی میں سوار ہو کر آناً فاناً میں غائب ہو گئے + ادھر چاروں سہیلیاں ان کی واپسی کی منتظر تھیں۔ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے اور طرح طرح کے خیالی گھوڑے دوڑانے لگیں + جوں جوں دیر ہوتی

Taj Tahir Foundation

ان کا اشتیاق فکر میں تبدیل ہونے لگا۔ اسی اثناء میں ایک شخص ایک خط لے کر آ پہنچا۔ فیورٹ نے اس کے ہاتھ سے خط لے کر دیکھا۔ سرنامہ پر کسی کا نام نہ تھا۔ یہ خط کس کے نام ہے؟ کس نے بھیجا ہے؟ ان سوالوں کے جواب میں قاصد نے کہا "میں ڈاک گاڑی کے دفتر کا چپراسی ہوں۔ ایک گھنٹہ ہوا چار شریف آدمی ڈاک گاڑی میں گئے ہیں وہ یہ خط آپ کے پاس پہنچانے کے لئے مجھے دے گئے تھے"۔

فیورٹ نے خط نکال کر پڑھنا شروع کیا!

"عزیز از جان نازنینو!

"تمہیں معلوم رہے کہ ہم لوگ خود مختار ریا بغیر سرپرستوں کے نہیں۔ ہمارے والدین ہیں۔ ہم انہی کی ناخلف اولاد ہیں۔ اتنے دنوں تک تمہارے پھندے میں پھنس کر انہیں بھولے رہے۔ بس ہو چکا۔ اب اور نہیں۔ اب ہم اپنے اپنے والدین کی خدمت میں واپس جا رہے ہیں۔ امید کہ تم ہمیں جلدی ہی بھول جاؤ گی۔ اور تھوڑے سے رنج و غم کے بعد نئے چاہنے والے تلاش کر لوگی دو سال تک ہم حتی الوسع تمہیں خوش کرتے رہے۔ اسے یاد کر کے ہم سے ناراض نہ ہونا۔

"بلیک بل۔
"فامویل"
"لسٹولیر"
"فیلکس۔"

خط پڑھا جا چکا تو نازنینیں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکیں۔ کہ یہ سچ ہے یا محض فرضی کارروائی

اور مذاق ہے + سب نے یہی سمجھا کہ ضرور مذاق ہی ہو گا - اور وہ ہنستی ہنستی جھٹ پٹ پیرس کی گاڑی کی تلاش میں روانہ ہو گئیں ؞

مذکورہ بالا واقعہ کے ایک گھنٹہ بعد چاروں سہیلیاں اپنے اپنے گھروں میں جا پہنچیں + رفتہ رفتہ رات زیادہ گذر گئی - فیورٹ جیفن اور ڈالیبا تو اپنے اپنے پلنگ پر لیٹ کر ہنستی بولتی خواب راحت کی آغوش میں چلی گئیں - مگر فینٹاائن فیلکس کو در اصل اپنا دل نذر کر چکی تھی - اور اس سچی محبت کا ثمر اس کی ایک لڑکی تھی + لڑکی کو سینے سے چمٹا کر فینٹاائن بستر پر پڑ رہی - اور منہ چھپا کر رونے لگی ؞

Taj Tahir Foundation

چھٹا باب

بے یار و مددگار

پیرس سے تھوڑی دور مونٹ فارمل ، نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا ۔ اس گاؤں کے بیچ میں سے شاہی سڑک گذرتی تھی ۔ سڑک کے کنارے پہ ایک چھوٹی سی سرائے بھی تھی ۔ اس سرائے کا مالک تھینارڈیار تھا ۔

گود میں دو سال کی لڑکی لے کر اور پیٹھ پہ ایک تھیلا رکھ کر نازنین فینٹائن نے پیرس کو خیرباد کہی ، اور کام کی تلاش میں اپنے گاؤں کی طرف چلی ۔ رونے دھونے اور شب بیداری سے اُس کی آنکھیں لال سُرخ ہو رہی تھیں ۔ اور اُس کے بال چہرے پہ بکھرے ہوئے تھے ۔ پیرس میں اُسے پناہ نہیں ملی ۔ کیا مادرِ وطن " ایم ۔ سُر ۔ ایم " گاؤں کا نام ایں بھی اُسے پناہ نہ ملے گی ؟ ضرور ملے صرف اسی امید کے سہارے فینٹائن چلی جا رہی تھی ۔

دوپہر کا وقت ہو گیا سفر کی تکان سے نڈھال ہو کر فینٹائن سرائے کے زینہ پہ بیٹھ گئی ۔ تھوڑی دور پہ تھینارڈیار کی دو لڑکیاں ایک درخت میں جھولا ڈالے جھول رہی تھیں ۔ تھینارڈیار کی بیوی کچھ فاصلے پہ بیٹھی ۔ اُنہیں دیکھ

رہی تھی بچپن میں اپنے پرائے ۔ غریب امیر کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ تھینارڈیار کی بیٹیوں نے فینٹائن کی لڑکی کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اور جھٹ اسے اپنی سہیلی بنا لیا ان کے ساتھ کھیل میں محو ہو کر کسیٹ بھی منہ بھر کے لئے اپنی شفیق والدہ کو بھول گئی یہ دیکھ کر غم و یاس سے چور ماں کے دل میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی۔ تھینارڈیار کی بیوی کو مخاطب کر کے فینٹائن نے کہا:۔ "آپ بڑی خوش قسمت ہیں! آپ کی بیٹیاں نہایت خوبصورت ہیں۔ آپ کا نام کیا ہے"؟

ایک اجنبی مسافر کی زبان سے اپنی بیٹیوں کی تعریف سن کر تھینارڈیار کی بیوی بہت خوش ہوئی ۔ وہ کونسی ماں ہے ۔ جس کا سینہ اپنی اولاد کی تعریف سن کر مارے خوشی کے پھول نہیں اٹھتا؟

وہ بولی "میرا نام تھینارڈیار ہے ۔ یہ سرائے ہماری ہی ہے ۔ آپ کی بچی بھی بڑی حسین ہے ۔ اس کی عمر کیا ہو گی"؟

فینٹائن نے کہا "دو برس"۔

میڈیم تھینارڈیار بولی "دیکھئے بچے کس قدر جلد ایک دوسرے کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ اس وقت ان تینوں بچیوں کو دیکھ کر کون کہے گا کہ یہ ایک ہی ماں کے پیٹ سے نہیں ہیں"؟

تھوڑی دیر کے لئے ایک ہلکی سی امید کی روشن لکیر نے فینٹائن کے دل کی تاریکی کو دور کر دیا۔ ہمت باندھ کر فینٹائن نے پوچھا "آپ میری لڑکی کو بھی اپنے ہاں رکھ لیں گی"؟

میڈیم تھینارڈیار یہ بات سن کر حیران رہ گئی ۔ اس نے "ہاں" یا "نہ" کچھ نہیں کہا۔

فینٹائن کہنے لگی "کون جانتے ملازمت کی تلاش میں مجھے کہاں کہاں جانا

پڑے۔ میری گود میں بچہ دیکھ کر مجھے کوئی نوکری نہیں دے گا۔ خدا ہی نے آپ کے ساتھ ملاقات کرادی۔ آپ کا دل بہت نرم اور مادرانہ شفقت سے بھرا ہوا ہے۔ تینوں لڑکیاں مل جل کر بہنوں کی طرح رہیں گی۔ میں بھی جلدی ہی واپس آجاؤں گی۔ میری بچی کو آپ اپنے ہاں پناہ دیں۔ خدا آپ کا بھلا کرے گا!

ذرا حوصلہ پکڑ کر فینٹائن نے کہا۔ "میں اُس کے کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات کے لئے چھ فرینک ماہوار کا انتظام کردوں گی۔"

اسی وقت سرائے کے ایک دریچہ سے ایک مرد کی آواز آئی۔ "نہیں۔ سات فرینک ماہوار سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور چھ ماہ کا خرچ بطور پیشگی۔"

میڈیم تھینارڈیار نے "چھ ستے بیالیس" کا پہاڑا پڑھ کر چھ ماہ کا حساب بتلادیا۔ پیرس کو خیرباد کہتے وقت فینٹائن کے پاس جو کچھ تھا۔ اُسے بیچ باچ کر اُسے اسی فرینک ملے تھے۔ یہ رقم اُس کے پاس ہی تھی۔ میڈیم تھینارڈیار کی بات پر فینٹائن راضی ہوگئی۔

کھڑکی سے پھر اُس آدمی کی آواز آئی۔ "۱۵ فرینک متفرق اخراجات کے لئے بھی۔"

میڈیم تھینارڈیار نے میزان کر کے کہا۔ "بیالیس ۴۲ اور پندرہ ستاون ۵۷ فرینک۔"

فینٹائن نے جواب دیا۔ "اچھا۔ اتنا ہی دے دوں گی۔ اسی فرینک میں سے ستاون فرینک دے کر جو کچھ میرے پاس باقی بچے گا۔ اُس سے میں کسی طرح اپنے گھر پہنچ جاؤں گی۔ اُس کے بعد وہاں کام کر کے روپیہ جمع کروں گی۔ اور اپنی عزیز از جان بچی کو واپس لے جاؤں گی۔"

پھر اُسی آدمی کی آواز آئی۔ "لڑکی کے پاس کپڑے لتے تو ہیں نا؟"

میڈیم تھینارڈیار نے فینٹائن سے کہا۔ "اندر سے میرے شوہر بول رہے ہیں۔"

Taj Tahir Foundation

فینٹائن تو یہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اس نے جواب دیا۔ "ہاں ہاں کپڑے کیوں نہ ہوتے۔ میں بغیر کپڑوں کے اپنی پیاری بچی کو چھوڑ جاؤں گی؟"

مول تول ٹھیک ہو گیا۔ اپنی آنکھوں کی پتلی کسیٹ کو ڈائن کے ہاتھ میں سونپ کر اور اپنے پاس جو کچھ تھا اُسے کنوئیں میں پھینک کر فینٹائن اُس رات سوئی نہیں۔ رات بھر بچر نکر میں غوطے کھاتی رہی۔ اگلے روز علی الصبح وہ روتی دھوتی اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

ساتواں باب

مسٹر ماؤلن

فرانس کے دارالخلافہ پیرس سے کچھ فاصلہ پر "ایم۔سرایم" نام کا گاؤں تھا۔ مدت سے یہاں کے باشندے چوڑیوں کے نقلی پتھر کی تجارت کرتے تھے۔ اس گاؤں میں بعض بڑے دولت مند سوداگر بھی تھے۔ ایم سرایم میں آکر فینٹائن نے دیکھا۔ کہ گاؤں کی حالت ہی بدل چکی ہے۔ نقلی چوڑیوں کا کل کاروبار اب صرف مسٹر ماؤلن کے ہاتھ میں ہے۔ اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش نے بہت سے سوداگروں کو دیوالیہ بنا دیا ہے۔ بہت سوں نے چوڑیوں کا کاروبار چھوڑ کر اور کئی قسم کی تجارت شروع کر دی ہے۔ مسٹر ماؤلن اس گاؤں کے اصلی باشندے نہیں ہیں چند سال سے یہاں آئے تھے۔ تھوڑی سی پونجی سے کاروبار شروع کیا۔ اپنی ان تھک کوشش اور ایک نئے کیمیاوی عمل سے تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے خوب روپیہ کما لیا۔ اور نقلی چوڑیوں کی کُل تجارت اُن کے ہاتھ میں آگئی۔ ان کے کارخانہ کی تیار شدہ چوڑیاں اس قدر نفیس ہوتی تھیں۔ کہ ان کے سامنے اصلی چوڑیاں بھی مات تھیں۔ اور ان کے پہچاننے میں ماہی

گرامی جوہری بھی اکثر دھوکا کھا جاتے تھے۔

چند ہی سال کے عرصہ میں مسٹر ماڈلن کی حالت میں حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی مگر اُن کو دیکھنے سے کسی کو اس بات کا پتہ نہ لگ سکتا تھا جس روز وہ پہلے پہل اس گاؤں میں آئے تھے۔ جو حالت اُن کی اُس روز تھی۔ آج بھی بعینہٖ وہی حالت ہے۔ بال سفید، آنکھیں صاف اور روشن، بدن گٹھا ہوا اور دل تفکرات سے گھرا ہوا۔ اُن کی حرکات و سکنات میں بہت متانت تھی۔ لوگوں سے زیادہ گفتگو نہ کرتے تھے۔ ذاتی اخراجات میں بڑی کفایت شعاری سے کام لیتے۔ صبح شام سیر کو جانا ان کی عادت میں داخل تھا۔ سیر کے وقت اُن کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک بندوق رہتی تھی۔ مگر اُس کا استعمال کبھی نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی چلاتے تو ان کا نشانہ خطا نہ جاتا۔ جس وقت وہ باہر نکلتے اُن کی بڑی بڑی جیبیں پیسوں اور نقدی سے بھری رہتیں۔ مگر جب واپس آتے تو بالکل خالی ہوتی تھیں۔ انہیں باہر آتا دیکھ کر گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے اور لڑکے لڑکیاں شہد کی مکھیوں کی طرح جھٹ چاروں طرف سے انہیں گھیر لیتی تھیں۔ وہ بہت سے رفاہ عام کے کام کرتے تھے۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ کوئی کار خیر کر کے اُسے ڈنکے کی چوٹ مشتہر کرنا انہیں پسند نہ تھا۔

۱۸۲۱ء کے شروع میں فرشتہ سیرت پادری مریل کی وفات کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی۔ دوسرے ہی دن مسٹر ماڈلن ماتمی لباس پہنے ہوئے دکھائی دیئے عوام میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ بعض لوگ کہنے لگے پادری مریل کے ساتھ مسٹر ماڈلن کا بہت گہرا تعلق تھا۔ ایک بڑھیا سے نہ رہا گیا۔ وہ مسٹر ماڈلن سے پوچھ ہی بیٹھی۔ "کیا پادری مریل آپ کے رشتہ دار تھے؟"

مسٹر ماڈلن نے جواب دیا۔ "نہیں"۔

بڑھیا نے ہنس کر پھر سوال کیا "تو آپ نے ماتمی لباس کیوں پہنا ہے"؟
اس پر مسٹر ماؤلن نے جواب دیا "میں لڑکین میں اُن کے ہاں ملازم تھا"
کچھ ہی ہو۔ مسٹر ماؤلن کا نام اس قدر مشہور رہا۔ اُنہیں اتنی شہرت نصیب ہوئی کہ رفتہ رفتہ اُن کا نام خود شہنشاہ کے کانوں تک جا پہنچا + انہی دنوں وہاں میئر کی اسامی خالی ہوئی۔ اور شہنشاہ نے اس کے لئے مسٹر ماؤلن کو منتخب کیا + اس انتخاب سے گاؤں کے سب باشندے خوش ہوئے۔ اگر کوئی خوش نہ ہوا۔ تو صرف ایک شخص۔ وہ پولیس انسپکٹر جابرٹ تھا + جابرٹ کو معلوم نہ تھا۔ کہ ایم سُر ایم میں چوڑیوں کا کارخانہ کھولنے سے پیشتر مسٹر ماؤلن کی حالت کیا تھی۔ جس وقت مسٹر ماؤلن کا نیّر اقبال خوب چمک رہا تھا۔ اور ان کی شہرت چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ انہی دنوں جابرٹ کسی اَور مقام سے تبدیل ہو کر یہاں آیا تھا + جب وہ مسٹر ماؤلن سے پہلی مرتبہ ملا۔ اُسی وقت اس کا ماتھا ٹھنکا اور ایک شک اُس کے دل میں جاگزیں ہو گیا" اُسی لمحہ سے مسٹر ماؤلن پر اُس کی خاص نظر رہنے لگی +

اُسی زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ اتفاق سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس سے جابرٹ کا شک یقین میں تبدیل ہونے لگا + ایک روز صبح کے وقت مسٹر ماؤلن حسب معمول سیر کو نکلے۔ کچھ فاصلے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر وہ بڑی تیزی سے وہاں جا پہنچے، دیکھا کہ ایک بوڑھا گاڑی بان جس کا نام فکلیونیٹ ہے، گاڑی کے پہیے تلے دب گیا ہے۔ راستہ کیچڑ سے اٹا ہوا ہے اور گاڑی بھی ٹھسا ٹھس مال سے لدی ہوئی ہے + پہیہ آہستہ آہستہ کیچڑ میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فکلیونیٹ نہایت دردبھری آواز سے چلا رہا ہے۔ اور لوگ سناٹے کی حالت میں اس دردناک سانحہ کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر بوڑھے گاڑی بان کو موت کے منہ سے نکال لینے کی کوشش کوئی نہیں کرتا +

Taj Tahir Foundation

سب کو مخاطب کر کے مسٹر ماؤلن نے کہا "کہیں آس پاس کسی کے ہاں پلیتا نہیں؟"

ایک کسان بولا۔ "پلیتا لانے کے لئے آدمی بھیجا ہے۔"

مسٹر ماؤلن نے پوچھا "کتنی دیر میں واپس آئے گا؟"

ایک شخص نے جواب دیا "آدھ گھنٹہ لگ جائے گا۔"

پچھلی رات بارش ہوئی تھی۔ راستے میں کیچڑ بہت ہو رہا تھا۔ گاڑی کے پہیے کیچڑ میں دھستے چلے جا رہے تھے۔ بوڑھا فلیونیت بہت جلد لقمہ اجل بن جائے گا آدھ گھنٹہ سے بہت پہلے وہ غریب اس جہاں میں نہ ہوگا۔

مسٹر ماؤلن نے باآواز بلند کہا "بھائیو! یہ شخص آدھ گھنٹہ تک نہ جی سکے گا۔ آدھ گھنٹہ سے بہت پہلے اس کا دم نکل جائے گا۔ اب بھی وقت ہے۔ اسے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیا اتنی طاقت ہم میں سے کسی میں نہیں کہ پہیے کے نیچے کندھا لگا کر گاڑی کو ذرا اونچا اٹھا سکے؟ میں دس لوئی انعام دوں گا۔"

سب کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ اور سب خاموش تھے۔

مسٹر ماؤلن نے کہا۔ "آؤ۔ بیس لوئی۔"

سب خاموش!

انسپکٹر جابرٹ وہیں کھڑا تھا۔ اُس نے کہا "یہاں جو لوگ موجود ہیں۔ اُن میں ایک بھی ایسا نہیں۔ جو اس بدنصیب گاڑی بان کی جان نہ بچانا چاہتا ہو۔ مگر ایک آدمی میں اتنی طاقت کہاں کہ گاڑی کو اوپر اٹھا سکے۔ اور ایک سے زیادہ آدمیوں کے جانے کی وہاں جگہ نہیں۔"

اس کے بعد جابرٹ نے ماؤلن کے چہرے پر ایک تیز نظر ڈالی۔ پھر کہنے لگا "مسٹر ماؤلن! آپ نے جو بات کہی ہے۔ اسے پورا کرنے کی طاقت تمام

فرانس میں صرف ایک شخص میں ہے"۔

یہ سن کر ماڈلن ذرا گھبرائے۔ جابرٹ کی نظریں ماڈلن کے چہرہ پر گڑی تھیں اُس نے پھر کہا "اور وہ شخص ٹولو شہر کے جیل خانہ کا ایک قیدی ہے"۔

ایک لمحہ کے لئے مسٹر ماڈلن کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اُسی وقت مارے تکلیف کے فکلیونیٹ کراہ کر بولا "میں مر رہا ہوں مجھے بچاؤ!"

یہ دردناک آہ و زاری سن کر مسٹر ماڈلن نے چاروں طرف دیکھا۔ سب دم بخود ہیں۔ اور جابرٹ کی تیز اور ہوشیار نگاہ اُن کے چہرہ پر گڑی ہوئی ہے + اُنہوں نے جھٹ اپنا اوورکوٹ اتار کر پھینک دیا۔ اُن کے طاقتور بدن کی رگیں پھول اُٹھیں۔ بغیر کسی سے کچھ کہے سُنے وہ گاڑی کے نیچے چلے گئے۔ پہیئے کے تلے اپنا کندھا لگا دیا + دو دفعہ اُنہوں نے اپنا سارا زور لگایا مگر پھر بھی وہ گاڑی کو اوپر نہ اُٹھا سکے۔

اس پر سب لوگ متفقہ آواز سے چلا اُٹھے "مسٹر ماڈلن! باہر چلے آیئے ورنہ آپ بھی دب کر مر جائیں گے"۔

لقمۂ اجل بوڑھا فکلیونٹ بڑے مضطرب انداز سے بولا۔ "مسٹر ماڈلن! آپ باہر چلے جایئے۔ میں تو مروں گا ہی آپ کیوں ناحق اپنی جان گنواتے ہیں؟"

ماڈلن نے کوئی جواب نہ دیا۔ یکایک گاڑی اوپر کو اُٹھی پہیہ کیچڑ سے باہر نکلنے لگا۔ ذرا رُکے ہوئے گلے سے ماڈلن بولے:۔

"بھائیو! آؤ۔ اس مرتبہ سب مل کر زور لگائیں"۔

اب سب نے مل کر زور لگایا۔ گاڑی اُٹھ گئی۔ غریب فکلیونیٹ کی جان بچ گئی۔ ماڈلن بھی آہستہ آہستہ باہر نکلے + اُن کا چہرہ زرد اور پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا + کپڑے پھٹ گئے تھے۔ اور کیچڑ سے لت پت تھے + اپنی دلی احسان مندی

کے اظہار کے لئے بوڑھا فکلیونیٹ ماؤلن کے پیروں سے لپٹ گیا اس وقت ماؤلن کے چہرہ پر نور برس رہا تھا۔ نیک کام اپنا انعام آپ ہی ہے + انسپکٹر جابرٹ کی نگاہیں جھک گئیں جیسے وہ اس نور کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں ؛

مسٹر ماؤلن نے ایک پالکی منگوائی۔ اور اس میں فکلیونیٹ کو بٹھا کر اپنے کارخانہ میں لے گئے + کارخانہ کے متعلق جو ہسپتال تھا اُس میں اُس کے علاج اور آرام و آسائش کا انتظام کر دیا + کچھ دنوں کے بعد جب وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ تو ماؤلن نے اُسے ملازمت دلوانے کی کوشش کی۔ اور پیرس کے سینٹ انٹان محلے میں کنواریوں کی ایک فرودگاہ تھی۔ وہاں باغبانی کی خدمت دلا دی ؛

Taj Tahir Foundation

آٹھواں باب

فینٹائن کارخانہ میں

وطن پہنچ کر فینٹائن نے دیکھا۔ اُسے کوئی پہچانتا تک نہیں اور نہ اسے کوئی پناہ دیتا ہے۔ مگر مسٹر ماڈلین کے کارخانہ کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا تھا۔ وہاں جاتے ہی فینٹائن کو پناہ مل گئی۔ اسی روز سے وہ کارخانے کے زنانہ حصہ میں ملازم ہو گئی۔ اسے پہلے کبھی کارخانہ میں کام کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ کام کی مہارت نہ ہونے کے باعث آدمی اچھا کام نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُجرت بھی کچھ کم ہی ملا کرتی ہے۔
فینٹائن زیادہ کام کر سکتی تھی۔ مگر اُسے جو کچھ ملتا تھا۔ اسی میں اپنا کھانے پینے کا خرچ چلا لیتی تھی۔ جب کسی کام کی مہارت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اُس میں دل چسپی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دل لگنے کے ساتھ ساتھ آزادی اور ایک قسم کی خوشی سی پیدا ہوتی ہے زندگی لطف اندوزی اور درحقیقت زندہ رہنے کے قابل چیز معلوم ہونے لگتی ہے فینٹائن بھی آرام کا منہ دیکھنے لگی۔ اس وقت اُسے ایک ہی فکر تھی۔ کسیٹ کی اپنی شادی کے متعلق کسی سے کیا کہہ سکتی تھی۔ کسیٹ کے بارے میں کسی سے دو لفظ بھی کہتی۔ تو رسوا ہوتی۔ مگر ماں کا دل۔ روتا۔ وقتاً فوقتاً اپنی بیٹی کی خبر ملے بغیر

Taj Tahir Foundation

فینٹائن کیسے زندہ رہ سکتی تھی؟ چونکہ خود لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھی۔ اس لئے اسے ایک محرر کی مدد لینی پڑی۔ جب ایک سے دو تک بات پہنچی تو پھر اب کہاں چھپی رہ سکتی تھی؟ فینٹائن کی خط و کتابت کی بنا پر بہت جلد کارخانہ میں ہر طرف سرگوشیاں ہونے لگیں۔ جتنے منہ اتنی زبانیں سب نے اور راز معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ فینٹائن چھوٹی ہی سی عمر میں ایک بچہ کی ماں بن چکی ہے۔ زنانہ حصہ کی منتظمہ نے یہ بات سن لی۔ چونکہ فینٹائن اپنے کام میں ماہر نہ تھی۔ اس لئے منتظمہ پہلے ہی اس سے ناخوش تھی۔ اب یہ خبر سنی تو اور بھی ناراض ہو گئی۔ اور اسے کارخانہ سے برخاست کر دیا۔ جب فینٹائن چلنے لگی۔ تو منتظمہ نے اس کے ہاتھ میں پچاس فرینک دے کر کہا "تمہارے کام سے میئر صاحب ناخوش ہیں۔ اس لئے انہوں نے تمہیں برخاست کر دیا ہے۔ اور از راہ عنایت یہ پچاس فرینک تمہیں بطور امداد عطا کئے ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ میئر صاحب کو اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا۔ کارخانہ کے زنانہ حصہ کی مختار یہی منتظمہ تھی۔ غریب فینٹائن کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ کس قصور کی پاداش میں وہ ملازمت سے برطرف کی گئی ہے۔ اپنی تقدیر کو کوستی ہوئی وہ کارخانہ سے باہر نکل گئی۔ بہت دنوں تک گاؤں میں خادمہ کی اسامی تلاش کرتی رہی۔ مگر کارخانہ سے برخاست ہونے کے باعث کہیں بھی اسے کوئی کام نہ ملا۔ ایک مکان میں کوٹھری لے کر اس نے رہنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا کرایہ اس کے ذمہ چڑھ رہا تھا۔ اسے بے کار بیٹھی دیکھ کر مکان کی مالکہ بہت شور مچاتی۔ فینٹائن ہر وقت اسی فکر میں مستغرق رہتی۔ کہ کرایہ کس طرح ادا کیا جائے اس کے بعد ایک اور فکر تھی کسیٹ کی!

مامتا کی ماری ماں نے سوچا۔ اس بری حالت میں اگر میری پیاری بیٹی میری

Taj Tahir Foundation

گود میں ہو۔ تو میرے سب دُکھ، تمام تکلیفیں رفع ہو جائیں "۔ مگر پھر خیال آیا۔ مجھے تو تکلیف ہوتی ہی ہے۔ اُسے کیوں شریک حال بناؤں ؛ اور جاؤں تو تھینارڈیار اُسے دے گا کیوں ؛ چار ماہ سے اس کا خرچ نہیں گیا۔ پھر اُسے لانے کے سفر خرچ کا کس طرح انتظام کروں گی "؟

سردیوں کے آخر میں فینٹائن اپنے کام سے موقوف کی گئی تھی۔ اب دوبارہ سردی آگئی۔ مگر اُسے کوئی کام نہ ملا۔ آہستہ آہستہ قرضخواہوں نے سختی شروع کی۔ تھینارڈیار کے تقاضے سے فینٹائن کانپ اُٹھی :

ایک روز تھینارڈیار کے خط سے فینٹائن کو معلوم ہوا۔ کہ کافی گرم کپڑے نہ ہونے کے باعث کسیٹ کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اُس کے لئے گرم کپڑے کی قمیصوں کی بہت ضرورت ہے۔ اگر کپڑے نہ ملے۔ تو ممکن ہے۔ سردی لگ جانے سے وہ بیمار ہو جائے + کپڑے سلوانے کے لیئے دس فرینک کا تو کیا ذکر دس کوڑیاں بھی موجود نہ تھیں۔ دن بھر وہ بار بار خط نکال کر دیکھتی اور پھر بند کر کے رکھ دیتی :

اسی طرح تمام دن گذار کر شام کے وقت وہ باہر نکلی۔ ایک بال بیچنے والے کی دکان پر جا کر اس نے اپنے بال کھول دیئے + اس کے خوب صورت نرم بال اس کی کمر تک لٹک پڑے۔ دُکاندار نے حیران ہو کر کہا "آہا! کیسے خوبصورت بال ہیں !

فینٹائن نے پوچھا "ان بالوں کی قیمت کیا دو گے "؟

اُس نے جواب دیا۔ " دس فرینک" :

فینٹائن بولی " کاٹ لو" :

بالوں کی قیمت سے فینٹائن نے کسیٹ کے لئے دو گرم قمیصیں خرید کر

ھقینارڈیارکے پاس بھیج دیں + اُس سے ھقینارڈیار کے غصہ کا پارہ اُور بھی چڑھ گیا + اُسے قمیصوں کی ضرورت نہ تھی۔ روپے کی ضرورت تھی قمیصیں اُس نے اپنی بیٹی ایونائن کو دے دیں۔ بے چاری کسیٹ جاڑے میں کانپتی رہی ؛

فینٹائن نے سوچا "اب میری بچی سردی سے محفوظ رہے گی۔ اُسے میں نے اپنے بالوں سے ڈھانپ دیا ہے" ؛

چند روز کے بعد فینٹائن کو تھینارڈیار کا ایک اُور خط ملا جس میں لکھا تھا "کسیٹ خطرناک میعادی بخار میں مبتلا ہے۔ اُس کے لئے قیمتی دوائیں خریدتے خریدتے ہمارا تو دیوالیہ نکل گیا۔ اب اُور ہم سے نہیں ہو سکتا۔ اگر تم یہ خط دیکھ کر چالیس فرینک نہ بھیج دو گی تو تمہاری بیٹی کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہیں" ؛

ہنستے ہنستے اور ایک گیت گاتے گاتے فینٹائن باہر نکل آئی + اس کی یہ عجیب و غریب حالت دیکھ کر ایک راہ گیر نے پوچھا "آج تمہیں کیا ہو گیا۔ جو اس قدر خوش نظر آتی ہو؟"

ہنستے ہنستے فینٹائن نے جواب دیا "انسان کی بیوقوفی دیکھ کر + میں کھانے تک کو محتاج ہوں۔ اور ایک شخص نے مجھ سے چالیس فرینک منگوائے ہیں" ؛

راہ گیر نے سمجھا یہ عورت دیوانی ہے ؛

فینٹائن بازار میں سے ہو کر گزر رہی تھی + اُس نے دیکھا کہ ایک جگہ بھیڑ لگ رہی ہے۔ اور ایک شخص میز پہ کھڑا ہو کر تقریر کر رہا ہے + وہ بہت سے امراض کا علاج مفت بتا رہا تھا اور برائے نام قیمت لے کر دوائیں بھی تقسیم کر رہا تھا + یوں تو وہ سبھی امراض کا علاج کرتا تھا۔ مگر اُس کا خاص کام دانت نکالنا اور مصنوعی دانت لگانا تھا + فینٹائن بھی اس بھیڑ میں جا گھسی اور ہنسنے اور دل لگی کرنے لگی + ہنستے وقت اُس کے موتیوں جیسے خوب صورت دانت دیکھ کر دندان ساز نے کہا "ہنسنے

والی نازنین! تمہارے دانت بہت خوب صورت ہیں۔ سامنے والے دو تو دانت بیچو گی؟ دو دانتوں کی قیمت میں دو نیپولین[1] دوں گا۔"

دندان ساز کی تجویز سن کر فینٹائن کانپ اٹھی۔ کیسی خوفناک بات تھی! پاس ہی ایک ضعیفہ کھڑی تھی۔ اس کے دانت گھس چکے تھے۔ اس نے بھی یہ تجویز سنی۔ بولی "کیسی خوش نصیب ہے یہ عورت! دو دانتوں کی قیمت دو نیپولین!"

دونوں ہاتھوں سے اپنے کان بند کر کے فینٹائن وہاں سے سرپٹ بھاگی۔ دندان ساز نے بآواز بلند کہا "خاتون! ایک دفعہ پھر غور کرلو۔ دو نیپولین سے تمہارے بہت سے کام نکل جائیں گے۔ منظور ہو تو آج ہی رات کو "ٹل ڈی ارجنٹ" میں آ کر مجھ سے ملنا۔"

فینٹائن دوڑی دوڑی سیدھی گھر پہنچی۔ ساتھ کے کمرے میں ایک عورت رہتی تھی۔ جس کا نام مارگریٹ تھا۔ اسے بلا کر فینٹائن نے دندان ساز کی یہ سراسر نامناسب تجویز کہہ سنائی پھر اسے خوب جی کھول کر گالیاں دیں۔ مارگریٹ حد درجہ کی مفلس تھی۔ اس نے ساری عمر اکٹھے دو نیپولین نہ دیکھے تھے۔ دل ہی دل میں حساب کر کے کہنے لگی "دو نیپولین یعنی چالیس فرینک!"

فینٹائن کچھ سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مارگریٹ سے پوچھا "کچھ معلوم ہے۔ میعادی بخار کیا ہوتا ہے؟ اس کے مریضوں کے لئے کیا بہت قیمتی ادویات کی ضرورت ہوتی ہے؟"

مارگریٹ نے جواب دیا "ہاں"۔

فینٹائن نے پھر پوچھا "کیا بچے اس قسم کے بخار میں اکثر مبتلا ہوتے ہیں؟"

مارگریٹ بولی "ہاں"۔

---

[1] ایک سونے کا سکہ۔

Taj Tahir Foundation

فینٹائن نے پھر پوچھا "کیا اُس سے بچے بہت مرتے ہیں؟"
مارگریٹ نے جواب دیا "دو چار فی صدی بچتے ہوں گے"۔
یہ کہہ کر مارگریٹ اپنے گھر چلی گئی۔

شام کی تاریکی گہری ہو گئی۔ بچھونے میں منہ چھپا کر فینٹائن رونے لگی۔ آہستہ آہستہ وہ پلنگ پر سے اٹھی اور گھر سے نکل کر بہت تیزی سے "ٹل ڈی ارجنٹ" ہوٹل کی طرف چل پڑی۔

اگلے روز مارگریٹ نے فینٹائن کے کمرہ میں آ کر دیکھا۔ کہ وہ ایک میلے رومال سے اپنا منہ چھپائے پلنگ پر بیٹھی ہے۔ رومال خون سے تر ہے۔ بستر پر بھی خون کے داغ ہیں۔ مارگریٹ نے پوچھا "فینٹائن! آج تمہیں کیا ہو گیا؟"

فینٹائن نے اپنے منہ سے رومال ہٹا دیا۔ مارگریٹ نے دیکھا فینٹائن کے سامنے کے دانت نہیں ہیں۔ فینٹائن نے طول ہنسی ہنس کر اشارے سے میز پر کچھ دکھایا۔ مارگریٹ نے دیکھا۔ میز پر دو نپولین چمک رہے ہیں۔ باقی حال سمجھ لینا مارگریٹ کے لئے کیا دشوار تھا۔

فینٹائن نے اپنے دانتوں کی قیمت اسی روز تھینارڈیار کے پاس بھیج دی۔ دراصل کسیٹ کو کوئی عارضہ نہ ہوا تھا۔ تھینارڈیار نے فینٹائن سے کچھ روپیہ اینٹھنے کے لئے ہی یہ چال چلی تھی۔

فینٹائن جو کبھی بے حد خوب صورت تھی۔ آج دانتوں اور بالوں سے محروم ہو کر بھیانک نظر آنے لگی۔ اب اُس کی شکل دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ جس فینٹائن کو دیکھ کر ایک روز راہ گیر چلتے چلتے رک جاتے تھے۔ جس کے خوب صورت سیاہ گھنے بال اور موتیوں کی آب و تاب کو شرمندہ کرنے والے دانت بھی دوسری عورتوں کے لئے باعث رشک تھے۔ آج اُس کی ڈراؤنی شکل دیکھ کر لوگوں کو نفرت ہوتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

کسی زمانے میں اپنا خوب صورت چہرہ آئینہ میں دیکھ کر فینٹائن مارے خوشی کے پھولی نہ سماتی تھی۔ آج اسی آئینہ میں اپنی خوفناک شکل دیکھ کر وہ خود ڈرنے لگی۔ اس آئینہ کو فینٹائن نے کھڑکی کی راہ باہر پٹک دیا۔ آئینہ چور چور ہو گیا۔

Taj Tahir Foundation

نواں باب

قعرِ ذلت

فینٹائن کے پاس جو کچھ باقی تھا۔ قرض خواہوں نے لے لیا۔ تھینارڈیار کی طرف سے پھر خط پہ خط موصول ہونے لگے۔ مگر ڈاک کے ٹکٹ کے لئے پیسہ نہ تھا فینٹائن جواب بھی نہ بھیج سکی۔ تھینارڈیار غصہ کے مارے پاگل ہو گیا۔ آخرکار اُس نے لکھا "کئی مہینوں سے تم نے پھوٹی کوڑی تک نہیں بھیجی۔ اتنی مدت تک بغیر خرچ کے ہم نے تمہاری بیٹی کو رکھا۔ اس خط کو دیکھ کر اگر تم ایک سو فرینک روانہ نہ کرو گی تو کسیٹ کو ہم گھر سے نکال دیں گے۔ پھر وہ جئے یا مرے ہم ذمہ وار نہ ہوں گے"۔

ایک سو فرینک! فینٹائن کانپ اُٹھی۔ ایسا کونسا کام ہے جسے کر کے مجھے ایک ہی روز میں ایک سو فرینک مل جائیں؟ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔ پھر ایک لمبی سرد آہ بھر کر خود بخود بولی "اچھا! خدا کی یہی مرضی ہے۔ تو جو کچھ میرے پاس باقی ہے میں اسے بھی بیچ ڈالوں گی۔ اگر نیک راہیں میرے لئے بند ہو گئی ہیں۔ تو اب میں دوزخ ہی کی راہ لوں گی"۔

قسمت کی ماری فینٹائن نے بازاری عورت کا پیشہ اختیار کر لیا ÷

فینٹائن کی تاریخ کیا ہے؟ سوسائٹی کا غلام خریدنا؟ کس سے؟ افلاس سے۔ بھوک پیاس سے۔ سردی سے۔ بے کسی سے، قربانی سے، مصیبت سے ÷

یسوع مسیح کا پاک قانون ہماری تہذیب پہ ضرور حکومت کرتا ہے۔ مگر اُس کے اندر سرایت نہیں کر گیا + یہ کہنا کہ یورپین تہذیب سے غلامی نکل گئی ہے، غلط ہے + ابھی تک موجود ہے۔ اور اب صرف عورت ذات اس کا شکار ہوتی ہے اسی کا نام ہے زن بازاری کا پیشہ!

اس الم ناک ناٹک کے اُس مرحلے پہ جہاں ہم اب پہنچے ہیں۔ فینٹائن کا کچھ بھی باقی نہ رہا + اُس کا جو کچھ تھا وہ سب لٹ گیا۔ قعرِ ذلت میں گر کر وہ پتھر بن گئی + اُس کا ملوث چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ زندگی اور سوسائٹی نے اُس پہ اپنا آخری فتویٰ لگا دیا۔ اُس نے سب کچھ برداشت کیا، سبھی تکلیفیں جھیلیں، سب گنوایا۔ اور سب کے لیے آنسو بہائے + اب وہ بے خوف ہو کر سب سے ملتی ہے، کسی سے نہیں ڈرتی۔ ہر ایک کالی گھٹا اُس کے پہ برستی ہے۔ اور سارے سمندر کا پانی اُس پہ سے ہو کر نکل جاتا ہے۔ مگر اس کے لئے اب اُس کی حقیقت کیا ہے؟ وہ پہلے ہی قعرِ ذلت کی تہ میں جا چکی ہے ÷

اُس کا یہ خیال ایک وہم تھا۔ کہ انسان اپنے مقسوم کو بدل سکتا ہے + آہ! اس مقسوم کے راز کو کون سمجھ سکتا ہے؟ جو اُسے سمجھتا ہے۔ وہ سب کچھ سمجھتا ہے۔ اُس کی ذات واحد ہے۔ اُسی کا نام خدا ہے ÷

جاڑے کے دن ہیں۔ راستے برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ خریداروں کے انتظار میں فینٹائن اپنے برآمدے کے نیچے کھڑی ہے۔ ریشمی کپڑے زیب تن ہیں اور سر کے بال پھولوں سے سجا رکھے ہیں ÷

عمدہ قیمتی پوشاک زیب تن کئے ایک شخص قریب کے ہوٹل سے باہر نکلا۔ اس نے کپڑوں کے اوپر ایک گرم اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر فیلٹ ٹوپی تھی۔ منہ میں پائپ تھا۔ فینٹائن کو دیکھ کر وہ طعن آمیز لہجہ میں بولا "سنو۔ تم بہت بدصورت ہو گیا اس امر کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو؟ تمہارے اگلے دو دانت نہیں ہیں"۔

فینٹائن نے اس مذاق کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ ان سُنی کر گئی۔ اور چپ چاپ ٹہلنے لگی۔ اُس شخص نے طرح طرح کے مذاق کرنے شروع کئے۔ بدقسمت فینٹائن چپ چاپ سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ جب اُس شخص نے دیکھا میری باتوں کا فینٹائن پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تو اُس نے اُسے اشتعال دلانے کی ایک اور ترکیب سوچی۔ ٹہلتے ٹہلتے جب فینٹائن اُس شخص کے پیچھے سے مڑی۔ تو اس نے راستے میں سے تھوڑی سی برف اُٹھا کر فینٹائن کے کندھے پر رکھ دی۔ برف کے ٹکڑے اُس کے کندھے پر پگھلے اور پیٹھ پر سے ہوتے ہوئے کمر کے نیچے گرنے لگے۔ اس کا سارا جسم بھیگ گیا۔ صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ فینٹائن شیرنی کی طرح جھپٹ کر ایک ہی چھلانگ میں اُس آدمی پر آپڑی۔ گرج کر اُسے اپنے ناخنوں سے نوچنے لگی۔ اور اُس کی ٹوپی چھین کر کیچڑ میں پھینک دی۔

اس تماشہ کو دیکھنے کے لئے اچھی خاصی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔ اُس بھیڑ میں سے پولیس کی وردی پہنے ایک شخص باہر نکلا اور اس نے فینٹائن کو گرفتار کر لیا۔ متکبرانہ انداز سے اُس نے فینٹائن کو کہا "میرے ساتھ چلو"۔ فینٹائن پولیس انسپکٹر جابرٹ کو خوب پہچانتی تھی۔ اس لئے بغیر کچھ کہے سنے اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ کوتوالی تک لوگ ان کے پیچھے پیچھے گئے۔ وہاں پہنچ کر انسپکٹر جابرٹ اور ملزمہ کوتوالی کے اندر چلے گئے۔

Taj Tahir Foundation

دسواں باب

رہائی

جابرٹ نے نہایت سنجیدہ لہجہ میں فینٹائن سے کہا "تم جس جرم کی مرتکب ہوئی ہو۔ اُس کی پاداش میں تمہیں چھ ماہ کے لئے سزائے قید دی جائے گی"

جابرٹ کی بات سن کر فینٹائن تھرا اُٹھی۔ اُس نے انسپکٹر کے قدموں میں لوٹ کر کہا "چھ ماہ! چھ ماہ کی قید۔ امیری کسیٹ کا کیا حال ہوگا؟"

بدنصیب ماں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جابرٹ کے حکم سے دو سپاہی فینٹائن کو پکڑ کر حوالات میں لے جانے کے لئے زور سے کھینچنے لگے۔ فینٹائن نے بے کسی سے جابرٹ کے پیر پکڑ لئے اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی "انسپکٹر صاحب! مجھ بدنصیب پر رحم کیجئے۔ میں آپ سے سچ کہتی ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ آپ شروع سے وہاں موجود نہ تھے۔ اس لئے مجھے ملزم سمجھتے ہیں۔ میں نے اُس شریف آدمی کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پہلے انہوں نے مجھے پریشان کیا میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ مگر میں چپ چاپ سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ اور کچھ نہ بولی جب انھوں نے میرے کندھے پر برف رکھ دی۔ اُس وقت مجھے بڑا غصہ

آیا ۔ میں ضبط نہ کر سکی ۔ جناب ! مجھ ایسی غریب بازاری عورتوں کے پاس ایک ہی نفیس جوڑا ہوا کرتا ہے ۔ اسی کو پہن کر ہم رات کے وقت باہر نکلا کرتے ہیں + کوئی اسی جوڑے کو خراب کر دے ، تو غصہ آ جانا لازمی ہے ۔ خیر ! جو ہو گیا سو ہو گیا ۔ اس مرتبہ آپ مجھے معاف کر دیں ۔ اگر میں جیل خانہ میں چلی گئی ، تو میری پیاری بچی کسیٹ ضرور مر جائے گی ۔ از راہ کرم اس دفعہ مجھے چھوڑ دیجئے ۔ تا دم زیست میں دوبارہ ایسا کام کبھی نہ کروں گی ''؏

جابرٹ روکھے انداز سے بولا ''جو کچھ تمہیں کہنا تھا ، وہ ختم ہو گیا ؟ اب جاؤ تمہیں چھ ماہ قید خانہ میں رہنا ہو گا ''؏

جابرٹ نے سپاہیوں کو اشارہ کیا ۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر فینٹائن کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے وہاں سے لے جانے لگے ؏

تھوڑی دیر پہلے ایک شخص بغیر کسی کے دیکھے اس کمرے میں داخل ہو گیا تھا ۔ اور دروازہ بند کر کے وہاں کھڑا تمام کارروائی دیکھ رہا تھا + جب سپاہی چل کر فینٹائن کو لے جانے لگے ، تو وہ آگے بڑھ کر بولا '' ذرا ٹھہرو ! ''

جابرٹ نے آنکھیں اُٹھا کر دیکھا ۔ دیکھتے ہی پہچان گیا ۔ مسٹر ماؤلن ہیں + میئر کو دیکھتے ہی جابرٹ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ بڑے ادب سے سلام کر کے بولا '' میئر صاحب ! میری گستاخی معاف کیجئے ۔ مجھے معلوم نہ ہوا ۔ آپ کمرے میں کس وقت تشریف لائے ''؏

میئر کا لفظ سنتے ہی فینٹائن اُچھل کر کھڑی ہو گئی ۔ اس سے پیشتر کہ سپاہی اُسے روک سکیں ۔ اُس نے مسٹر ماؤلن کے سامنے جا کر آسیب زدہ کی طرح ایک بڑے زور کا قہقہہ لگایا ۔ اور کہا '' اخاہ ! تم ہی میئر ہو ؟ ''

پھر ہنس کر مسٹر ماؤلن کے منہ پہ تھوک دیا + مسٹر ماؤلن نے جیب سے رومال

نکالا۔ اور اپنا منہ پونچھ کر جابرٹ سے کہا:۔

"انسپکٹر جابرٹ! اس عورت کو ابھی چھوڑ دو"۔

جابرٹ کے منہ میں گویا زبان نہ رہی۔ میئر کی یہ توہین! اسی میئر کی جسے سوسائٹی گویا دیوتا سمجھ کر پوجتی تھی۔ جابرٹ کو کبھی خواب میں بھی اس بات کا خیال نہیں آیا تھا۔ مگر آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ طرفہ یہ کہ میئر صاحب ملزم کو بغیر سزا دیئے چھوڑنے کا حکم صادر کر رہے ہیں! جابرٹ ہکا بکا رہ گیا۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔

میئر کے الفاظ کا فینٹائن پر بھی معمولی اثر نہ ہوا۔ وہ بید لرزاں کی طرح کانپتی ہوئی آہستہ آہستہ بولی۔ "مجھے چھوڑ دیں گے! میں چھ ماہ کے لئے اب جیل خانہ نہ جاؤں گی! مجھے کس نے رہائی دلائی ہے؟ یقیناً مجھے رہائی دلانے والا اکھشس کا اوتار میئر نہیں ہے۔ یہی شخص میری ذلت کا موجب ہے۔ کارخانہ کے بعض ملازموں کے ورغلانے سے اس نے مجھے نکال دیا تھا۔ مسٹر جابرٹ! ذرا غور تو کیجئے۔ کتنا ظلم تھا۔ ایک بے کس غریب کو جو ایمانداری سے اپنا کام کر رہی تھی برخاست کر دیا اسی دن سے میرا زوال شروع ہو گیا۔ میں نیچے گرنے لگی۔ مسٹر جابرٹ! آپ بڑے رحم دل ہیں۔ آپ نے غالباً سمجھ لیا ہے کہ جو واقعہ آج پیش آیا ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں۔ آپ پولیس کے آدمی ٹھہرے۔ کیا کرتے ہو کوئی فساد ہو جائے تو آپ کا فرض آپ کو مجبور کرتا ہے کہ ملزم کو گرفتار کریں۔ اسی لئے مجھے بھی گرفتار کیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ میں بے قصور ہوں تو مجھے چھوڑ رہے ہیں"۔

فینٹائن اٹھی۔ اپنے کپڑے ٹھیک کر کے باہر جانے کے لئے دروازہ کی طرف بڑھی۔ جوں ہی اس نے دروازہ کھولنے کے لئے چٹخنی پر ہاتھ رکھا۔ جابرٹ نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "دیکھتے نہیں۔ ملزمہ فرار ہوئی جاتی ہے۔

اُسے کس نے چھوڑا ہے؟

سپاہی ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ مسٹر باؤلن بولے "میں نے!"

جابرٹ کے الفاظ سنتے ہی فینتائن نے سختی سے اُسی طرح ہاتھ اُٹھایا جس طرح چور پکڑے جانے پر مال مسروقہ سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ وہ دروازہ سے ہٹ گئی۔ اور کبھی جابرٹ۔ اور کبھی مسٹر باؤلن کو بے کسی سے تکنے لگی۔

انسپکٹر جابرٹ نے کہا "میئر صاحب! ملزمہ کو بری نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے ایک شریف آدمی کی توہین کی ہے"۔

مسٹر باؤلن بڑے ضبط اور استقلال سے کام لے کر بولے "انسپکٹر جابرٹ! میری بات سنئے۔ آپ عقل مند آدمی ہیں۔ آپ کو سمجھانے میں مجھے زیادہ تکلیف نہیں ہوگی۔ سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر میں نے اپنی آنکھوں سے تمام واقعات دیکھے ہیں۔ اور جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان میں سے بعض کی شہادت بھی لی ہے۔ میں جانتا ہوں آپ نے اصلی مجرم کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس بے قصور عورت کو گرفتار کر لیا ہے"۔

جابرٹ نے کہا "اس نے آپ کی بھی تو توہین کی ہے"۔

مسٹر باؤلن نے جواب دیا "اپنی توہین کی بابت میں خود سمجھ لوں گا"۔

جابرٹ بولا "آپ کی میئر صاحب کی ہتک عدالت کی توہین ہے"۔

مسٹر باؤلن نے کہا "انسپکٹر جابرٹ! سب سے بڑی عدالت انسان کا اپنا ضمیر ہے۔ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے اور میں خوب سوچ سمجھ کر یہ حکم دے رہا ہوں"۔

جابرٹ نے جواب دیا "میں اپنا فرض ادا کروں گا۔ میرا فرض کہتا ہے کہ اس عورت کو چھ ماہ کے لئے سزا بھگتنی پڑے گی"۔

Taj Tahir Foundation

مسٹر باؤلن نے حسب معمول پُر سکون لہجے میں کہا: "انسپکٹر صاحب! سن لیجئے یہ عورت ایک روز کے لئے بھی جیل خانہ نہیں جائے گی"۔

جب جابرٹ نے دیکھا۔ کہ میئر کے رویہ میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ تو انہیں تیز نظروں سے گھورنے لگا۔ اور بولا "میری بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ جو کام میں نے آج تک نہیں کیا تھا۔ وہ مجھے آج کرنا پڑ رہا ہے۔ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے۔ کہ میں آپ کے ساتھ اس طرح پیش آنے پر مجبور ہوں۔ لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ میں انصاف اور ایمان کے رستہ پر چل رہا ہوں۔ اس عورت نے ایک معزز آدمی کی توہین کی ہے۔ اور اس کا فیصلہ میں ہی کر سکتا ہوں"۔

مسٹر باؤلن نے نہایت سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا: "انسپکٹر جابرٹ! تم غلط سمجھے ہو۔ اس معاملہ کا فیصلہ سٹریٹ پولیس نہیں کر سکتی۔ اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار میونسپل پولیس ہی کو حاصل ہے۔ مطابق دفعات ۱۱-۱۵- اور ۲۶ ضابطہ فوجداری یہ معاملہ میرے ہی سامنے پیش ہونا چاہیئے۔ اور میں حکم دیتا ہوں۔ یہ عورت فوراً رہا کر دی جائے"۔

جابرٹ نے آخری کوشش کی۔ اس نے کہا: "مگر میئر صاحب!"

باؤلن قطع کلام کر کے بولا: "میں آپ سے بزور درخواست کروں گا۔ کہ آپ ۱۲- دسمبر ۱۷۹۹ء کے پاس شدہ قانون کی دفعہ ۱۰ ضرور دیکھیں۔ اس میں آپ کو پتہ لگے گا۔ کہ حبس بے جا کی کیا سزا ہے"۔

جابرٹ: "براہ کرم میری —"

باؤلن: "میں ایک لفظ نہیں سننا چاہتا"۔

جابرٹ: "تاہم"۔

باؤلن: "اس کمرے سے باہر جاؤ"۔

Taj Tahir Foundation

جابرٹ فرشی سلام کر کے سر جھکائے کمرہ سے باہر نکل گیا۔

جابرٹ کے چلے جانے پر مسٹر ماؤلن نے بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا۔ اور فینٹائن سے یُوں مخاطب ہوئے "شریف خاتون! میں نے تمہاری سب باتیں سُنی ہیں، تم نے جو کچھ کہا۔ اُس کا مجھے مطلق علم نہ تھا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ سچ ہے، تم نے میرا کارخانہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں، جب تمہیں برخاست کیا گیا۔ اُس وقت تم نے مجھے لکھا کیوں نہیں؟ خیر! اب میں سب کچھ سمجھ گیا۔ اب میں تمہارا قرضہ بے باق کر دوں گا اور تمہاری بیٹی کو تمہارے پاس بلوا دوں گا۔ خواہ یہاں خواہ پیرس میں جہاں تمہارا جی چاہے رہو۔ میں تمہارے کل اخراجات کے لیئے روپیہ دیتا رہوں گا۔ جب تمہیں سکھ چین نصیب ہو گا۔ تو تم پھر ایمان وار بن جاؤ گی۔ ایک بات اَور سنو۔ انسان کی نگاہوں میں تم ذلیل و خوار اور قابل نفرت ہو سکتی ہو مگر خدا کی نظروں میں تم ہمیشہ پاکیزہ اور نیک رہی ہو"۔

فینٹائن کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ وہ عالم بیداری میں ہے یا عالم خواب میں۔ وہ سوچتی تھی۔ کیا سچ مچ خدا نے میری تقدیر میں اتنی خوشی۔ اس قدر آرام لکھا ہے؟ کیا سچ مچ میں گناہوں کا راستہ چھوڑ کر راستی اور نیکی کی راہ پر چل سکوں گی؟ کیا درحقیقت میری عزیز از جان بیٹی کسیٹ پھر میری گود میں واپس آجائے گی؟

فینٹائن کا کمزور دماغ مستقبل کی خوشی کے خیالات بھی برداشت نہ کر سکا احسان مندی کے جوش میں اُس نے دوڑ کر ماؤلن کے پیر پکڑ لیئے اور انہیں چومنے لگی۔ اِس سے پیشتر کہ مسٹر ماؤلن اُسے اُٹھانے کی کوشش کریں، وہ بے ہوش ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

گیارھواں باب

تیمارداری

مسٹر باڈلن فینٹائن کو اپنے ہسپتال میں لے گئے اور اس کے آرام و آسائش کا پورا پورا انتظام کر دیا۔ فینٹائن کو بڑے زور کا بخار چڑھ گیا۔ جس سے وہ رات بھر ہذیان میں مبتلا رہی مگر صبح کے وقت وہ آرام سے سو گئی۔

دوپہر کے وقت جب وہ جاگی تو اس نے اپنی چارپائی کے قریب ہی کسی کے سانس لینے کی آواز سنی۔ جب پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ مسٹر باڈلن پاس ہی بیٹھے اوپر کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اُن کی محبت آمیز نگاہیں رحم و حلم کے جذبات سے معمور تھیں۔ دیوار پر صلیب کی ایک تصویر لٹک رہی تھی۔ فینٹائن نے دیکھا کہ ان کی نگاہیں اُسی صلیب پر جمی ہوئی ہیں۔ اور وہ شاید خدا سے دعا مانگ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر تک فینٹائن چپ چاپ ان کی طرف دیکھتی رہی پھر ڈرتی ڈرتی بولی۔ "آپ کیا کر رہے ہیں؟"

مسٹر باڈلن تقریباً ایک گھنٹہ سے اُس کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے فینٹائن کی نبض دیکھی اور پوچھا "تم کیسی ہو؟"

Taj Tahir Foundation

فینٹائن نے جواب دیا: "بہت اچھی حالت میں ہوں۔ مجھے نیند آ گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے اب میں اچھی ہو رہی ہوں"۔

فینٹائن کے پہلے سوال کا جواب مسٹر باڈلن نے دیا۔ وہ سوال اس نے ابھی کیا تھا "میں اس شہید سے جو آسمان پر ہے دعا مانگ رہا تھا"۔ اور اپنے دل میں کہا "اس شہید کے لئے جو زمین پر ہے"۔

مسٹر باڈلن شام سے صبح تک فینٹائن کی سرگذشت سنتے رہے۔ اب انہیں شروع سے لے کر آخر تک فینٹائن کی ساری تاریخ معلوم ہو گئی۔

فینٹائن کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا: "افوہ! تم نے بہت تکلیف اٹھائی اب غم و الم مت کرو۔ یہی وہ راستہ ہے۔ جس پر چل کر انسان فرشتے بن جاتے ہیں۔ وہ دوزخ جس میں سے ہو کر تم آئی ہو بہشت کی پہلی سیڑھی ہے"۔

مسٹر باڈلن نے بہت جلد تھینارڈیار کو خط لکھا۔ فینٹائن کے ذمہ ۱۲۰ فرینک باقی تھے۔ انہوں نے ۱۳۰ فرینک بھیج کر لکھا کہ اپنا روپیہ جمع کر لو۔ اور لڑکی کو فوراً ایم سر ایم پہنچا جاؤ۔

خط پڑھ کر تھینارڈیار کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اپنی بیوی کے پاس جا کر بولا "واہ اب اس لڑکی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اب تو یہ ہمارے لئے پارس پتھر بن جائے گی۔ معلوم ہوتا ہے۔ ماں نے کسی کو پھانس لیا ہے۔

اس نے باڈلن کے خط کے جواب میں ۵۰۰ فرینک کا بل بھیج دیا۔ ان ۵۰۰ فرینک میں سے ۳۰۰ فرینک اس کی دو بیٹیوں الپونائن اور زیلیا کی بیماری پر خرچ ہوئے تھے۔ کسیٹ بیمار نہ ہوئی تھی صرف بل میں نام بدل دیا گیا تھا۔ بل کے نیچے تھینارڈیار نے لکھ دیا۔ ۳۰۰ فرینک وصول ہو گئے۔

مسٹر باڈلن نے ۳۰۰ فرینک اور بھیجے۔ اور لکھا کہ کسیٹ کو جلدی لے آؤ۔

Taj Tahir Foundation

ادھر تھنارڈیار نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ لڑکی کو ہرگز نہیں جانے دوں گا۔

فینٹائن ابھی تک تندرست نہیں ہوئی تھی اور بدستور شفاخانہ میں تھی۔ مسٹر ماؤلن ہر روز صبح شام دو دفعہ اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ اور فینٹائن بار بار یہی پوچھتی تھی "میری کسیٹ آجائے گی؟"

ماؤلن جواب دیا کرتے "شاید کل ہی، ہر وقت اُس کے آنے کا منتظر ہوں"۔

یہ سُن کر ماں کا چہرہ ماہ تاباں کی طرح چمک اُٹھتا۔ وہ کہتی "مجھے کتنی خوشی ہو گی!"

ہم نے ناظرین کو بتلایا تھا۔ کہ فینٹائن ابھی تک تندرست نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اس کی حالت روز بروز خراب ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کے پھیپھڑے کا معائنہ کر کے سر ہلایا۔

ڈاکٹر نے دریافت کیا "کیا اس کا کوئی بچہ ہے جسے دیکھنے کے لئے یہ اس قدر بیتاب ہو رہی ہے؟"

مسٹر ماؤلن نے جواب دیا "ہاں ہے"۔

ڈاکٹر بولا "تو اُسے جلد بلوا لیجئے"۔

مسٹر ماؤلن کانپ اُٹھے۔

فینٹائن نے پوچھا "ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟"

مسٹر ماؤلن نے مسکرانے کی کوشش کی اور کہا "انہوں نے کہا ہے کہ تمہاری بچی کو فوراً آجانا چاہئے۔ اس سے تمہاری صحت پر بہت اچھا اثر ہوگا"۔

فینٹائن نے کہا "سچ کہتے ہیں۔ مگر تھنارڈیار نے میری بچی کو کیوں مجھ سے جدا کر رکھا ہے؟ وہ آرہی ہے۔ اب میں خوشی کی گھڑیاں دیکھ رہی ہوں"۔

Taj Tabir Foundation

تھینارڈیار نے کسیٹ کو نہ آنے دیا۔ سیکڑوں حیلے بہانے پیش کئے کسیٹ کی جسمانی حالت بہت کمزور ہے۔ وہ سردی کے موسم میں باہر نہیں بھیجی جا سکتی۔ اس کے علاوہ ابھی کئی چھوٹے چھوٹے قرضوں کی ادائیگی باقی ہے۔ جن کے بل جمع کئے جا رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مسٹر ماڈلن نے فینٹائن سے کہا "کسیٹ کو لانے کے لئے میں کسی کو بھیج دوں گا اور اگر ضرورت در پیش ہوئی تو خود چلا جاؤں گا"۔

فینٹائن کی رائے سے انہوں نے مندرجہ ذیل خط لکھا جس پر فینٹائن نے اپنے دستخط کر دیئے۔

"مسٹر تھینارڈیار۔

براہ کرم کسیٹ کو حامل رقعہ ہذا کے ساتھ روانہ کر دیجئے۔ آپ کا جو کچھ میرے ذمہ باقی ہو گا یہ ادا کر دیں گے۔

"فینٹائن"

Taj Tahir Foundation

بارھواں باب

جابرٹ کی پشیمانی

خواہ کتنی ہی کوشش وجانفشانی اور کیسے ہی روشن رنگوں میں ہم اپنی زندگی کی پُر اسرار تصویر اپنے سامنے کھینچیں، تقدیر کی سیاہ لکیر اُس چمک میں اپنا رنگ بھر دیتی ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے، مسٹر باڈلن اپنے دفتر میں بیٹھے سرکاری کاغذات کا ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایسے کئی ضروری کام باقی تھے، جنہیں پورا کئے بغیر اُن کا کسیٹ کو لانے کے لئے جانا بڑا مشکل تھا۔ اگر وہ نہ جائیں تو کسیٹ کا تھینارڈیار کے پنجے سے بآسانی چھٹکارا پانا مشکل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جلدی جلدی اپنا کام ختم کر رہے تھے۔ اُسی وقت ایک ملازم نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا "انسپکٹر جابرٹ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں"۔

جابرٹ کا نام سنتے ہی مسٹر باڈلن کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اُنھوں نے ملازم سے کہا "کہو، اندر آجائیں"۔

اندر جا کر جابرٹ نے بڑے ادب سے میئر کو سلام کیا اور ایک طرف کھڑا

ہو گیا۔ آج جابرٹ کے چہرے کی حالت بالکل بدلی ہوئی تھی۔ اُس پر غصے۔ نفرت یا شک ان میں سے کسی چیز کا بھی نشان نہ تھا۔ جو چہرہ کبھی پتھر کی طرح بے حس معلوم ہوا کرتا تھا۔ جو جذبات کے رنگ سے خالی ہوتا تھا۔ اور جسے دیکھ کر کوئی اُس کے دل کی حالت ذرا بھی معلوم نہ کر سکتا تھا۔ آج اس چہرے پر غم والم کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔

میئر نے جابرٹ سے کہا "آیئے مسٹر جابرٹ! کیا خبر ہے؟"

جابرٹ لمحہ بھر کے لئے خاموش رہا گویا سوچ رہا ہے۔ کہ بات کس طرح شروع کروں۔ پھر بولا "جناب! میں آپ سے ایک مجرم کے مقدمہ کے فیصلہ کی درخواست کرنے آیا ہوں۔ ایک حقیر ملازم نے اپنے افسر اعلیٰ کی سخت توہین کی ہے۔ اور اُن پر شک کیا ہے"۔

مسٹر ماڈلن نے پوچھا "وہ مجرم کون ہے؟"

جابرٹ نے جواب دیا "میں!"

مسٹر ماڈلن نے دریافت کیا "وہ کون سا افسر ہے جس کی تم نے توہین کی ہے؟"

جابرٹ بولا "جناب! آپ ہی وہ افسر ہیں۔ مجھ سے ایک بڑا قصور سرزد ہوا ہے۔ میں انسپکٹری کے لائق نہیں۔ آپ مجھے موقوف کر دیجئے"۔

ماڈلن صاحب کچھ نہ سمجھ سکے کہ دراصل معاملہ کیا ہے۔ کچھ جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جابرٹ نے پھر یوں کہنا شروع کیا:-

"میئر صاحب! آپ شاید کہیں گے کہ جب تم استعفےٰ داخل کر سکتے تھے۔ تو پھر برخاست کیوں ہونا چاہتے ہو؟ اس کا سبب یہی ہے کہ اگر میں عزت سے استعفےٰ دے دوں۔ تو پھر مجھے اپنے جرم کی سزا کہاں ملی؟"

مسٹر ماڈلن بولے "جابرٹ! تمہاری بے معنی باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میرے ساتھ تم نے کوئی ناواجب سلوک روا نہیں رکھا۔"
جابرٹ کہنے لگا "جناب! آپ کی شکل و شباہت ایک مفرور قیدی سے مشابہ سمجھ کر میں آپ ہی کو وہ قیدی خیال کرتا رہا ہوں۔ چنانچہ میں آپ کو نفرت اور شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ آپ کی غیر معمولی جسمانی طاقت۔ فکلیونیٹ کو گاڑی کے پہیہ کے نیچے سے نکالنا۔ آپ کا بے خطا نشانہ اور رنگ ڈھنگ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ خوفناک ڈاکو بلجین آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ محض اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ میری گستاخی اس سے بھی تجاوز کر گئی۔ میں نے اس بات کو پیرس میں اپنے افسر اعلیٰ کے پاس بھی لکھ بھیجا"۔

مسٹر ماڈلن نے کسی قدر بے التفاتی سے پوچھا "افسر نے کیا جواب دیا؟"
جابرٹ بولا "انہوں نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ میں دیوانہ ہوں۔ کیونکہ اصلی بلجین گرفتار ہو چکا ہے۔ وہ بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ اور اپنا نام جمیپ میتھیو بتلاتا تھا۔ تھوڑے دن ہوئے وہ سیب چراتا ہوا پکڑا گیا۔ تحقیقات کے بعد اس کے اصلی نام کا پتہ لگ گیا۔ اور اب آراس کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے بلجین کے ساتھ کے ایک قیدی نے جس کا نام برلویٹ ہے۔ اسے شناخت کر لیا ہے۔ پولس کمشنر صاحب نے مجھے بھی طلب کیا تھا۔ میں نے بھی جا کر اسے پہچان لیا۔ اور میری بڑی مہلک غلطی رفع ہو گئی۔ اب میں سمجھ گیا ہوں کہ میں پولیس کے کام کے لائق نہیں۔ میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا ہے کہ آپ سے سب باتیں مفصل طور پر عرض کر دوں گا۔ اور تمام عمر کے لئے پولس کے کام سے کنارہ کشی اختیار کر لوں گا۔ جناب! میرا قصور معاف فرمایئے اور مجھے محکمہ پولس سے برخاست کر دیجئے۔ تاکہ میں اپنے گذشتہ اعمال کی توبہ کر سکوں"۔
مسٹر ماڈلن نے بے رخی سے جواب دیا "ان باتوں کی بنا پر خواہ نہ خواہ شور

Taj Tahir Foundation

محپانا اُاحاصل ہے۔ خیر! معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے تمہیں بھی آراس جانا پڑے گا؟

جابرٹ نے کہا۔ جی ہاں۔ آج ہی رات کو مجھے جانا ہوگا۔ کل وہاں حاضری ہے" ؛

مسٹر باڈلن نے پوچھا "مقدمہ کل ہی ختم ہو جائے گا؟"

جابرٹ نے جواب دیا۔ "جی نہیں۔ مگر میں اجلاس کے اختتام تک نہیں ٹھہروں گا۔ جس وقت میری شہادت ہو چکے گی۔ چلا آؤں گا" ؛

یہ سُن کر مسٹر باڈلن ذرا فکر مند سے نظر آئے۔ انہوں نے کہا "جابرٹ! تم نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا۔ جس کے لئے اس قدر پشیمان ہو رہے ہو۔ ملازمت چھوڑ دینے کا ارادہ ترک کر دو۔ اطمینان کے ساتھ جاکر اپنا فرض ادا کرو۔ مجھے شروع ہی سے یقین تھا کہ تم فرض شناس افسر ہو۔ اب وہ یقین اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ پھر ملیں گے" ؛

مسٹر باڈلن نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ مگر جابرٹ پیچھے ہٹ گیا اُس نے میئر کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں۔ نہایت عاجزی سے بولا۔ "میئر صاحب! آپ مجھے معاف فرمائیں میں آپ کا ہاتھ چھونے کے لائق نہیں ہوں۔ آپ میئر ہیں اور میں ایک حقیر جاسوس" ؛

دور ہی سے میئر کو سلام کر کے جابرٹ کمرے سے باہر چلا گیا ؛

جب تک جابرٹ نظر آتا رہا مسٹر باڈلن اُس کی طرف دیکھتے رہے۔ جس وقت وہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ مسٹر باڈلن ایک لمبی سرد آہ بھر کر بیٹھ گئے ؛

تیرھواں باب

ضمیر کی آواز

جس روز صبح کے وقت جابرٹ آیا تھا۔ اُس دن حسب معمول شام کے وقت ماڈلن صاحب فینٹائن کو دیکھنے گئے۔ یوں تو فینٹائن ہر روز مسٹر ماڈلن کا انتظار کیا کرتی اور کہتی جس وقت ماڈلن صاحب میرے پاس ہوتے ہیں۔ اس وقت میں زندہ ہوتی ہوں۔ مگر آج اُسے شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا۔ جوں ہی مسٹر ماڈلن کمرہ میں داخل ہوئے فینٹائن نے پوچھا "کیسیٹ کہاں ہے"؟

مسٹر ماڈلن نے مسکرا کر کہا "بہت جلد آئے گی"۔

مسٹر ماڈلن حسب معمول فینٹائن سے باتیں کرتے رہے آج انھوں نے بجائے نصف گھنٹہ ٹھہرنے کے ایک گھنٹہ زیادہ ٹھہر کر فینٹائن کی دلجوئی کی۔ پھر ہر شخص کو یہ تاکید کرنے کے بعد کہ فینٹائن کو کسی قسم کی تکلیف یا کمی محسوس نہ ہو۔ وہ اپنے دفتر میں واپس چلے گئے۔ اور جو سڑک پیرس کو جاتی تھی۔ اُس کا نقشہ دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر تک اُس کا ملاحظہ کرنے کے بعد نوٹ بک میں کچھ یادداشت درج کی اور پھر مکان سے باہر نکل آئے۔

Taj Tahir Foundation

وہ اپنے مکان سے نکل کر سیدھے شہر کے آخری اصطبل میں پہنچے اور اصطبل کے مالک کو پکار کر پوچھا۔" ماسٹر سکفیر! تمہارے پاس کوئی اچھا گھوڑا ہے؟"

اصطبل والے نے جواب دیا۔" میئر صاحب! میرے سبھی گھوڑے اچھے ہیں۔ اچھے گھوڑے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

مسٹر باؤلن نے کہا۔" میرا مطلب ایسے گھوڑے سے ہے جو دن میں ساٹھ میل چل سکتا ہو۔ اور اگر ضرورت پڑے تو اگلے ہی دن واپس آنے کے قابل بھی ہو"۔

اصطبل کے مالک نے جواب دیا۔" جی ہاں۔ آپ جیسا گھوڑا چاہتے ہیں۔ میرے پاس موجود ہے۔ مگر وہ گھوڑا زین کی سواری میں نہیں جائے گا۔ ٹم ٹم میں چلے گا۔ آپ ٹم ٹم ہانکنا جانتے ہیں؟"

مسٹر باؤلن۔" ہاں"۔

اصطبل والا۔" آپ کو اکیلے جانا پڑے گا۔ اور ساتھ وزنی سامان بھی نہ لے جاسکیں گے"۔

باؤلن۔" بہت اچھا"۔

اصطبل والا۔" ۳۰ فرینک روزانہ مجھے دینے ہوں گے اور جس روز گھوڑا بیٹھا رہے گا۔ اُس دن کے بھی ۳۰ فرینک لوں گا۔ گھوڑے کی خوراک بھی آپ ہی کے ذمہ ہو گی"۔

باؤلن۔" مجھے منظور ہے"۔

جیب سے بٹوہ نکال کر اور ۶۰ فرینک میز پر رکھ کر مسٹر باؤلن بولے۔" لو دو روز کا کرایہ پیشگی دیتا ہوں۔ صبح کو ٹھیک ساڑھے چار بجے ٹم ٹم میرے مکان پر پہنچ جائے"۔

اصطبل کے مالک نے جواب دیا۔" بہت بہتر"۔

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ مسٹر ماؤلن ہی بلجین ہیں ۔

گھر واپس آنے پر ماؤلن کو نیند نہ آئی ۔ ہزاروں تفکرات نے اُن کے دماغ میں ایک زبردست طوفان برپا کر دیا ۔ اُن کے سینے میں جذبات کے درمیان کشمکش ہونے لگی ۔ ایک لمبی آہ بھر کر وہ اپنے دل میں کہنے لگے ۔ "مجھے کس کا خوف کس کا فکر ہے ؟ میرے عہد گزشتہ کے زمانہ حال تک آجانے کی صرف ایک راہ تھی ۔ اب وہ راہ بھی بند ہو گئی ۔ سایہ کی مانند میرا تعاقب کر کے جابرٹ نے میری زندگی کو عذاب بنا رکھا تھا ۔ آج اُس کا شک وشبہ کامل طور پر رفع ہو گیا ۔ اُس نے سمجھ لیا کہ اصلی بلجین گرفتار ہو گیا ! میرے متعلق اس بے بنیاد یقین کو دل میں جگہ دے کر اور پولیس کی ملازمت چھوڑ کر جابرٹ اب چلا ہی جائے گا ۔ اس میں میرا قصور کیا ہے ؟ یہ جو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک جھوٹا اور فرضی ناٹک کھیلا جا رہا ہے اس کا ذمہ وار کون ہے ؟ میں تو اس کے کسی حصہ کے ایکٹنگ کا ذمہ وار نہیں ہوں ۔ ضرور خدا ہی کی مرضی سے ایسا ہو رہا ہے ۔ کیا میں اپنی خوشی سے گرفتار ہونے کے لئے جاؤں ؟ گرفتار ہو کر اُس کارساز کی مرضی کے خلاف اس چشمہ کی لہر کا رُخ دوسری طرف کیوں تبدیل کر دوں ؟ اُسی کی مرضی پوری ہو ! میں چپ چاپ کھڑا تماشہ دیکھوں" ۔

اس کے بعد وہ پھر بحر فکر میں ڈوب گیا ۔ تھوڑی دیر بعد گفتگو کے لہجہ میں خود بخود کہنے لگا ۔ "اور اگر میں اقبال کر لوں تو کیا ہو گا ؟ اوّل تو ایک بے گناہ شخص قانون کے ہاتھوں سخت سزا پانے سے بچ جائے گا ۔ دوسرے مجھے ضمیر کی لعنت ملامت اور اُس کے بچھو کے سے نیش سے نجات مل جائے گی ۔ تیسرے میری عاقبت سدھر جائے گی ۔ مگر دنیا کو کس قدر ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا ؟ بوڑھا چمپ تو ضرور قانون کے پنجہ سے رہائی پا جائے گا ۔ مگر مجھے

Taj Tahir Foundation

اپنی باقی عمر جیل خانہ میں سڑنا پڑے گا + میرے ساتھ ہی اس عظیم الشان کاروبار اور کارخانہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ہزار ہا مزدور اور اُن کے بال بچے جو میرے بھروسہ پر اسی کارخانہ کی بدولت جی رہے ہیں۔ کیسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے؟ یہ خوشحال شہر خاک میں مل جائے گا۔ یہاں کی گہما گہمی اور کارخانے جن کی چمنیوں سے دن رات دھواں نکلتا رہتا ہے۔ یہ غریب مزدور جو آج مزے دار کھانوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کس کے طفیل ہے؟ میری بدولت میں نے ہی اس شہر کی قسمت کا آفتاب چمکایا۔ میں نے ہی روپیہ پیدا کرنے کی اور اس کی حفاظت اور ترقی کی ترکیبیں ڈھونڈ نکالیں۔ میں نے ہی ایک روبہ تنزل اور قریب قریب مُردہ کاروبار کو دوبارہ زندہ کر دکھایا۔ میرے ساتھ ہی یہ کاروبار ختم ہو جائے گا۔ یہ کارخانے مٹی میں مل جائیں گے۔ اس کے بعد یہ قسمت کی ماری فینٹائن جس کی تباہی اور بدقسمتی کا سب سے بڑا سبب میں ہوں۔ جس کی حفاظت کا میں نے عہد کیا ہے۔ جس کی نور نظر کیسٹ کو لا دینے کا میں ارادہ اور وعدہ کر چکا ہوں۔ اُس کا پھر کیا حال ہو گا؟ بدنصیب فینٹائن کے متعلق کیا میرا کوئی فرض نہیں ہے؟ میں چلا جاؤں گا۔ تو اس کی کیا حالت ہو گی؟ شکستہ دل ماں مر جائے گی۔ اور بے یار و مددگار بیٹی ماری ماری پھرے گی۔

علاوہ ازیں اگر میں اقبال نہیں کرتا۔ تو اس سے نقصان کیا ہے؟ نقصان صرف یہی ہے کہ بوڑھا چیمپ قید ہو جائے گا۔ اس نے چوری کی ہے۔ چوری کا ثبوت بہم پہنچنے پر وہ جیل خانہ جائے گا۔ اُس سے دنیا کو کیا نفع نقصان ہو سکتا ہے؟ مجھے کیا فائدہ یا نقصان ہے؟ میں دنیا میں رہ کر اپنے کاروبار کو فروغ دوں گا۔ دس سال کے عرصہ میں کروڑ روپے پیدا کروں گا۔ اور اس رقم کو کارخانہ کی ترقی میں خرچ کر کے دنیا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں گا + اُس سے کارخانوں کی تعداد

Taj Tahir Foundation

میں اضافہ ہوگا۔مزدوروں کی مالی حالت میں اصلاح ہوگی۔ ہزارہا کنبوں کے لئے ذریعہ معاش کا دروازہ کھل جائے گا۔ افلاس دُور ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ چوری خون، قتل و غارت گری بہت سی خرابیاں دُنیا کے تختہ سے اُٹھ جائیں گی ؛

ماؤلن اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔متفکرانہ انداز سے کمرہ میں ٹہلنے لگا ٹہلتے ٹہلتے یک لخت رُک گیا۔ کہنے لگا "نہیں۔ بس اب اور نہیں۔ اس معاملہ کو زیادہ طول نہ دوں گا۔میرے ساتھ بلجین کا رشتہ جو باقی رہ ہے۔ اُسے آج قطع کردوں گا۔اسی مکان میں میرے ہاتھوں کے قریب اور میری آنکھوں کے سامنے بہت سی ایسی اشیاء موجود ہیں۔ جو اس رشتہ کی خاموش شہادت دیتی ہیں۔ میں اُنہیں اسی لمحہ تباہ کردوں گا"

ماؤلن نے اپنی جیب سے بٹوا نکالا۔ اور اس میں سے ایک چھوٹی سی چابی لے کر ایک الماری کھولی اور اُس میں سے کچھ پھٹے پرانے کپڑے نکالے + ان میں ایک پھٹا ہوا نیلے رنگ کا کوٹ۔ ایک کچھ جلا ہوا پاجامہ۔ ایک جھولی اور ایک موٹی چھڑی تھی۔ ماہ اکتوبر ۱۸۱۵ء میں ڈی شہر سے جاتے وقت بلجین کو جس کسی نے دیکھا ہوگا وہ فوراً پہچان لے گا۔ کہ یہ کل سامان ڈاکو بلجین ہی کا ہے + ماؤلن نے خوفزدہ نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ دیوار کے قریب انگیٹھی میں آگ دہک رہی تھی + ماؤلن نے ڈاکو بلجین کے متعلق خاموش شہادت دینے والی اشیاء کو آگ کے حوالے کردیا۔ آگ بھڑک اٹھی۔ سارا کمرہ روشن ہوگیا آگ کی طرف سے نظر پھیر کر ماؤلن بیتابانہ کمرہ میں چکر کاٹنے لگا۔ یکایک اس کی نظر انگیٹھی پر پڑی پادری مریل صاحب کے دیئے ہوئے دو تو شمع دان اس پر رکھے تھے۔ روشنی میں خوب چمک رہے تھے۔ اُسے خیال آیا۔ ٹھہرو۔ اُن میں بھی بلجین ہے اُنہیں بھی ختم کرنا چاہیئے"۔ چنانچہ اس نے دونو شمع دانوں کو اُٹھا کر آگ میں پھینک دیا + یکایک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پکار رہا ہے۔

"بلجین! بلجین!"

مارے خوف کے وہ کانپ اٹھا۔ آواز آنے لگی "بیشک ٹھیک ہے۔ اُن شمع دانوں کا نشان تک صفحۂ ہستی سے فنا کردو اُس یادگار کو مٹا ڈالو۔ پادری کو بھول جاؤ۔ جیمپ میتھو کی زندگی برباد کردو۔ یہی ٹھیک ہے۔ وہ بوڑھا آدمی جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ لوگ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں جو شاید بالکل بقصور ہے۔ جس کی بدقسمتی کا باعث تمہارا ہی نام ہے، تمہارے بجائے سزا پائے گا۔ اپنی زندگی غم و الم میں گذار دے گا۔ خوب! تم خوب ایمان دار بن جاؤ۔ میئر رہو۔ معزز بنو شہر کو خوش حال اور فارغ البال بناؤ۔ غریبوں کی مدد کرو۔ خوش رہو۔ نیک اور پاک کہلاؤ۔ تعریف کی دھڑیاں لوٹو۔ اور ادھر تمہاری سرخ قمیص پہنے تمہارے نام پہ تمہارے اعمال کے باعث ایک شخص جیل خانہ میں سڑے! ہاں بہت خوب ہے! اُف رے بیدرد قصائی!"

ماڈلن کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ وہ شمع دانوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ابھی ضمیر کی آواز آرہی تھی "بلجین! چاروں طرف اپنی تعریف سنو گے۔ تمہیں لوگ دعائیں بھی دیں گے۔ مگر تاریکی میں تمہارے سر پہ بددعاؤں کی بارش ہوگی۔ انہیں کوئی نہ سن سکے گا۔ لیکن او ملوث گنہگار انسان! سب دعائیں یہیں رہ جائیں گی اور تیرے ساتھ بددعائیں خدا کے پاس پہنچیں گی۔"

پہلے یہ آواز بہت دھیمی تھی، مگر رفتہ رفتہ بلند تر ہوتی گئی۔ ماڈلن نے سوچا کہ یہ میری آواز تو نہیں؟ آخری الفاظ اس قدر صاف تھے۔ کہ وہ سہم کر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اس نے زور سے پوچھا "یہاں کون ہے؟"

پھر خود بخود کہنے لگا "کیسا احمق ہوں۔ یہاں کون ہے؟"

Taj Tahir Foundation

وہاں کوئی تھا تو ضرور۔ مگر ایسا نہ تھا جو ان آنکھوں سے نظر آسکتا۔ شمع دانوں کو آگ میں سے نکال کر ماڈلن نے انگیٹھی پہ رکھ دیا۔ خود کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلنے سے اُسے فوراً تسکین حاصل ہوئی + اس وقت تین بجے تھے۔ اور وہ متواتر پانچ گھنٹہ سے اسی حالت میں ٹہل رہا تھا۔ آخر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ سوچتے سوچتے ذرا آنکھ جھپک گئی۔ مگر بڑے بڑے خوابوں نے سونا دشوار کر دیا ؎

انگیٹھی کی آگ بجھ چکی تھی۔ شمع کوئی دم کی مہمان تھی۔ مگر رات اب بھی تاریک تھی + وہ اُٹھا اور کھڑکی کے پاس گیا۔ سڑک صاف نظر آتی تھی۔ ستارے ڈوب چکے تھے۔ نیچے سے کچھ آواز آرہی تھی۔ اس نے اس طرف نگاہ پھیری۔ دو سُرخ ستارے نظر آئے۔ اُن کی روشنی رات کی تاریکی میں گھٹتی اور بڑھتی دکھائی دیتی تھی + نیم خوابیدہ حالت میں اُسے خیال آیا۔ آسمان پہ تو اب ستارے نہیں ہیں۔ شاید زمین پہ آگئے ہیں ؎

پھر آواز آئی جس سے وہ اچھی طرح بیدار ہو گئے۔ اور دیکھ لیا کہ وہ ستارے نہیں ہیں۔ بلکہ ٹم ٹم کے دو لمپ ہیں۔ اور جو آواز سنائی دیتی تھی۔ وہ ٹم ٹم کے گھوڑے کی ٹاپ تھی ؎

اُس نے سوچا۔ اس ٹم ٹم کا کیا مطلب؟ اس قدر سویرے کون آسکتا ہے؟

ماڈلن نے سنا۔ باہر سے کوئی شخص جواب دے رہا ہے۔ "جناب! میں ہوں" ؎

ماڈلن سمجھ گیا کہ یہ ان کی خادمہ کی آواز ہے ؎

"جناب! ٹم ٹم آئی ہے" ؎

"کس کی ٹم ٹم؟"

"آپ نے کرایہ کی ٹم ٹم کا بندوبست کیا تھا۔ اصطبل کا سائیس ٹم ٹم لایا ہے" ؎

کون سا اصطبل؟

Taj Tahir Foundation

"ماسٹر سکفیر کا اصطبل۔"

یہ سُن کر ماڈلن یکایک کانپ اٹھا۔ جیسے اس کی آنکھوں کے آگے بجلی کوند گئی ہو۔ اُس نے بے تعلقی سے کہا "ہاں۔ ماسٹر سکفیر!" اور پھر کسی فکر میں غرق ہو گیا۔

جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو خادم نے پھر پوچھا "میئر صاحب! اُسے کیا جواب دوں؟"

ماڈلن نے کہا "اُس سے کہو میں ابھی چلوں گا۔"

Taj Tahir Foundation

چودھواں باب

آراس کے رستے میں

علی الصبح ایک ڈاک گاڑی بڑی تیز رفتار سے ایم سُر ایم کی طرف چلی آرہی تھی۔ اِدھر مسٹر ماڈلن دیوانہ وار بڑے زور سے ٹم ٹم ہانکتے دوسری طرف جا رہے تھے۔ یکایک ڈاک گاڑی کا بمب آ کر ٹم ٹم سے ٹکرایا۔

ٹم ٹم ٹوٹی تو نہیں مگر اس کے کچھ پرزے ڈھیلے ہو گئے۔ ماڈلن کی اِدھر توجہ نہ تھی۔ تیزی سے ٹم ٹم ہانکتے چلے گئے۔ ڈاک گاڑی کے کوچوان نے گومگو لہجہ میں کہا "معلوم ہوتا ہے اس آدمی کو کہیں پہنچنے کی بہت جلدی ہے"۔

جو سڑک آراس کو جاتی تھی۔ اُس پر ایم سُر ایم سے کچھ فاصلہ پر ہیڈن نام کا ایک گاؤں تھا۔ یہاں ایک سرائے دیکھ کر ماڈلن نے ٹم ٹم روک لی۔ سوچا کہ گھوڑے کو کچھ کھلا پلا کر۔ اور تھوڑی دیر آرام کر کے آگے چلیں گے۔ دن چڑھ گیا تھا۔ دھوپ نکل آئی تھی۔ ٹم ٹم میں بیٹھے بیٹھے انھوں نے سرائے کے سائیس کو گھوڑے کے لئے دانہ لانے کو کہا۔ دانہ لا کر سائیس گھوڑے کو کھلانے گیا۔ ٹم ٹم کی حالت دیکھ کر بولا "اس ٹم ٹم پہ آپ کتنی دور سے آرہے ہیں؟

"پندرہ میل سے"۔

"اوہ!"

"کیوں؟ تعجب کیوں کرتے ہو؟"

سائیس نے ٹم ٹم کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس ٹم ٹم پر آپ پندرہ میل آئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ ایک میل آگے نہ جا سکیں گے"۔

اصل میں ایک پرزہ ناکارہ ہو گیا تھا۔ ٹم ٹم سے اُتر کر باؤلن صاحب نے دیکھا۔ تو واقعی ایسی ٹم ٹم چلانا خطرناک تھا۔ سرائے کے سائیس سے پوچھا۔ یہاں آس پاس کوئی مستری رہتا ہے؟"

سائیس نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ مستری کو بلاؤں کیا؟ باسٹرپول گلارڈ!"

باسٹرپول گلارڈ دروازے پر ہی کھڑا تھا۔ سائیس کی آواز سن کر فوراً چلا آیا اور ٹم ٹم کو خوب غور سے دیکھنے لگا۔

باؤلن نے پوچھا "تم اس کی مرمت کر سکتے ہو؟"

"جی ہاں"۔

"میں کس وقت سفر کر سکوں گا"۔

"آپ کل دوپہر سے پہلے تو کسی حالت میں نہیں جا سکتے۔ پورے ایک دن کا کام ہے۔ آپ کو بہت جلدی ہے کیا؟"

"جلدی؟ ایک گھنٹہ سے زیادہ تو میں کسی صورت نہیں ٹھہر سکتا"۔

"ناممکن! کل سے پہلے آپ نہیں جا سکتے"۔

"یہاں کرایہ کی کوئی ٹم ٹم مل سکتی ہے؟"

"نہیں"۔

خریدی جا سکتی ہے؟"

Taj Tahir Foundation

"نہیں"۔

"آراس جانے والی ڈاک گاڑی یہاں کس وقت پہنچتی ہے"؟

"رات کے ایک بجے"۔

"اس گاؤں میں کوئی اور لوہار ہے"؟

"نہیں"۔

ماڈلن کو خوشی ہوئی۔ سمجھا اس میں خدا کی کچھ مصلحت ہے۔ جو ٹم ٹم راستے میں ٹوٹ گئی + اسے مشیتِ ایزدی سمجھنا چاہئے۔ آدھی رات طے کر چکنے کے بعد میری رفتار رک گئی یہ اسی کریم کارساز کی مرضی ہے"۔

ماڈلن اسی ادھیڑ بن میں محو تھے۔ کہ ایک بڑھیا نے آکر کہا "جناب! میرا بیٹا کہتا ہے۔ اگر آپ کو کرایہ پر ٹم ٹم چاہیئے تو میرے پاس موجود ہے۔ آپ اسے لے جائیں"۔

ماڈلن پر سنسنی طاری ہو گئی۔ انہیں اس بات کا احساس ہوا۔ کہ خدا کی مرضی تو کچھ اور ہے۔ وہ اپنے تئیں آزاد خیال کر رہے تھے۔ مگر نہیں جس ہاتھ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ اس نے پھر انہیں خوب مضبوطی سے اپنے پنجہ میں پکڑ لیا + اب انہوں نے فضول وقت گنوانا مناسب نہ سمجھا۔ اور بڑھیا کی ٹم ٹم لے کر بڑی تیز رفتار سے آراس کو روانہ ہو گئے۔

شام ہو گئی تھی۔ ماڈلن صاحب ٹنکویس نام کے ایک موضع میں پہنچے۔ مگر وہاں آرام نہ کیا۔ گاؤں سے باہر نکل کر آراس کا راستہ لیا۔ وہاں سڑک کی مرمت ہو رہی تھی۔ کنکر بچھائے جا رہے تھے۔ انہوں نے ٹم ٹم کو روک لیا اور ایک مزدور سے پوچھا "یہاں سے آراس کتنی دور ہے"؟

"۱۲ میل سے کچھ زیادہ"۔

Taj Tahir Foundation

"یہ کیوں؟ ڈاک خانہ کی کتاب میں تو صرف ۱۵ میل لکھا ہے"۔

"اس میں ٹھیک ہی لکھا ہے۔ سیدھے راستے جاؤ۔ تو پندرہ ہی میل ہے مگر اس وقت آپ ادھر سے نہیں جا سکیں گے۔ سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ دوسرے راستہ سے جانا پڑے گا۔ اور وہ راستہ بہت چکر کھا کر گیا ہے"۔

"شاید اندھیرے میں راہ سے بھی بھٹک جاؤں"؟

"بہت ممکن ہے۔ جناب! اگر آپ میری بات مانیں تو اس وقت ٹنگویس کو واپس چلے جائیں۔ وہاں ایک اچھا ہوٹل بھی ہے۔ رات بھر وہاں آرام کیجئے۔ صبح اٹھ کر چلے جائیے گا"۔

"ناممکن۔ خواہ کسی طرح ہو مجھے آج ہی رات کو آراس پہنچنا ہے"۔

"آپ کی مرضی"۔

ماؤلن نے گھوڑے کے خوب زور سے چابک مارا۔ وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ سڑک پر چھ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ادھر جب فینٹائن نے سنا۔ کہ ماؤلن صاحب کسی ضروری کام پر دو تین روز کے لئے ایم سر ایم سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ تو اسے یقین ہو گیا۔ وہ ضرور کسیٹ کو لانے کے لئے مونٹ فارل گئے ہیں۔ فینٹائن کا دن بڑی خوشی سے گذرا۔ رات کو اس کا بخار تیز ہو گیا۔ ساری رات جاگتی رہی اسے ذرا بھی نیند نہیں آئی۔ اگلے دن صبح کو جب ڈاکٹر اسے دیکھنے کے لئے آیا۔ تو اس پر ہذیان کی حالت طاری تھی۔ ڈاکٹر گھبرایا۔ جاتے وقت دایہ سے کہتا گیا۔ "مریضہ کی حالت اچھی نہیں ہے۔ مسٹر ماؤلن کے واپس پہنچتے ہی انہیں اس امر کی اطلاع دے دی جائے"۔

صبح کے وقت فینٹائن کا دلِ غم و فکر کی کالی گھٹاؤں سے گھرا ہوا تھا۔ وہ کبھی اپنے پلنگ کی چادر کو مٹھی میں سمیٹ کر گرہ لگاتی۔ کبھی اُسے کھول دیتی کبھی آپ ہی آپ کچھ بڑبڑانے لگتی۔ گویا کچھ حساب کر رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں وہ پہلی سی چمک نہ تھی۔ بہت کم پلک جھپکتی تھی۔ البتہ کبھی کبھی اُس کی آنکھوں میں ایک نور سا پیدا ہو جاتا تھا۔ اور وہ تاروں کی مانند چمک اُٹھتی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت جب دنیا کسی چیز کو اپنے نور سے محروم کر دیتی ہے۔ تو بہشت اُسے اپنے نور سے معمور کر لیتی ہے + جب کبھی بڑی دایہ سمپلس پوچھتی۔ "فینٹائن! تم کیسی ہو؟" جواب دیتی۔ "بہت اچھی ہوں۔ مسٹر ماڈلن کب تک آئیں گے؟"

ڈھائی بجے کے قریب فینٹائن بہت مضطرب ہو گئی۔ ۲۰ منٹ کے بعد اُس نے دایہ سے پوچھا "کیا وقت ہے؟" گھڑی نے تین بجائے + یا تو وہ اس قدر کمزور ہو گئی تھی۔ کہ کسی دوسرے کی امداد کے بغیر کروٹ بھی نہ بدل سکتی تھی۔ یا یکایک چارپائی پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوکھے ہوئے پتلے پتلے ہاتھوں کو سینہ پر رکھ کر ایک ایسا لمبا سانس لیا۔ کہ معلوم ہوا اس سانس کے ساتھ اس کے بدن کی ہڈیاں تک چور چور ہو گئیں + اس کے بعد وہ منتظر نگاہوں سے دروازہ کی طرف دیکھنے لگی گویا کسی کے آنے کی منتظر ہے۔ مگر کمرہ میں کوئی نہ آیا۔ کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ اسی حالت میں پندرہ منٹ گذر گئے +

فینٹائن ٹکٹکی لگائے دروازہ کی طرف تک رہی تھی۔ نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ سانس تک نہیں لیتی تھی۔ خادمہ اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ گھڑی نے پون گھنٹہ بجایا۔ فینٹائن تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ اور گذر گیا اور فینٹائن اپنے خیالات میں ڈوب کر سو گئی +

پندرھواں باب

اقبال

رات کے آٹھ بجے مسٹر ماوٹن آراس پہنچے۔ ٹم ٹم کے گھوڑے کا بدن پسینے سے شرابور تھا۔ اور وہ ہانپ رہا تھا۔ اُنھوں نے ایک مسافر خانہ کے دروازہ پر ٹم ٹم روک لی اور نوکر کو بلا کر اُسے حکم دیا۔ کہ میرا بیگ اندر لے جاؤ اور گھوڑے کو ٹھنڈا کر کے کچھ کھلاؤ۔ مسٹر ماوٹن نے خود دم تک نہیں لیا۔ سیدھے عدالت کی طرف چل دیئے۔

آراس کا سیشن کورٹ آج کھچا کھچ آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ خوفناک ڈاکو بلجین گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آج اُس کے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ عدالت میں اتنے آدمی مقدمہ کی کارروائی دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ عوام کے داخلہ کے لئے عدالت کا جو دروازہ ہے وہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس وقت صرف ایک دروازہ کھلا ہے۔ اُس دروازہ میں سے بیرسٹروں اور عدالت کے عملے کے سوا کسی کو آنے جانے کی اجازت نہیں۔ ماوٹن صاحب سوچنے لگے۔ کہ میں کس طرح اندر جاؤں؟ آخر اُنھوں نے اپنی جیب

میں سے یادداشت کی کتاب نکالی۔ اور اُس میں سے ایک ورق پھاڑ کر اُس پر اپنا نام اور خطاب وغیرہ لکھا اور چپراسی کو دیکھ کر کہا۔ "یہ کارڈ جج کے پاس لے جاؤ"۔

چپراسی کارڈ لے گیا، کارڈ پڑھ کر چیف جسٹس نے ایک کاغذ پہ کچھ لکھا اور اسے چپراسی کے ہاتھ میں دے کر کہا۔ "انہیں اندر لے آؤ"۔

ججوں کے پہلو میں میئر ماڈلن کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی۔

وہ بدنصیب آدمی جس کے سوانح کی بنا پہ یہ ناول ترتیب دی جا رہی ہے عدالت کے دروازہ پہ عین اُسی حالت میں بے حس وحرکت کھڑا تھا جس حالت میں اُسے چپراسی چھوڑ گیا تھا۔ چپراسی نے آ کر بڑے ادب سے اُنہیں سلام کیا اور جج صاحب نے جو کاغذ کا پُرزہ دیا تھا پیش کیا۔ چپراسی کے سلام سے اُن کا سلسلۂ خیال ٹوٹ گیا۔ پرزہ لے کر پڑھا۔ اور بے رُخی سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ عدالت میں پہنچ کر وہ اپنی کرسی پہ جا بیٹھے۔

عدالت میں کسی نے اُن کی طرف توجہ نہ کی۔ سب کی نگاہوں کا مرکز صرف ایک ہی شخص تھا۔ اور وہ ملزم بلجین تھا۔ جب ماڈلن اندر پہنچے اس وقت ملزم کا وکیل اپنی بحث ختم کر کے بیٹھنے کو تھا۔ اس نے مُدلل ثبوت اور ناقابل تردید دلائل پیش کر کے ثابت کیا تھا۔ کہ اُس کے موکل نے سیب نہیں چرائے۔ راستہ میں سیب پڑے تھے۔ اُس نے صرف انہیں اُٹھا لیا تھا۔ نیز اس کا موکل بلجین نہیں۔ اور چیمپ میتھو پہ کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

وکیل سرکار نے اٹھ کر جوابی تقریر کی اور ملزم کے وکیل کے دلائل کو رد کرنے لگا۔ سرکار کی طرف سے خاص گواہ انسپکٹر جابرٹ تھا۔ اس کا تحریری بیان خوب زور و شور سے پڑھ کر عدالت کو سنایا گیا۔ حلف اُٹھا کر جابرٹ لے

اس مقدمہ کے متعلق بیان کیا تھا "میں ملزم کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا ہوں ملزم کا نام جیمپ میتھو نہیں ہے۔ یہ وہی خطرناک ڈاکو بلجین ہے سائیس سال تک یہ ٹولو جیل میں قید رہا۔ انیس سال سے میں اُسے دیکھتا آ رہا ہوں، پانچ چھ مرتبہ وہ جیل سے فرار ہوا ہے۔ اور پھر گرفتار کرکے جیل میں لایا گیا ہے آخر کار جب اُس کی سزا کی میعاد ختم ہو گئی تو اپنی مرضی کے خلاف گورنمنٹ کو اُسے رہا کر دینا پڑا۔ اس کے بعد ڈگی شہر کے پادری کے ہاں اُس نے چوری کی اور اتنی مدت تک پولیس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ادھر اُدھر بھاگتا پھرا۔ میں اُسے بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں"۔

جاپرٹ کا بیان ختم ہو گیا۔ تو سرکار کی طرف سے تین گواہوں کی شہادتیں قلم بند کی گئیں۔

پہلے گواہ بریوٹ نے کہا "میں ملزم کو پہچانتا ہوں۔ میں ٹولو جیل میں بلجین کے ساتھ قید تھا۔ اس وقت یہ اپنے آپ کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ مگر بڑا چالاک آدمی ہے۔ میں اُسے شناخت کرتا ہوں"۔

دوسرے گواہ نے جس کا نام چینلڈ یو تھا۔ اور جسے کسی جرم میں قید کی سزا مل چکی تھی، ملزم کو شناخت کر لیا۔ تیسرے گواہ نے بھی جو بلجین کے ساتھ قید رہ چکا تھا۔ اور جس کا نام کوچ پیل تھا۔ ملزم کو شناخت کر لیا۔

چیف جسٹس نے ملزم کو مخاطب کرکے کہا۔ "ملزم! تمہارے خلاف سرکار کی طرف سے جو شہادتیں پیش ہوئی ہیں وہ تم نے سن لیں۔ اب تمہیں جو کچھ کہنا ہو کہہ سکتے ہو"۔

ملزم بولا "واہ! خوب انصاف ہے"!

ملزم کا بے معنی جواب سن کر حاضرین بے اختیار ہنس پڑے عدالت میں

ہر طرف سے مسلسل قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔

اسی وقت چیف جسٹس کے پس پشت کچھ شور سا ہوا کوئی شخص زور سے چلّا اٹھا۔ "بریوٹ! چینسلڈ لیو! کوچ پیل! ایک بار ادھر دیکھو"۔ آواز سے اس قدر اضطراب ظاہر تھا۔ کہ جو لوگ عدالت میں موجود تھے۔ سب کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔

جج جیوری، سرکاری وکیل وغیرہ جتنے آدمی انہیں پہچانتے تھے سب متفقہ آواز سے یوں اٹھے "مسٹر ماؤلن!"

واقعی یہ شخص مسٹر ماؤلن کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ ججوں کے پاس سے اٹھ کر وہ ملزم کے کٹہرہ کے قریب جا کھڑے ہوئے ان کے چہرہ پہ اس وقت عجیب وغریب نور برس رہا تھا۔ مسٹر ماؤلن نے ججوں اور جیوری کو مخاطب کر کے کہا "صاحبان یہ شخص بے گناہ ہے۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ آپ لوگ جس شخص کی تلاش میں ہیں۔ وہ یہ نہیں ہے۔ بلجین میں ہوں"۔

جج سے لے کر عام تماشائیوں تک سب کے سانس رک گئے۔ سب ششدر تھے۔ سب نے خیال کیا۔ ماؤلن کا دماغ بگڑ گیا۔ خود چیف جسٹس کا یہی خیال تھا۔ انہوں نے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا۔ اور ان کے دلی جذبات بھانپ گئے کہا "یہاں کوئی ڈاکٹر ہے"؟

اس کے بعد سرکاری وکیل نے کھڑے ہو کر کہا "حضرات! آپ سب ایم شر ایم کے مشہور عالم میئر مسٹر ماؤلن سے واقف ہیں۔ یہاں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا۔ جس نے ان کا نام یا تعریف نہ سنی ہو۔ یک بیک ان کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب طبابت پیشہ ہوں۔ تو آگے آ کر مسٹر ماؤلن کی امداد فرمائیں"۔

سرکاری وکیل کی بات ختم ہونے سے پیشتر ہی ماؤلن صاحب بڑے ضبط اور شریفانہ انداز سے بولے: "اس عنایت کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر میں دیوانہ نہیں ہوں۔ یہ بات آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گی۔ آپ لوگ ایک مہلک غلطی کا شکار ہو رہے ہیں۔ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں + میں سچ کہتا ہوں۔ وہ ذلیل بلجین میں ہی ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہہ رہا ہوں۔ اور اُس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ میرے متعلق صرف یہی بات کافی ہے۔ اسی وقت آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اور اسی غرض سے میں یہاں آیا ہوں +
دنیا میں میں نے شریف بن کر رہنے کی کوشش کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ خدا کو کچھ اور منظور ہے۔ میں نے اپنا نام تبدیل کیا۔ روپیہ کمایا۔ اور میئر تک بن گیا۔ میں نے شریف آدمیوں سے مل کر شریف ہونے کی دل و جان سے سعی کی۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ یوں نہیں ہو سکتا۔ میں نے پادری کے مکان میں چوری کی تھی۔ اس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ بلجین اگرچہ اپنے تمام مذموم اعمال کا ذمہ دار نہیں ہے۔ تاہم بہت خطرناک آدمی ہے۔ حضرات سُنیے۔ مجھ سی قابل نفرت زندگی بسر کرنے والے انسان کا سوسائٹی کو کچھ نصیحت کرنا مضحکہ خیز بات ہے مگر جس کے سر پہ گذر چکی ہو۔ اُس کی بات نہ ماننا بھی مناسب نہیں۔ میں کہنا چاہتا ہوں جس بدنامی سے میں بچنا چاہتا تھا۔ وہ نقصان دہ ہے۔ مگر جیل خانے جرائم پیشہ لوگ پیدا کرنے کی کلیں ہیں۔ ٹولو جیل میں جانے سے پیشتر میں صرف ایک غریب کسان تھا۔ مگر جیل خانہ سے پکا رہزن بن کر نکلا۔ پہلے میں بے سمجھ تھا۔ مگر بعد میں بدمعاش بن گیا۔ اس کے بعد نیک چلنی اور شرافت نے اُسی طرح میری حفاظت کی جس طرح کہ بے دردی اور سنگدلی نے مجھے برباد کیا تھا۔ بدی کا راستہ چھوڑ کر میں نے نیکی کی راہ اختیار کی۔ میں نے شیطان کے پنجہ سے مخلصی پائی۔ مگر

معاف کیجیے، معلوم ہوتا ہے۔ آپ میرے دلی جذبات سمجھ نہیں سکے، خیر! مجھے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا۔ اب مجھے کچھ نہیں کہنا، مجھے گرفتار کیجیے۔ تعجب کی بات ہے، کہ میرے قید کے تینوں ساتھی بھی مجھے نہیں پہچان سکے۔ اس وقت اگر جابرٹ یہاں موجود ہوتا تو وہ ضرور مجھے پہچان لیتا"۔

پھر بریوٹ کو مخاطب کر کے کہا "بریویٹ! میں تو تمہیں پہچانتا ہوں، تم مجھے کیوں نہیں پہچانتے؟ اچھا، تمہیں یاد ہے، جب تم جیل خانہ میں تھے، اُن دنوں تم ہمیشہ رنگین گیلس پہنا کرتے تھے"؟

یہ سُن کر بریویٹ کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور اُس نے ماڈلن کو ایک دفعہ سر سے پاؤں تک بغور دیکھا۔

مسٹر ماڈلن نے پھر کہنا شروع کیا "چینلڈیو! تمہارے داہنے شانے پر جلنے کا نشان ہے؟ تمہیں یاد ہے کہ تم نے اپنے شانے پر کھدے ہوئے حروف T.F.P کو مٹانے کے لئے اپنا شانہ دہکتے ہوئے کوئلوں میں رکھ دیا تھا، اسی کا نتیجہ یہ نشان ہے۔ یاد کرو۔ کیا میں سچ نہیں کہہ رہا"؟

چینلڈیو بولا "ہاں سچ ہے"۔

پھر مسٹر ماڈلن نے تیسرے گوہ کو مخاطب کر کے کہا "کوچ پیل! تمہارے بائیں ہاتھ کے کہنی کے قریب ایک تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ وہ شہنشاہ سلامت کی شہر کین میں تشریف آوری کی تاریخ یعنی یکم مارچ ۱۸۱۵ء ہے۔ وہاں سے اپنی آستین ہٹاؤ"!

کوچ پیل نے آستین ہٹائی۔ ایک سپاہی نے وہاں روشنی کی۔ اور سب نے دیکھ لیا۔ کہ ماڈلن نے جو کچھ کہا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ ماڈلن کے بیان کی صداقت کی تصدیق ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

مسٹر ماؤلن فدا ہنسے اور پھر بولنے لگے "معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ لوگ سمجھ گئے ہیں۔ کہ میں ہی بلجین ہوں۔ بہتر! اب میں آپ کا بیش قیمت وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں گرفتار ہونے کے لئے آیا تھا۔ مگر آپ نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔ آپ مجھ سے واقف ہیں۔ جب چاہیں مجھے آکر گرفتار کرلیں"۔

مسٹر ماؤلن اُٹھ کر دروازہ کی طرف چلے۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ نہ کسی نے مزاحمت کی۔ لوگوں نے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ آہستہ آہستہ عدالت کے احاطہ سے باہر چلے گئے۔

ماؤلن صاحب کے جانے کے بعد ممبران جیوری نے متفقہ فتویٰ دیا۔ "چیمپ میتھو بالکل بے قصور ہے" وہ رہا کر دیا گیا۔ عدالت کی کارروائی دیکھ کر اس غریب کی عقل ماری گئی تھی۔ وہ باہر نکل گیا۔ جاتے وقت اُس کے دل میں خیال آیا "دنیا کے سب لوگ پاگل ہیں"۔

Taj Tahir Foundation

سولھواں باب

فینٹائن کے پلنگ کے پاس ماؤلن صاحب

رات گذر گئی۔ صبح صادق کا نور نمودار ہوا۔ فینٹائن کو تمام رات نیند نہ آئی مگر رات بھر اُسے اچھے خواب دکھائی دیتے رہے۔ صبح کے وقت وہ کچھ کسل مند سی تھی۔ مناسب موقعہ دیکھ کر بہن سمپلس اُسے نئی دوا پلانے کا انتظام کرنے لگی۔ یک بیک اُس کی نگاہ دروازہ کی طرف گئی اور وہ چونک اُٹھی۔ مسٹر ماؤلن چپ چاپ کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ اور اس کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ گھبرا گئی اور پوچھا "آپ کب واپس آئے"؛

مسٹر ماؤلن نے آہستہ سے کہا "ابھی آ رہا ہوں۔ فینٹائن کیسی ہے"؟

سمپلس نے جواب دیا "اس وقت تو اس کی حالت کچھ اچھی ہے۔ مگر کل ہم سب بہت پریشان رہے۔ اسے تمام دن بہت تیز بخار رہا۔ اور وہ ہذیان میں مبتلا رہی۔ اُسے خیال تھا کہ آپ اُس کی بیٹی کو لانے کے لئے مونٹ فارمل گئے ہیں اِسی خیال نے اُسے بہت شاد اور مسرور رکھا۔ ہم سب بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے"۔

ماؤلن نے کہا یہ تم نے اچھا کیا"۔

بہن سمپلس بولی "اس وقت آپ کو دیکھتے ہی وہ اپنی بیٹی کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کرے گی پھر آپ کیا جواب دیں گے؟"

چند لمحہ سوچ کر ماؤلن صاحب نے کہا "خدا میری رہنمائی کرے گا۔ اور مجھے مناسب جواب سمجھا دے گا"۔

آفتاب کی شعاعوں سے سارا کمرہ روشن ہو گیا تھا۔ سمپلس کی نگاہ ماؤلن کے سر پر پڑی۔ تو وہ حیران رہ گئی۔ بولی "جناب! آپ کو کیا ہو گیا؟ آپ کا سارا سر سفید ہو گیا ہے"۔

پاس کی الماری سے ایک آئینہ نکال کر سمپلس نے ماؤلن کے ہاتھ میں دیا۔ ماؤلن نے اس میں دیکھا۔ کہ ان کے سب بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس عجیب و غریب تبدیلی کا سبب انہوں نے کچھ نہ بتلایا۔ سمپلس سمجھ گئی۔ کہ اس کی تہ میں ضرور کوئی خوفناک سانحہ یا کوئی بڑی گہری فکر ہے۔

مسٹر ماؤلن نے پوچھا "فینٹائن سے اس وقت مل سکتا ہوں؟"

سمپلس نے کہا "اس کی بیٹی کو نہ بلوا دیں گے؟"

مسٹر ماؤلن نے جواب دیا "ضرور بلوا دوں گا۔ مگر اس کے آنے میں کم از کم تین چار دن لگیں گے"۔

سمپلس بولی "اگر آپ آج فینٹائن سے نہ ملیں۔ اور کسیٹ کے آجانے پر ہی اس سے ملیں تو کیا حرج ہے؟"

تھوڑی دیر تک کچھ سوچ کر مسٹر ماؤلن نے بڑے لہجہ میں کہا "نہیں بہن! میں اس سے آج ہی ملوں گا۔ دیر ہو گئی تو ممکن ہے میں پھر اسے بالکل نہ مل سکوں"۔

سمپلس نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو آپ ابھی اُس سے مل لیجئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے شاید فینٹائن اس وقت سو رہی ہے"۔

مسٹر ماؤلین دبے پاؤں بہت آہستہ آہستہ فینٹائن کے کمرہ میں داخل ہوئے اور پلنگ کے پاس جا کر ذرا سی مسہری ہٹائی۔ فینٹائن سو رہی تھی۔ سانس آتے جاتے وقت اس قسم کی غیر قدرتی آواز آ رہی تھی جیسی صرف تپدق کے مریضوں کے سانس سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ اُسے سانس لینے میں اس قدر تکلیف ہو رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس کے چہرے پر سکون و اطمینان برس رہا تھا۔ اس کا زرد رنگ اب سفید ہو گیا تھا۔ اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں جن میں اس کے شباب کا تھوڑا سا حسن باقی رہ گیا تھا۔ اگرچہ اس وقت بند تھیں۔ مگر کچھ حرکت کر رہی تھیں۔ اُس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ گویا اس کے پر ہیں۔ اور وہ انہیں پھیلا کر فوراً ہی اڑ جائے گی پھول توڑتے وقت جب انسان ہاتھ بڑھاتا ہے۔ تو درخت کی شاخ کانپنے لگتی ہے اسی طرح جب اجل اپنا پر اسرار ہاتھ بڑھا کر جسم سے روح کا پھول توڑتی ہے۔ جسم کانپ اٹھتا ہے۔ مگر اس کی موجودہ حالت سے کوئی مایوس نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ موت کی علامات نظر نہ آتی تھیں۔ اور وہ اس پری کے مانند دکھائی دیتی تھی۔ جو اڑا چاہتی ہو۔

ماؤلین صاحب مریضہ کے پاس کھڑے ہو کر اُس کے چہرہ کی طرف اور اس کے سرہانے دیوار پر جو صلیب لٹک رہی تھی اس کی طرف دیکھنے لگے۔ فینٹائن جاگ اُٹھی۔ ماؤلین کو اس حالت میں دیکھ کر اُس نے ذرا ہنستے ہنستے پوچھا "میری کسیٹ"؟

آج فینٹائن کا سینہ خوشی سے لبریز تھا۔ مگر اُس مسرت میں جوش و اضطراب نہ تھا۔ ماؤلین سے اس کو بے حد عقیدتمندی تھی۔ اس کا کل دار و مدار اسی پر تھا

جلدی میں ماؤلین صاحب نے کیا کہا انہیں خود بھی معلوم نہ تھا۔ مگر اسی وقت ڈاکٹر آپہنچا اور جواب دینے میں ماؤلین کو مدد مل گئی۔

ڈاکٹر نے کہا "تسلی رکھو۔ تمہاری بچی یہیں ہے"۔

ڈاکٹر کی بات سن کر فینٹائن کا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔ بولی "ڈاکٹر صاحب! آپ کے پیروں پڑتی ہوں۔ اُسے لاکر میری گود میں بٹھا دیجئے"۔

مامتا بھری ماں کی دردناک محبت! وہ سمجھتی تھی کہ اس کی کسیٹ آج بھی دو برس کی ننھی سی بچی ہے! اُس کے ناتواں اور ٹھنڈے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ماؤلین درد بھرے دل سے بولے "ڈاکٹر صاحب کی بات سنو اس قدر مت گھبراؤ۔ تمہاری کسیٹ یہیں ہے۔ وہ بہت اچھی طرح سے ہے۔ تم زیادہ نہ بولو کھانسی بڑھ جائے گی"۔

درحقیقت ایک ایک لفظ بولنے پر فینٹائن کو کھانسی آتی تھی۔ اس وقت بھی اُس کا ہاتھ ماؤلین کے ہاتھ میں تھا۔ صحن میں کسی عمر سوار کی ایک چھوٹی سی لڑکی کھیل رہی تھی۔ اُس کی آواز سن کر فینٹائن بول اُٹھی "میں اس کی آواز سن رہی ہوں۔ ہاں سن رہی ہوں۔ آہا! وہ ہے۔ میری کسیٹ! میں اس کی آواز پہچانتی ہوں۔ اب ہم دونوں کس قدر خوش ہوں گی۔ میرے نصیب میں کس قدر سُکھ ہوگا۔ مسٹر ماؤلین نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ کسیٹ کے آجانے پر ہمیں ایک چھوٹا سا باغ عنایت کریں گے۔ میری کسیٹ اس میں پھولوں اور درختوں پر سے تیتریاں اُڑا اُڑا کر کھیلا کرے گی"۔

بولتے بولتے وہ یک لخت خاموش ہوگئی۔ اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ اس کا دم رُک گیا۔ اُس کا چہرہ ڈراؤنا نظر آنے لگا۔ حیرانی سے ٹکٹکی باندھ کر وہ دروازے کی طرف تکنے لگی۔

ماڈلن نے بہت حیران ہو کر پوچھا۔ فینٹاٹن تمہیں کیا ہو گیا؟"

فینٹاٹن نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ اپنی آنکھیں اس طرف سے پھیریں اس نے اپنے ایک ہاتھ سے ماڈلن کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے انہیں پیچھے دیکھنے کا اشارہ کیا۔

ماڈلن نے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ و رسامنے پر پولس انسپکٹر جابرٹ کھڑا تھا!

Taj Tahir Foundation

سترھواں باب

فینٹائن کی وفات

Taj Tehar Foundation

جابرٹ یہاں کس طرح آیا؟

ناظرین کو یاد ہوگا مسٹر ماڈلن کے اراس کی عدالت سے چلے آنے پر جج اور ممبران جیوری خاموش بیٹھے رہے تھے۔ نہ کسی نے انہیں کچھ کہا اور نہ روکنے کی کوشش کی۔ وہ اس وقت یہ فیصلہ نہ کر سکے۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مگر ماڈلن صاحب کے چلے آنے کے بعد باہمی مشورہ سے افسران عدالت کی یہی رائے ٹھہری کہ عدالت کی مہر سے مسٹر ماڈلن کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیا جائے۔ اور انسپکٹر جابرٹ کو حکم دیا جائے کہ وہ ماڈلن کو گرفتار کرے۔ چنانچہ اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔

اگلے دن صبح ہی ماڈلن کے نام کا وارنٹ اور انہیں گرفتار کرنے کا حکم نامہ جابرٹ کو ملا۔ کئی دن کا بھوکا شیر جس طرح اپنے شکار کو دیکھ کر اس پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہی حالت جابرٹ کی ہوئی۔ اسی وقت چار پانچ سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہ ماڈلن کے مکان پر جا دھمکا۔ بکار سر کا ر

جابرٹ ہمیشہ ہی میئر کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ اس لئے اسے اتنے سویرے آتے دیکھ کر کسی کے دل میں کسی قسم کا شک نہیں گزرا۔ اُس نے ماؤلن کے بارے میں ملازموں سے دریافت کیا۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ فینٹائن کے کمرہ میں ہیں تو وہ سپاہیوں کو صحن میں تعینات کر کے خود اُس طرف چلا گیا۔ دیکھا دروازہ بند ہے۔ وارنٹ کے ملزم کے ساتھ نرمی یا شرافت کا سلوک کرنا جابرٹ کے اصول کے خلاف تھا۔ دلیوار میں لگی ہوئی چابی گھما کر اُس نے دروازہ کھولا۔ اور آہستہ آہستہ کمرہ میں داخل ہو گیا۔ فینٹائن دروازہ کی طرف مُنہ پھیرے لیٹی تھی۔ اس لئے پہلے اسی نے جابرٹ کو دیکھا۔ اپنے سامنے فرشتہ اجل کو کھڑا دیکھ کر وہ مارے خوف کے چلا اُٹھی "مسٹر ماؤلن! مجھے بچائیے"۔

بلجین (آئندہ ہم اُس کو اس کے اصلی نام ہی سے مخاطب کریں گے) اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے فینٹائن سے کہا "ڈرو مت وہ تم کو پکڑنے نہیں آئے"۔

اُس کے بعد جابرٹ کی طرف پلٹ کر کہا "میں جانتا ہوں تم کیا چاہتے ہو"۔

جابرٹ بڑے روکھے لہجہ میں بولا "آؤ، جلدی کرو"۔

فینٹائن پر خوف طاری ہو گیا۔ اُس نے چلا کر کہا "میئر صاحب!"

جابرٹ ایک زور کا قہقہہ لگا کر بولا "میئر صاحب یہاں کوئی نہیں"۔ پھر بلجین کو مخاطب کر کے کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے تم آسانی سے ہاتھ نہیں آؤ گے۔ اور مجھے طاقت کا استعمال کرنا پڑے گا"۔

یہ کہہ کر وہ شیر کی مانند بلجین پر جھپٹا اور اُن کی قمیص کا گریبان پکڑ لیا۔

بلجین نے قطعی مزاحمت نہ کی۔ صرف اتنا کہا۔ "جابرٹ!"

جابرٹ بولا "مجھے انسپکٹر صاحب کہہ کر مخاطب کرو"۔

بلجین نے کہا "میں تنہائی میں تم سے دو ایک باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

جابرٹ بولا "مجھے مجرموں سے تنہائی میں باتیں کرنا ناپسند ہے"

بجین کہنے لگا "اچھا پھر میری ایک درخواست منظور کرو۔ مجھے تین دن کی مہلت دو۔ اس اثنا میں میں اس بدنصیب عورت کی اکلوتی بیٹی کسیٹ کو لے آؤں گا۔ اگر تم میری یہ بات مان لوگے۔ تو جو چاہو گے تمہیں دے دوں گا۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو میرے ہمراہ چلے چلو"

جابرٹ ہنسنے لگا۔ پھر بولا "واہ! کیا خوب مذاق ہے! اب تم میری آنکھوں میں خاک نہیں جھونک سکتے تین دن کی مہلت! ایک بار نکل جانے پہ بھلا پھر کس کی مجال ہے جو تمہیں دوبارہ پکڑ سکے!"

فینٹائن پھر چلا اٹھی "کسیٹ کہاں ہے؟ مجھے کسیٹ چاہئے!"

جابرٹ نے زمین پہ پیر پٹک کر کہا "بازاری عورت چپ رہ! اب دوسرا ناٹک شروع ہو رہا ہے۔ خوب! در در کی ٹھوکریں کھانے والی ذلیل عورتوں کی شہزادیوں کی طرح خدمت ہو رہی ہے۔ اور مفرور قیدی منصف بنے بیٹھے ہیں!"

پھر زور سے بجین کا کالر پکڑ کر اور فینٹائن کی طرف ٹکٹکی باندھ کر جابرٹ بولا "سن۔ یہاں ماؤنٹ یا میئر کوئی نہیں ہے۔ یہاں ایک ڈاکو، چور اور قیدی ہے جس کا نام بلجین ہے اور جسے میں نے اب پکڑ لیا ہے"

فینٹائن کا رشتہ زندگی صرف ایک ہلکی سی امید کی شعاع کے سہارے اب تک قطع نہ ہوا تھا۔ جب اس نے سنا کہ ابھی تک کسیٹ نہیں آئی۔ تو وہ مایوسی کے اس پہاڑ کا بوجھ برداشت نہ کر سکی۔ ایک ہی وار نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ایک ہی گہرے سانس نے اس کی شمع زندگی کو گل کر دیا!

Taj Tahir Foundation

جس طرح کوئی نوجوان کسی بچہ کے ہاتھوں کو جھٹک کر اپنے آپ کو چھڑا لیتا ہے۔ اسی طرح بلچین نے جابرٹ کی گرفت سے مخلصی حاصل کر لی اور جابرٹ سے کہا "تم نے اس عورت کو مار ڈالا"۔

جابرٹ غصہ میں بھر کر بولا "بس میں سخت سست باتیں سننے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ نیچے سپاہی کھڑے ہیں۔ آؤ چلو ورنہ تمہیں ہتکڑی پہناؤں گا"۔

کمرہ کے ایک کونے میں لوہے کا ایک پلنگ رکھا تھا۔ آہستہ آہستہ بلچین اس طرف گیا۔ اور بات کی بات میں اس کا ایک چھڑ توڑ لیا۔ چھڑ ہاتھ میں لے کر بلچین نے جابرٹ کو دیکھا جابرٹ دروازہ کی طرف پیچھے کو ہٹنے لگا۔ چھڑ ہاتھ میں لئے بلچین فینٹائن کی چارپائی کے پاس آیا۔ اور بہت دھیمے لہجے میں بولا "اپنا بھلا چاہتے ہو، تو اس وقت مجھے نہ ستاؤ"۔

جابرٹ ڈر کے مارے کانپ اٹھا۔ پہلے اس نے سوچا نیچے جا کر سپاہیوں کو بلا لوں۔ پھر خیال آیا کہ اس اثنا میں ملزم فرار ہو جائے گا۔ آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ یہیں ڈٹے رہنا چاہئے"۔

بلچین فینٹائن کے پلنگ پر بیٹھ گیا اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سامنے پڑی ہوئی فینٹائن کے متعلق کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر تک وہ انہی خیالات میں غرق خاموش بیٹھا رہا۔ اس وقت اس کے چہرے یا اس کے رنگ ڈھنگ سے رحم و لطف کے جذبات کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ذرا جھک کر مادلن نے دھیمی آواز میں فینٹائن کو کچھ کہا۔ مگر اس شخص نے جسے سب نے چھوڑ دیا تھا۔ اس عورت سے جو مر چکی تھی کیا کہا، دنیا میں کسی نے نہ سنا۔ مگر کیا اس مردہ عورت نے سنا تھا؟

بہن سمپلس نے جو شروع سے لے کر آخر تک ساری کارروائی اپنی

Tahir Tahir Foundation

آنکھوں سے دیکھتی رہی تھی اس امر کی شہادت دی ہے کہ جب بلجین فینٹائن کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا، اس وقت اس کی بڑی بڑی آنکھوں اور زرد ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ بلجین نے فینٹائن کا سر اپنے ہاتھوں میں تھام لیا، اور اسے تکئے پر اس طرح رکھ دیا جس طرح ماں بچے کا سر رکھتی ہے۔ اس کے کپڑوں کو ٹھیک کر کے آہستہ سے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ اس وقت فینٹائن کا چہرہ چمک اٹھا۔ ایک روشن اور منور ملک میں جانے کا نام موت ہے۔ اجل کی گھاٹی میں چاروں طرف نور ہی نور ہے۔ فینٹائن کا ایک ہاتھ پلنگ کے باہر لٹک رہا تھا۔ بلجین گھٹنوں کے بل اس کی طرف بیٹھ گیا۔ اور آہستہ سے اسے اٹھا کر چوم لیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جاویٹ کو مخاطب کر کے بولا "اب تم مجھے گرفتار کر سکتے ہو۔ میں تیار ہوں"۔

جاویٹ بلجین کو پکڑ کر لے گیا۔ اور اسے مقامی جیل خانہ میں قید کر دیا۔

Taj Tahir Foundation

اٹھارھواں باب

بلجین پھر فرار

مسٹر ماؤلن کی گرفتاری کی خبر سے ایمسٹرڈیم میں سنسنی پھیل گئی۔ مگر جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ دوسرا بھیس بدلے ہوئے ڈاکو بلجین تھے۔ تو کسی نے بھی ان کے ساتھ اظہار ہمدردی نہ کیا۔ جتنے کار خیر انہوں نے کئے تھے وہ سب ہوا میں اُڑ گئے۔ ان کی خوبیوں کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔ برخلاف اس کے اُن کے نقائص اور کمزوریوں پر ہر کس و ناکس کی نگاہ پڑنے لگی۔ ماؤلن کی اس ناگہانی مصیبت پر اَور تو کسی کے دل کو تکلیف نہیں ہوئی۔ صرف تین چار اشخاص کو دکھ ہوا جن میں ماؤلن کی بوڑھی خادمہ بھی تھی۔

جس روز ماؤلن کی گرفتاری عمل میں آئی اُس روز کارخانے کا کام بند ہو گیا۔ اُسی دن کا ذکر ہے کہ شام کے وقت بوڑھی خادمہ اپنے معمول کے مطابق اپنے آقا کے کمرہ میں لیمپ روشن کر کے اور دروازے میں چابی لٹکا کر بیٹھی تھی۔ گویا اس کے آنے کا انتظار کر رہی ہے۔ اُسی وقت اُس نے دیکھا۔ کوئی شخص ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کھول رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ خاموش رہی۔ پھر بغور دیکھا۔

تو اس نے جھٹ پہچان لیا کہ وہ انگوٹھا، ہاتھ اور کوٹ کی آستین اُس کے آقا ماؤلن کی ہے۔ وہ حیران رہ گئی اور بولی "یہ کون میرے آقا! آپ کیونکر آئے؟ میں خیال کر رہی تھی......"

بلجین نے اس کی بات کاٹ کر کہا "کہ میں جیل خانہ میں ہوں؟ بے شک! ایسا ہی تھا مگر میں جیل کی کھڑکی کی ایک سلاخ اکھاڑ کر نکل آیا ہوں۔ میں اپنے کمرہ میں جا رہا ہوں۔ جلد سمپلس کو بلا لاؤ"۔

سمپلس جھٹ آ پہنچی جس وقت سے ماؤلن گرفتار کیے گئے تھے۔ وہ زار و قطار روئے جا رہی ہے۔ اُس کا مُنہ سوکھ گیا تھا اور ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ بلجین نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر سمپلس کو دیا اور کہا "یہ پادری صاحب کو دے دینا۔ تم اسے پڑھ سکتی ہو؟"

اُس چٹھی میں مندرجہ ذیل عبارت مرقوم تھی:۔

"میں پادری صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یہاں آکر میری تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر قبضہ کریں۔ اُس میں سے فینٹائن کے آخری رسوم ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں"۔

سمپلس کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر مارے جوش و اضطراب کے اُس کا گلا بھر آیا۔ بڑی کوشش کے بعد بولی "فینٹائن کو تو آخری مرتبہ دیکھتے جاؤ"۔

بلجین نے کہا "نہیں بہن! میں جیل خانہ سے بھاگا ہوا قیدی ہوں۔ اس بات کا پتہ لگ گیا ہے۔ مجھے گرفتار کرنے کے لیے پولیس کے آدمی چھوڑے جا چکے ہیں"۔

بلجین نے یہ الفاظ بمشکل ختم کیے تھے کہ کمرے کے باہر آدمیوں کے پیروں کی آواز سنائی دی اور کچھ شور بھی سننے میں آیا۔ غل غپاڑے میں ماؤلن کی

بوڑھی خادمہ کی آواز بھی شامل تھی: "جناب! میں قسم کھا کر کہتی ہوں، دن بھر یہاں کوئی نہیں آیا۔ میں تمام دن یہاں بیٹھی رہی ہوں۔ ایک منٹ کے لیے بھی ادھر اُدھر نہیں گئی۔"

ایک شخص بولا: "مگر کمرے میں روشنی ہے۔"

بلجین نے آواز پہچان لی۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ شخص جابرٹ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کمرے کی ایک دیوار میں ایک ایسی جگہ تھی۔ کہ باہر ایک کمانی دبانے پر وہاں ایک الماری نکل آتی تھی۔ باہر کی کمانی دبا کر بلجین الماری میں گھس گیا۔ اور اندر کی کمانی دبا دی جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ وہ یکایک کمرہ سے غائب ہوگیا۔

سمپلس نے دو زانو ہو کر خدا کی عبادت کا ڈھونگ رچا لیا۔ کمرے میں آکر جابرٹ حیران رہ گیا۔ اُسے یقین تھا۔ کہ بلجین یہیں ہے۔ وہاں اکیلی سمپلس کو عبادت میں مشغول دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہُوا اور سمپلس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا آپ اس مکان میں اکیلی ہیں؟"

سمپلس نے جواب دیا: "یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔"

جابرٹ بولا: "اگر یہ بات ہے تو آپ مجھے معاف کیجیے میرے فرض نے مجھے آپ کو تکلیف دینے پر مجبور کیا۔"

اس واقعہ کے ایک گھنٹہ بعد ایک شخص کہر میں تیزی سے اُڑا ہوا ایم ترایم سے پیرس کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ اُس کے بدن پر ایک ڈھیلی قمیص تھی۔ اور کندھے پر ایک گٹھڑی۔ یہ شخص بلجین تھا۔

بد نصیب فینٹائن کے متعلق ہم یہ آخری لفظ کہہ دینا چاہتے ہیں۔ زمین ہی ہم سب کی ماں ہے اور فینٹائن اُسی ماں کی گود میں واپس پہنچ گئی۔ پادری نے بلجین کے مقبوضات کا ایک بہت بڑا حصہ غریبوں کے لیے رکھ چھوڑا

اور بہت تھوڑے خرچ میں فینٹائن کی تجہیز و تکفین کی رسوم ادا کر دیں تیرہ بخت غریبوں کے قبرستان کے نزدیک ہی بدنصیب فینٹائن کو دفن کر دیا گیا۔

Taj Tahir Foundation

انیسواں باب

تھینارڈیار

ناول کی ترتیب کے متعلق بعض ضروریات ہمیں مشہور عالم واٹر لو کے میدان جنگ میں لے جاتی ہیں۔ جنگ کے روز شام کو انسانوں کی آہ و بکا اور خونخوار درندوں کی چیخ پکار سے میدان جنگ گونج رہا ہے۔ رات بہت اندھیری ہے۔ انگریزوں نے فرانسیسیوں کے کیمپ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ فتح کی خوشی کے نشے میں سرشار جشن منا رہے ہیں۔ ڈیوک آف ویلنگٹن اپنے خیمے میں اکیلے بیٹھے لارڈ باتھرسٹ کے لئے جنگ کی رپورٹ لکھ رہے ہیں۔

آدھی رات کا وقت ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک شخص رینگتا ہوا میدان جنگ میں کوئی چیز تلاش کر رہا ہے۔ وہ نہ انگریز معلوم ہوتا ہے نہ فرانسیسی نہ وہ کسان ہے نہ سپاہی حق تو یوں ہے کہ اُس کے انسان ہونے میں بھی شبہ ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ انسان کے لہو کی بُو کسی جن کو دوزخ سے اس جہان میں کھینچ لائی ہے اور جنگ کے مردوں اور زخمیوں کی چیزیں چرانا اس کا

کام ہے۔ اُس کے بدن پر ایک ڈھیلا ڈھالا کرتا ہے جو لبادے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ وہ بہت چوکنا ہو کر چلتا ہے۔ اور چلتے وقت اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھتا جاتا ہے۔ یہ شخص کون ہے؟ پُراسرار رات کے سوا کون بتا سکتا تھا؟ کیوں کہ دن کے وقت وہ کبھی نظر نہیں آتا۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی بیگ نہیں۔ البتہ اُس کی قمیص میں بڑی بڑی تھیلیاں ضرور ہیں۔ بعض اوقات کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اُسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہے پھر نیچے جھک جاتا ہے اور کسی خاموش ساکت شے کو الٹ پلٹ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

یہ رات کا جانور ایک دفعہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ زمین پر خون کی ندی بہہ رہی تھی اور اُس کے دونوں پیر اُس میں تر تھے۔ یکایک بجلی چمک اٹھی۔ اُس چمک میں کچھ دیکھ کر وہ ٹھہر گیا۔ پھر بجلی چمکی۔ اُس نے دیکھا آدمیوں اور گھوڑوں کی لاشوں کے درمیان ایک ہاتھ باہر نکلا ہوا ہے اور اس کی ایک انگلی میں کوئی چیز جگمگا رہی ہے۔ وہ وہاں جا پہنچا۔ اور ہاتھ بڑھا کر انگلی میں سے جھٹ انگوٹھی نکال لی۔ آگے بڑھا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے کسی نے زور سے اُس کی قمیص پکڑ لی۔ اور کوئی ہوتا تو مارے خوف کے ضرور کانپ اٹھتا مگر وہ ہنستا ہوا بولا۔ "اوہو! کوئی مردہ ہے۔ میرے لئے تو سپاہی کی نسبت بھوت ہی اچھے ہیں"۔ پکڑنے والے نے کرتہ چھوڑ دیا۔ اس کو خیال آیا۔ "یہ مردہ زندہ تو نہیں ہے؟ دیکھنا چاہئے"۔

اُس نے لاشوں کو ادھر اُدھر ہٹا دیا۔ اور اس زخمی کو باہر نکالا۔ دیکھا کوئی اعلےٰ مرتبہ کا افسر ہے۔ سینے پر طرح طرح کے تمغہ جات اور دیگر عزت کے نشانات زیب دے رہے ہیں۔ اس نے سب چیزیں نکال کر اپنی لمبی

Taj Tahir Foundation

لمبی تھیلیوں میں بھریں ۔ جیب میں دیکھا گھڑی ہے ۔ وہ بھی نکال لی ۔ دوسری جیب میں ایک تھیلی تھی ۔ اُسے بھی نکال کر جھٹ اپنی بڑی تھیلی میں اُلٹ لیا ۔ چلنے ہی کو تھا کہ اتنے میں اُس افسر کو ہوش آ گیا ۔ اُس نے نہایت ہلکی آواز میں کہا ، "شکریہ !"

لٹیرے نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ اور سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا ۔ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی ۔ شاید کوئی پہرے دار آ رہا تھا ۔ افسر نے بڑی دھیمی آواز میں کہا ۔

"جنگ میں کس کی فتح ہوئی ؟"

لٹیرے نے جواب دیا ، "انگریزوں کی" ۔

افسر بولا ، "میری جیب میں دیکھو ۔ گھڑی اور تھیلی ہے ۔ وہ تم لے لو" ۔

اگرچہ اس لٹیرے نے سب چیزیں پہلے ہی اُڑا لی تھیں ۔ مگر پھر ایک دفعہ اس کی جیبیں دیکھ کر بولا ، "نہیں جیبوں میں کچھ نہیں ہے" ۔

افسر نے کہا ، "تو معلوم ہوتا ہے شاید کسی نے چُرا لی ہیں ۔ میں چاہتا تھا کہ وہ چیزیں تمہیں دے دوں" ۔

پہرے دار کے پیروں کی چاپ اب صاف طور پر سنائی دے رہی تھی لٹیرا چلنے کو تیار ہو کر بولا ، "کوئی آ رہا ہے" ۔

افسر نے بصد مشکل اپنا ہاتھ اُٹھا کر اُسے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور کہا ، "تم نے میری جان بچائی ہے ۔ تم کون ہو ؟"

لٹیرے نے بڑی جلدی میں آہستہ سے کہا ، "تمہاری طرح میں بھی فرانسیسی سپاہ کا آدمی ہوں ۔ اب جاتا ہوں ۔ اگر پکڑا گیا تو فوراً مجھے گولی مار دی جائے گی میں نے تمہاری جان بچائی ہے ۔ اب تم جلدی یہاں سے بھاگ جاؤ" ۔

"تم کیا کام کرتے ہو ؟"

"میں سارجنٹ ہوں"۔
"تمہارا نام؟"
"تھینارڈیار"۔
افسر نے کہا "میں اس نام کو کبھی نہ بھولوں گا۔ تم بھی میرا نام یاد رکھو گے؟
میرا نام پینیٹ مرسی ہے"۔

Taj Tahir Foundation

بیسواں باب

کسیٹ ڈاین کے پنجے میں

واٹرلو کے میدان جنگ کی لوٹ سے تھینارڈیار نے مونٹ فارمل میں ایک ہوٹل اور ایک دوکان کھول لی تھی + ناظرین کو یاد ہوگا تقریباً چھ سال کا عرصہ ہوا۔ بدقسمت فینٹائن کسیٹ کو تھینارڈیار کے ہاں چھوڑ گئی تھی۔ ماں تو اجل کی گود میں آرام کی نیند سو رہی ہے۔ اور یتیم بچی کسیٹ یہاں کتوں سے بھی بدتر زندگی گذار رہی ہے + جو کچھ تھوڑا بہت روکھا سوکھا اُسے کھانے کو دیا جاتا ہے۔ اُس کے معاوضہ میں اُسے دن رات بیل کی طرح کام کرنا پڑتا ہے۔ مونٹ فارمل کوہستان ٹالو کے دامن میں واقع ہے۔ وہاں سخت سردی پڑتی ہے پانی ہوٹل سے ایک میل کے فاصلہ پہ ملتا ہے۔ ہوٹل میں جس قدر پانی کی ضرورت پڑتی ہے سب کسیٹ ہی کو بھر کہ لانا پڑتا ہے + اُس کے سوا دوسرا کوئی خادم یا خادمہ نہیں۔ اب کے بڑے دنوں کے میلہ پہ مونٹ فارمل میں خوب دھوم دھام رہی تھینارڈیار کے ہوٹل میں بھی بہت بھیڑ تھی۔ کسیٹ کا پانی لانے کا کام کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا +

بڑے دن کی شام ہے۔ ہوٹل اور شراب خانہ میں بڑی بھیڑ ہو رہی ہے۔ آٹھ بجے رات کو چار مہمان اُور آ گئے۔ کسیٹ کا دل مارے ڈر کے کانپ اُٹھا۔ پانی نہیں رہا۔ اب رات کو جاکر چشمہ سے پانی لانا ہوگا ۔

نو وارد اشخاص نے آتے ہی گھوڑوں کے لیئے پانی مانگا۔ میڈیم تھینارڈیار نے کسیٹ کو پانی دینے کے لیئے کہا۔ کسیٹ نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا "بہت پانی نہیں ہے" ۔

میڈیم تھینارڈیار نے غصے میں ناگن کی طرح بل کھا کر کہا "کیوں نہیں ہے؟ دن کے وقت سب برتن بھر کر نہیں رکھا کرتی؟ اچھا پھر اپنی کرتوت کا مزہ چکھ۔ جا ابھی اندھیرے میں چشمے سے پانی لا۔ ورنہ تیری خیر نہیں" ۔

دیوار پر ایک چابک لٹک رہا تھا۔ میڈم تھینارڈیار نے ایک بار اُس کی طرف دیکھا۔ پھر تیز نگاہوں سے قصور وار کسیٹ کی طرف دیکھا۔ کسیٹ کا کل حال سمجھنے میں اب کوئی کسر نہیں رہی۔ مارے خوف کے وہ بے اختیار قریب ہی ایک میز کے نیچے چھپ گئی ۔

میڈیم تھینارڈیار چلا کر کہنے لگی۔ اگر جان کی خیر چاہتی ہے تو وہاں سے فوراً نکل اور جاکر چشمہ سے ایک بالٹی پانی کی لا" ۔

عدول حکمی کی سزا سے کسیٹ ناواقف نہیں تھی۔ کیا کرے؟ غریب مرے یا جیئے، یہ حکم ماننا ہی پڑے گا۔ لگاتار تکلیف اور بھوک سے آنکھوں کے گرد جو حلقے پڑ گئے تھے۔ آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ اُسے روتا دیکھ کر میڈیم تھینارڈیار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ شیرنی کی طرح اُچھل کر کسیٹ کا گلا جا دبوچا۔ اور اسے میز کے نیچے سے نکال کر پیٹنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے ہاتھ میں ایک بالٹی دی اور دھکا دے کر گھر سے باہر نکال دیا۔ بولی

"جا، جلدی جا کر بالٹی بھر لا۔ واپس آتے وقت روٹی والے کی دکان سے روٹی بھی خریدتی لانا"۔

روٹی کے لئے پیسے دے کر میڈیم تھیسارڈ نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

کسیٹ رو رہی تھی۔ مارے جاڑے کے اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ اس نے روٹی کی قیمت کوٹ کی اوپر کی جیب میں رکھ لی اور چشمہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

اکیسواں باب

پہلی مُلاقات

جیل خانہ کی کھڑکی کی سلاخ توڑ کر اور پہرے داروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر بلجین بھاگ گیا۔ اسے پکڑنے میں جابرٹ وغیرہ مشہور پولیس افسروں کی تمام کوششیں رایگاں ثابت ہوئیں۔ بلجین گرفتار نہ ہو سکا۔ بلجین بھاگا ضرور ہے۔ مگر کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔ آج اس کے سر پہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔ وہ غریب فینٹائن کی آخری خواہش پوری کرنے کا عہد کر چکا ہے + کئی ماہ تک بھیس بدل کر ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر جب دیکھا کہ پولیس اُس کے پکڑنے میں ناکام رہی ہے۔ اور تھک کر بیٹھ گئی ہے۔ تو وہ آہستہ مونٹ فارمل پہنچا +

اتفاق سے مونٹ فارمل میں داخل ہوتے ہی بلجین کو بغیر کوشش یا سر دردی کے اُس چیز کا پتہ لگ گیا جس کی تلاش میں وہ یہاں آیا تھا + کسیٹ چشمہ سے پانی کی بالٹی بھر کر اندھیرے میں بڑی تکلیف سے ہوٹل کو واپس جا رہی تھی۔ جب تھک جاتی تو بالٹی کو نیچے رکھ دیتی۔ ذرا تازہ دم ہو کر پھر آگے بڑھتی +

Taj Tahir Foundation

بلجین اُس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ جب اُس نے لڑکی کا یہ حال دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا۔ آہستہ سے قریب آکر اُس نے پیچھے سے بالٹی کو سہارا دے دیا۔ اور چپ چاپ ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ یکایک وزن میں کمی محسوس ہونے پر کسیٹ کو بڑا تعجب ہوا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ مگر ڈری نہیں۔

بلجین نہایت شیریں لہجہ میں بولا۔ "بچی! پانی کی بالٹی بہت بھاری ہے نا؟"

کسیٹ نے جواب دیا۔ "جی ہاں"۔

بلجین بولا۔ "مجھے دے دو۔ میں لے چلوں گا"۔

کسیٹ نے بالٹی چھوڑ دی۔ بلجین بالٹی اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

بلجین نے کہا۔ "سچ مچ بہت بھاری ہے۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟"

"آٹھ سال"۔

"تمہارا مکان یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے؟"

"یہاں سے تقریباً پندرہ منٹ کا راستہ ہوگا"۔

بلجین چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "تو معلوم ہوتا ہے تمہاری ماں نہیں ہے"۔

لڑکی نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں۔ دوسری لڑکیوں کے تو مائیں ہیں مگر میری ماں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے پہلے بھی کبھی نہیں تھی"۔

لڑکی کی سادگی پر بلجین بے اختیار سا ہو گیا۔ اُس کا دل ایک ناقابل اظہار محبت سے معمور ہو گیا۔ اُس نے بالٹی زمین پر رکھ دی۔ اور اپنے دونو ہاتھوں سے لڑکی کا ... اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"کسیٹ"۔

بلجین کے بدن میں بجلی سی دوڑ گئی۔ اُس نے دوبارہ اس کے مُنہ کی طرف دیکھا۔ لڑکی کو نیچے اُتار کر بالٹی اُٹھالی، اور دونوں چلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بلجین نے سوال کیا "بچی! تم کہاں رہتی ہو؟"

"مونٹ فارل میں"۔

"کیا اس وقت ہم وہیں جا رہے ہیں؟"

"جی ہاں"۔

بلجین تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "اس وقت تمہیں پانی بھرنے کس نے بھیجا ہے؟"

"میڈیم تھینارڈیار نے"۔

"وہ کون ہے؟"

"وہی میری مالکہ ہے۔ اُسی کا ہوٹل ہے"۔

"ہوٹل! تو پھر میں وہیں قیام کروں گا۔ مجھے رستہ بتا دو"۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں"۔

اگرچہ بلجین بڑی تیز رفتار سے چل رہا تھا، مگر اُس کا ساتھ دینے میں کسیٹ کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ اب اسے تکان بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ ایک بے پایاں عقیدت مندی کی نگاہ سے بلجین کو دیکھ لیتی تھی۔ خدا کی طرف دیکھنے کی تعلیم تو اسے کبھی دی نہیں گئی تھی۔ مگر اب اُس کے دل میں ایک ایسا جذبہ پیدا ہو گیا، جو کچھ اُمید اور خوشی سے ملتا جلتا تھا۔ اور خدا کی طرف جاتا نظر آتا تھا۔

چند منٹ گزر جانے کے بعد بلجین نے پوچھا، تھینارڈیار کے نوکر چاکر نہیں ہیں، تمہارے سوا اَور کوئی نہیں ہے؟

"الیونائین اور زیلمیا نام کی دو لڑکیاں ہیں"؟

"وہ کون ہیں"؟

"میڈیم ھھینارڈیار کی بیٹیاں ہیں"؟

"وہ کیا کرتی ہیں"؟

"وہ کیا کرتیں؟ کھیلتی ہیں کھاتی ہیں، مزے اُڑاتی ہیں۔ اُن کے پاس کیسے اچھے اچھے کھلونے ہیں"!

"اور تم کیا کرتی ہو"؟

"میں سارا دن کام کرتی ہوں"۔

"سارا دن"؟

لڑکی نے سر اُٹھایا۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ شیریں لہجے میں بولی "جی ہاں مجھے تمام دن کام کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی جب میں اپنا سب کام ختم کر لیتی ہوں اور وہ مجھے چھٹی دے دیتی ہیں تو میں بھی کھیل لیتی ہوں۔ مگر کھیلوں کیا؟ میرے پاس کھلونے تو ہیں نہیں، الیونائن اور زیلمیا مجھے اپنے کھلونوں سے کھیلنے نہیں دیتیں، میرا کھلونا صرف اس انگلی کے برابر ایک سیسے کی تلوار ہے"۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنی چھوٹی سی انگلی دکھلائی۔

اسی طرح باتیں کرتے کرتے وہ ہوٹل کے قریب جا پہنچے۔ کسیٹ نے کہا "جناب! ہوٹل اب قریب ہی ہے، بالٹی مجھے دے دیجئے، ورنہ وہ بہت ناراض ہوں گی"۔

بلجین نے بالٹی دے دی۔ چونکہ کسیٹ کے آنے میں کچھ دیر ہو گئی تھی اس لئے میڈیم ھھینارڈیار آگ بگولا ہو رہی تھی۔ کسیٹ کمرے میں داخل ہوئی۔ تو اُسے

گالی دے کر بولی "بدنصیب! ایک بالٹی پانی لانے میں اتنی دیر! معلوم ہوتا ہے راستے میں کھیلنے لگی تھی" ؟

ڈرتے ڈرتے کسیٹ نے کہا "یہ شریف آدمی ٹھہرنے کے لئے ایک کمرہ چاہتے ہیں" ؟

آگ پر پانی پڑ گیا۔ ایک لمحہ کے لیے میڈیم تھینارڈیار کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ سرخ انگارا سی آنکھوں میں مصنوعی ہنسی کی جھلک نظر آئی۔ نو وارد کا لباس اور اس کا سامان دیکھ کر میڈیم تھینارڈیار کی خوشی پھر ہوا ہو گئی۔ بلجین کو مخاطب کر کے بولی۔ "اندر آئیے۔ جناب"!

بلجین اندر چلا آیا۔ میڈیم تھینارڈیار نے پھر ایک دفعہ اُسے دیکھا۔ اس کے لباس اور چہرے کو بغور دیکھ کر اپنے خاوند تھینارڈیار سے جو پاس ہی ایک میز پر بیٹھا شراب پی رہا تھا کچھ مشورہ کیا + اشاروں ہی اشاروں میں تھینارڈیار نے کہہ دیا کہ شکار ٹھیک نہیں ہے۔ اسے چلتا کر دو۔ چنانچہ اُس نے بلجین سے کہا "جناب! یہاں کوئی کمرہ خالی نہیں۔ آپ دوسری جگہ تشریف لے جائیں" ؟

بلجین نے جواب دیا "مجھے اصطبل میں یا چھت پر جہاں جی چاہے جگہ دے دیجئے۔ کرایہ کمرے ہی کا دوں گا" ؟

میڈیم تھینارڈیار نے دُوناکرایہ بڑھا کر کہا۔ چالیس سُو[1] کرایہ ہو گا +

بلجین نے جواب دیا۔ "اتنا ہی دوں گا" ؟

یہ کہہ کر اس نے اپنی جھولی اور چھڑی کونے میں رکھ دی اور میز کے نزدیک ایک تپائی کھینچ کر بیٹھ گیا + ہوٹل کے مالک کے حکم سے کسیٹ نے ایک بوتل شراب اور ایک گلاس لا کر اُس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ بلجین

[1] ایک فرانسیسی سکہ ؟

کی اس طرف توجہ نہ تھی۔ وہ بغور تمام کسیٹ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

بلیک بیک میڈیم تھینارڈیار نے کسیٹ سے پوچھا۔"روٹی کہاں ہے؟"

کسیٹ کو روٹی لانا بالکل یاد نہ رہا تھا۔ خوف زدہ بچے کی مانند جھوٹ کا سہارا لے کر بولی۔"روٹی والے کی دوکان بند ہوگئی تھی۔

"دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹایا؟"

"کھٹکھٹایا تھا۔ کسی نے سُنا نہیں"۔

تھینارڈیار کی بیوی کو یقین نہ آیا۔ بولی۔"اچھا کل صبح میں روٹی والے سے دریافت کروں گی۔ پھر تجھے مزا چکھاؤں گی۔ لا میرے پیسے دے"۔

لڑکی نے جھٹ جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ پیسے جیب سے نکل کر گر پڑے تھے۔ جب کسیٹ چشمے پر پانی بھر رہی تھی۔ اُس وقت بار بار جھک کر دیکھتی تھی۔ کہ بالٹی بھر گئی یا نہیں پیسے اُس کی اُوپر کی جیب میں تھے۔ غالباً اُسی وقت کہیں چشمے میں گر پڑے اور کسیٹ کو معلوم نہ ہوسکا۔

کسیٹ کو متامل دیکھ کر میڈیم تھینارڈیار گرج کر بولی۔"شریر لڑکی! اب چوری کرنا بھی سیکھ رہی ہے"۔

لڑکی سر جھکا کر رونے لگی۔ اب تو میڈیم تھینارڈیار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا وہ دیوار سے چابک اُتار کر کسیٹ کو مارنے کے لیئے تیار ہوگئی۔

اسی وقت بلجاین بول اُٹھا۔"ذرا ٹھہریئے۔ میں نے اُس کی جیب سے کوئی چیز گرتی دیکھی ہے"۔ اور اُٹھ کر زمین پر کچھ ڈھونڈنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اپنی جیب سے چند پیسے نکال کر اور ان کے مل جانے کا بہانہ کر کے کہنے لگا۔"ہاں ہاں یہ دیکھئے۔ یہی پیسے تو نہیں ہیں؟"

میڈیم بھتینارڈیار نے جواب دیا۔ "ہاں۔ یہی ہیں"۔

پھر کسیٹ کو مخاطب کر کے کہا۔ "دیکھو۔ خبردار! پھر ایسا کام نہ کرنا"۔

اپنے محسن کو ایک بار احسان مندانہ نگاہوں سے دیکھ کر کسیٹ کونے میں اپنی جگہ پہ جا بیٹھی اور بھتینارڈیار کی لڑکیوں کے لئے موزے بننے لگی + وہ بار بار بلجین کی طرف دیکھتی تھی۔ اور کام سے اُس کی توجہ ہٹ جاتی تھی + کسیٹ کی کام میں بے توجہی دیکھ کر میڈیم بھتینارڈیار نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہا۔ "دیکھ میں نے تجھے پکڑ لیا۔ اگر اس طرح کرے گی تو مجھے چابک سے کام کرانا پڑے گا"۔

اس پہ بلجین نے میڈیم بھتینارڈیار سے پوچھا۔ "لڑکی کو کھیلنے نہیں دیتیں؟"

اگر کسی بڑے آدمی کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تو ممکن تھا کہ میڈیم بھتینارڈیار اسے خوش کرنے کے لئے کوئی بات بناتی مگر اس پھٹے ہوئے کوٹ اور ٹوٹی ہوئی ٹوپی پہننے والے غریب کو خواہ مخواہ دخل دیتے دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑی اور بولی۔ "کام نہ کرے گی تو کھائے گی کہاں سے؟"

"اِس وقت کیا کر رہی ہے؟"

"میری لڑکیوں کے لئے موزے بُن رہی ہے"۔

"کب تک موزے تیار کرے گی؟"

"اس سُست لڑکی کو چار پانچ روز لگیں گے"۔

"موزہ بنا جائے گا تو اس کی قیمت کیا ہو گی؟"

"کم از کم تیس سو"۔

میں ان موزوں کے ۵ فرینک دیتا ہوں۔ اُنہیں میرے ہاتھ فروخت کر دیں"۔

اگرچہ بھتینارڈیار اپنے یار دوستوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ اور بظاہر

Taj Tahir Foundation

ہنسی مذاق میں مشغول تھا مگر للچائی ہوئی نگاہوں سے بلجین کے سب کام دیکھ رہا تھا۔ موزے کی خرید و فروخت کی بات سن کر جھٹ بول اٹھا "لفقد دام ملتے تو ہم لوگ مہمانوں کی تمام خواہشات پوری کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ ۵ فرینک دے کر آپ موزہ لے سکتے ہیں"۔

بلجین نے ۵ فرینک کا سکہ نکال کر میز پہ رکھ دیا اور میڈیم تھینارڈیار سے کہا۔ "یہ لیجیئے موزے کی قیمت"۔

اس کے بعد اس نے کسیٹ کو مخاطب کر کے کہا "بچی! تمہاری محنت کا معاوضہ میں نے دے دیا۔ اب تم جا کر آزادی سے کھیلو"۔

تھینارڈیار اپنی جگہ سے اٹھا اور میز پہ سے روپیہ اٹھا کر آہستہ سے جیب میں ڈال لیا۔ میڈیم تھینارڈیار خاموش تھی۔ کسیٹ نے بید کی مانند کانپتے ہوئے اس سے پوچھا "میں کھیلوں؟" میڈیم تھینارڈیار نے کڑک کر کہا "جا کھیل"۔

تھینارڈیار جا کر اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ پھر شراب کا دور چلنے لگا۔

میڈیم تھینارڈیار نے آہستہ آہستہ جا کر اس کے کان میں کہا "یہ کون ہے؟"

تھینارڈیار نے اس انداز سے جواب دیا گویا وہ سب کچھ جانتا تھا "میں نے کئی کروڑپتی دیکھے ہیں جو یوں ہی غریبوں کی طرح رہتے ہیں"۔

کسیٹ نے موزہ بننے کا سامان ایک طرف رکھ دیا۔ اور لکڑی کا ایک صندوقچہ نکالا۔ اس میں بہت سے چیتھڑے اور وہی چھوٹی سی سیسے کی تلوار تھی۔ اس کو لے کر اس نے کھیلنا شروع کر دیا۔ بلجین بیٹھا ہوا سیدھی سادی لڑکی کا کھیل دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں ایک طرف تھینارڈیار کی دونو بیٹیاں الپونائن اور زیلما ایک بلی پکڑ کر اور اسے طرح طرح کی پوشاکیں پہنا کر کھیل رہی تھیں۔ ان کا اب کھلونا

میز پر رکھا تھا۔ کسیٹ نے دیکھا کہ سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ میری طرف کوئی بھی نہیں دیکھتا۔ اس کا دل چاہا کھلونا اٹھا لوں۔ رہا نہ گیا۔ دبے پاؤں میز کے پاس گئی۔ چپ چاپ کھلونے کو اٹھا کر چوم لیا۔ پھر اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔ تھوڑی دیر تک تو کسی نے اس کی طرف نہیں دیکھا مگر یکایک زلیما کی نگاہ اس پر پڑی۔ اس نے الیونائن سے کہا "بہن! دیکھو"۔

کسیٹ کی یہ حرکت دیکھ کر دونوں بہنیں ششدر رہ گئیں۔ کسیٹ ان کے کھلونے کے ساتھ کھیل رہی ہے اس کی اتنی مجال!

الیونائن اپنی ماں کے پاس جا کر بولی "ماں! ذرا کسیٹ کو تو دیکھو"۔

میڈیم تھینارڈیار نے کڑک کر کہا "کسیٹ!"

لڑکی کانپ اٹھی۔ کھلونا زمین پر رکھ دیا اور سر جھکا کر اپنے کئے کی سزا بھگتنے۔ چار پانچ تھپڑ کھانے کو تیار ہو گئی۔

بلجین نے ہوٹل کے مالک سے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا؟"

میڈیم تھینارڈیار نے کہا "دیکھئے نا اس چھوکری کی دیدہ دلیری! میری بچیوں کے کھلونے سے کھیل رہی ہے!"

بلجین بغیر کچھ کہے سنے اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ میڈیم تھینارڈیار نے موقع غنیمت سمجھا۔ اور ٹھوکر مار کر کسیٹ کو میز کے نیچے گرا دیا + کسیٹ زور زور سے رونے لگی۔ بلجین تھوڑی دیر میں واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریشمی کپڑوں میں ملبوس ایک نہایت خوشنما بڑی سی گڑیا تھی + گڑیا لا کر اس نے کسیٹ کے سامنے رکھ دی اور کہا "تم یہ لے لو"۔

کسیٹ کھوئی سی گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے وہ کبھی گڑیا کی طرف دیکھتی اور کبھی بلجین کی طرف۔ اس خوب صورت گڑیا کو چھونے کی

Taj Tahir Foundation

اُسے ہمت نہ پڑتی تھی۔ میڈیم تھینارڈیار دل میں تو نو وارد پہ بہت جھنجھلائی۔ مگر اپنے اصلی جذبات کو چھپا کر کسیٹ سے بولی "کسیٹ! یہ صاحب تمہیں گڑیا دے رہے ہیں۔ تمہارے لیئے لائے ہیں۔ لے لو"۔

ڈرتے ڈرتے کسیٹ نے گڑیا کی طرف دیکھا۔ گو ابھی تک اس کے چہرے پہ آنسوؤں کے نشان تھے۔ مگر صبح صادق کے آسمان کی طرح اس کی آنکھوں سے مسرت کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

اس نے میڈیم سے پوچھا۔ "میں لے لوں؟"

میڈیم تھینارڈیار بولی۔ "کیوں نہیں؟ وہ تمہیں دے رہے ہیں تو تمہاری چیز ہے"۔

کسیٹ بولی "سچ مچ؟ گڑیا میری ہے"؟

بلجین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس کا جوش اب اس حد تک پہنچ گیا تھا جب آدمی صرف اس وجہ سے نہیں بولتا کہ کہیں رونہ پڑے۔ اُس نے کسیٹ کو اپنے پاس بلایا اور گڑیا اس کے ہاتھ میں دے دی۔

میڈیم تھینارڈیار نے اپنی لڑکیوں کو سونے کے لیئے بھیج دیا۔ اور کسیٹ کو بھی سونے کا حکم دیا۔ کسیٹ نے گڑیا گود میں لے کر احسانمندی کے انداز سے بلجین کی طرف دیکھا۔ اور چلی گئی۔ رفتہ رفتہ رات زیادہ گذر گئی اور سب خریدار چلے گئے۔

بلجین اسی طرح کرسی پہ بیٹھا تھا۔ پاؤں میز پہ رکھے ہوئے تھے۔ تھینارڈیار نے اپنی بیوی کو علیحدہ لے جا کر کہا "تمہیں دکھائی نہیں دیتا، یہ شخص کروڑپتی ہے۔ بظاہر اس کی خوب خاطر تواضع کرو۔ مجھے یہ شخص بہت پُراسرار معلوم ہوتا ہے۔ مالدار لوگ اسپنج کی طرح ہوتے ہیں۔ جن میں پگھلا ہوا سونا بھرا ہو

جب دبایا تھوڑا سا سونا نکال لیا"۔

شوہر کا یہ مشورہ بیوی کو بہت پسند آیا، وہ آہستہ آہستہ بلجین کے پاس گئی اور بولی: "جناب! رات بہت گذر گئی ہے آپ آرام نہیں فرمائیں گے؟"

بلجین نے کہا: "بہت اچھا، سونے کے لئے جگہ بتا دیجئے"۔

تھینارڈیار اور اُس کی بیوی آگے آگے چلے، پیچھے بلجین تھا۔ ہوٹل کی بہترین خواب گاہ میں لے جا کر میڈیم تھینارڈیار بولی: "میرے ہوٹل میں سب سے اچھا اور آراستہ کمرہ یہی ہے، یہ کمرہ آپ جیسے معزز اصحاب کے تشریف لانے پر ہی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ آپ یہاں آرام کریں"۔

اس کے بعد میاں بیوی دونوں وہاں سے چلے گئے۔ بلجین ایک کرسی آگے کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا، اور فکر کے گھوڑے دوڑانے لگا۔

Taj Tahir Foundation

بائیسواں باب

کیسیٹ کا چھٹکارا

بلجین نے ساری رات بیٹھے بیٹھے کاٹ دی۔ اُسے نیند بالکل نہ آئی تمام رات وہ یہی سوچتا رہا کہ ان ظالم بے درد میاں بیوی کے ہاتھ سے معصوم کیسیٹ کو کس طرح چھٹکارا دلایا جائے۔ علی الصبح وہ پلنگ پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور نیچے اترا۔ میڈیم تھینارڈیار پہلے سے صحن اور کمروں کی صفائی میں مشغول تھی بلجین کو آتا دیکھ کر بڑی تعظیم سے سلام کیا۔ اور بولی "کیوں صاحب! اتنے سویرے چلنے کے لئے تیار ہو گئے؟"

بلجین نے جواب دیا۔ "ہاں مجھے رات کے قیام کا کتنا کرایہ دینا ہوگا؟"

میڈیم تھینارڈیار اپنے شوہر کے کمرہ میں گئی۔ وہاں سے ایک لمبا چوڑا بل تیار کر لائی۔ اور بلجین کے ہاتھ میں دے دیا۔ ساتھ ہی بڑے شیریں لہجہ میں بولی۔

"تیئیس فرینک"

بلجین کی توجہ بل کی طرف نہ تھی۔ اس کا دل کسی اور ہی فکر میں تھا۔

بے توجہی سے کہا "معلوم ہوتا ہے ان دنوں آپ کا کاروبار خوب چل رہا ہے؟"

مالکہ بولی: "ایک طرح سے چلا جا رہا ہے۔ آپ جیسے مالدار اصحاب بہت کم تشریف لاتے ہیں۔ غریب طبقہ کے لوگ زیادہ آتے ہیں۔ خرچ بہت ہے۔ اس چھوٹی لڑکی کی پرورش پر ہی میں بہت سا روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔"

"کون سی چھوٹی لڑکی؟"

"یہی۔ کسیٹ؟"

بلجین بظاہر بے پروائی سے بولا "اگر آپ کو اس سے آزاد کرا دیا جائے؟"

میڈیم تھینارڈیار ہنس پڑی "بہت بہتر۔ آپ اسے ابھی لے جائیں ہمارا چھٹکارا ہو جائے گا۔ کیوں لے جائیں گے کیا؟"

"ہاں۔"

"ابھی؟"

"ابھی۔"

"تو اسے بلاؤں کیا؟"

"ضرور۔"

میڈیم تھینارڈیار نے زور سے پکارا "کسیٹ!"

بلجین نے جیب سے ۵-۵ فرینک کے ۵ سکے نکال کر میز پہ رکھ دیئے اور کہا "یہ لیجیے اپنے بل کا روپیہ ۲۳ فرینک باقی دو فرینک خدمت گاروں کو انعام دے دیجئے۔ اب جا کر لڑکی کو لے آئیے۔"

اسی وقت تھینارڈیار وہاں آگیا۔ اور کمرے کے وسط میں کھڑا ہو

کر اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ نہیں ان کا کرایہ ۲۲ سو فرینک نہیں ہے بلکہ ۲۶ سو ہوتا ہے"۔

میڈیم بھیناڈیار نے حیرت میں آکر پوچھا "کیا؟ صرف ۲۶ سو؟"

بھیناڈیار نے کہا "ہاں ۲۰ سو کمرہ کا کرایہ اور ۶ سو بابت خوراک لڑکی کے بارے میں ان سے تنہائی میں گفتگو کروں گا"۔

میڈیم بھیناڈیار کمرے سے باہر چلی گئی۔ بھیناڈیار نے ایک کرسی کھینچ کر بلجین کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

جب بلجین بیٹھ گیا۔ تو بھیناڈیار نے سلسلۂ کلام یوں شروع کیا۔ "جناب من! سچ سچ کہوں کیا؟ ہم اس لڑکی کو دل و جان سے زیادہ پیار کرتے ہیں"۔

بلجین نے بھیناڈیار کے چہرے پر نظریں گاڑ کر پوچھا "کون سی لڑکی؟"

"یہی ہماری کسیٹ۔ آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں نا؟ تو میں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم نے اسے پال پوس کر اتنا بڑا کیا۔ اپنے بچوں کی طرح رکھا اور پیار کیا۔ وہ چلی جائے گی تو میرا مکان سنسان ہو جائے گا"۔

بلجین کی مطمئن نظریں بھیناڈیار کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔

بھیناڈیار بولا۔ "مجھے معاف کیجیے گا۔ لیکن میں ایک اجنبی شخص کے ہاتھ میں لڑکی کا ہاتھ کس طرح دے دوں؟ اور اگر دینا منظور بھی کر لوں تو مجھے کچھ یہ تو معلوم ہو۔ کہ آپ کون ہیں۔ کیا کرتے ہیں۔ کہاں رہتے ہیں؟ میں تو آپ کے نام سے بھی واقف نہیں ہوں"۔

دل کی بات بھانپ لینے والی نگاہیں بھیناڈیار کے چہرے پر سے

ہٹائے بغیر بلجین نے ذرا زور سے کہا "مسٹر بھقینار ڈیار! میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ نہ بتاؤں گا۔ اگر آپ کسیٹ کو دیں گے بھی۔ تو میں اسی شرط پر لوں گا کہ آپ پھر اُس سے کبھی نہ مل سکیں گے۔ اس شرط پر اگر آپ کسیٹ کو دینا منظور کریں تو دے سکتے ہیں۔ ورنہ مجھے کوئی ضرورت نہیں"۔

بھقینار ڈیار پکا بدمعاش تھا۔ سمجھ گیا۔ یہاں دال نہ گلے گی۔ رشیر کو اشتعال دلانے کا اُسے حوصلہ نہ پڑا۔ اُس نے سوچا یوں کام نہ بنے گا۔ ایسی طبیعت کے آدمی سے شرارت نہیں چل سکتی۔ صرف راست روی سے مقصد برآری ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اُس نے بلا تامل کہا "تو جناب! آپ کو ڈیڑھ ہزار فرینک دینا پڑے گا"۔

بلجین نے اپنی جیب سے چمڑے کا ایک پرانا بٹوا نکالا۔ اور اُس میں سے پانچ پانچ سو فرینک کے تین نوٹ نکال کر بھقینار ڈیار کے سامنے میز پر رکھ دیئے اور کہا "یہ لو۔ جاؤ۔ اب کسیٹ کو لے آؤ"۔

شوہر کا حکم پاکر میڈم بھقینار ڈیار نے فوراً کسیٹ کو لا کر کمرے میں کھڑا کر دیا۔ بلجین نے اپنی گٹھڑی میں سے سیاہ رنگ کے ممل کا ایک جوڑا نکالا اور کسیٹ کے ہاتھ میں دے کر کہا "ننھی! اپنے میلے کپڑوں کو اُتار کر یہ جوڑا پہن لو"۔

صبح ہو گئی ہے۔ سڑک پر صرف دو ہی راہ رو چل رہے ہیں۔ ایک بوڑھا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے جا رہا ہے۔ ایک آٹھ سال کی لڑکی ہے جس کے کپڑے نئے ہیں۔ اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ دونوں پیرس کو جا رہے ہیں۔ لڑکی کی گود میں ایک بڑی گڑیا ہے۔ بوڑھے کے ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا ہے۔

بھقینار ڈیار نے اتنے روپے کبھی ایک جا نہ دیکھے تھے۔ فرط مسرت

سے بار بار نوٹوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ جتنا دیکھتا تھا دیکھنے کی خواہش بڑھتی جاتی تھی۔ طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ آدھ گھنٹہ اسی حالت میں گذر گیا۔ اُس نے بڑے خوشگوار لہجے میں اپنی بیوی کو بلایا۔ اور اُسے پاس بٹھا کر ڈیڑھ ہزار فرینک دکھائے۔

بیوی بولی۔ "بس یہی؟"

شادی کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ میڈیم تھینارڈیار نے اپنے شوہر کے کام پر اس طرح نکتہ چینی کی مگر یہ بڑی کڑی چوٹ تھی۔

تھینارڈیار نے کہا۔ "ٹھیک کہتی ہو۔ میں بڑا گدھا ہوں اتنا بھی نہ سمجھا میری ٹوپی لاؤ۔ دیکھوں شاید اُسے پکڑ سکوں۔"

تینوں نوٹ جیب میں ڈال کر تھینارڈیار سڑک پر آ پہنچا۔ راہ گیروں سے دریافت کرتا کرتا بڑی تیزی سے اُس طرف لپکا جدھر بلجین کیسیٹ کو لے کر جا رہا تھا۔ چلتا جاتا تھا۔ اور اپنی بیوقوفی پر اپنے آپ کو لعن طعن بھی کرتا جاتا تھا۔ آخر کچھ فاصلے پر سڑک کے کنارے درختوں کے جھنڈ میں اسے ایک ٹوپی نظر آئی۔ اور اس کی جان میں جان آگئی۔ بلجین کیسیٹ کو لیکر تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے وہاں بیٹھ گیا تھا۔ تھینارڈیار ہانپتا ہانپتا اُس کے سامنے جا پہنچا اور نوٹ اُس کے آگے رکھ کر بولا۔ "معاف کیجیے۔ جناب! یہ لیجیے اپنے نوٹ واپس لے لیجیے۔"

بلجین حیران ہو کر بولا۔ "کیوں۔ اِس کا کیا مطلب؟"

تھینارڈیار نے کہا۔ "اس کا مطلب یہی۔ کہ میں کیسیٹ کو واپس لے جاؤں گا۔"

یہ الفاظ سنتے ہی کیسیٹ چلا اُٹھی اور بلجین سے لپٹ گئی۔

بلجین تیز نگاہوں سے ٹھینارڈیار کو دیکھ کر بولا "تم کیسیٹ کو واپس لے جاؤ گے"؟

ٹھینارڈیار نے جواب دیا "جی ہاں۔ میں نے اس معاملہ پر غور کر لیا ہے سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس لڑکی کے دینے کا حق ہی حاصل نہیں ہے۔ یہ لڑکی میری اپنی بیٹی نہیں۔ اس کی والدہ اسے میرے ہاں چھوڑ گئی ہے۔ جب وہ آ کر اُسے واپس مانگیں گی اس وقت میں کیا جواب دوں گا؟ آپ شاید کہہ دیں کہ اس کی ماں مر گئی ہے۔ ایسی حالت میں بھی لڑکی صرف اُسی شخص کے حوالے کی جا سکتی ہے۔ جو اس کی ماں کی اس مطلب کی تحریر دکھلائے"۔

بلجین نے ٹھینارڈیار کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے اپنی جیب سے آہستہ آہستہ اپنا پرانا بٹوا نکالا۔ حریص ٹھینارڈیار مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ اُس نے سمجھا۔ دوا کارگر ہوئی مگر اس مرتبہ بٹوے سے نوٹ نہیں نکلے۔ نکلا ایک کاغذ کا پرزہ۔ بلجین نے وہ پرزہ ٹھینارڈیار کے ہاتھ میں دے کر اُسے پڑھنے کے لئے کہا۔ ٹھینارڈیار نے اُسے پڑھا۔ اس میں درج تھا:۔

"ایم سُر ایم
مارچ ۲۵۔ ۱۸۲۳ء
مسٹر ٹھینارڈیار

کیسیٹ کو حامل رقعہ ہذا کے ساتھ بھیج دیں۔ جو خرچ باقی ہوگا۔ یہ ادا کر دیں گے۔

آپ کی
فینٹائن

بلجین نے پوچھا "دستخط پہچانتے ہو؟"

فینٹاں کے دستخط تو تھے ہی۔ تھینارڈیار نے پہچان بھی لیا۔ اب وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

بلجین بولا "دل چاہے تو یہ کاغذ اپنے پاس رکھ لو"۔

تھینارڈیار نے کاغذ کو ہاتھ سے موڑتے موڑتے کہا "یہ تو جعل معلوم ہوتا ہے۔ خیر! کچھ بھی ہو ابھی فینٹاں کے ذمہ میرا بہت سارا روپیہ باقی ہے"۔

بلجین اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے کپڑوں کی گرد جھاڑتا ہوا بولا "مسٹر تھینارڈیار! ماہ جنوری میں لڑکی کی والدہ نے حساب کیا تھا کہ اسے آپ کے ۱۲۰ فرینک دینے ہیں۔ ماہ فروری میں آپ نے ۵۰۰ فرینک کا بل بھیجا ۳۰۰ فرینک آپ کو ماہ فروری کے آخر میں ملے۔ اور ۳۰۰ ماہ مارچ میں۔ اس کے بعد نو ماہ گذرے ۱۵ فرینک ماہوار کے حساب سے کل ۱۳۵ فرینک ہوئے۔ اس حساب سے آپ کو ۱۰۰ فرینک زیادہ ملے۔ اور میں نے ابھی آپ کو پندرہ سو فرینک اور دیئے ہیں"۔

شکاری کے آہنی قفس میں داخل ہو کر جو حالت شیر کی ہوا کرتی ہے وہی اس وقت تھینارڈیار کی ہوئی۔ وہ مجبور شیر کی مانند گرج کر بولا "صاحب! میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ کا نام تک مجھے معلوم نہیں۔ اگر آپ تین ہزار فرینک نہیں دیتے تو میں کسیٹ کو واپس لے جاؤں گا"۔

بلجین نے استقلال کے ساتھ کسیٹ کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آؤ کسیٹ!" اور اپنی موٹی چھڑی اٹھا کر چل دیا۔

موٹا ڈنڈا، بلجین کا طاقتور جسم۔ اور سنسان راستہ دیکھ کر تھینارڈیار منہ دیکھتا رہ گیا۔ کسیٹ کو ساتھ لے کر بلجین نے اپنی راہ لی۔

Taj Tahir Foundation

تئیسواں باب

مصیبت میں

جس وقت بلچین پیرس میں پہنچا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ وہ ایک کرایہ کی گاڑی میں سوار ہو کر اسپلینڈ کے قریب جا اُترا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی گلی میں ایک سہ منزلہ حویلی کی تیسری منزل پر اُس نے ایک کمرہ پہلے سے کرایہ پر لے رکھا تھا۔ کسیٹ کو ساتھ لے کر وہ اُسی مکان میں چلا گیا۔ یہ معمولی سا مکان تھا۔ اور چونکہ اُس کا کرایہ بھی کم تھا۔ اس لئے ہر وقت کرایہ داروں سے بھرا رہتا تھا۔ کسیٹ گاڑی میں سو گئی تھی۔ بلچین نے اُسے جگایا نہیں۔ اُسی حالت میں اُسے گود میں لئے ہوئے کمرہ میں داخل ہُوا۔ اُس کمرہ میں ساز وسامان کچھ زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ بالکل سادہ اور غریبانہ تھا۔ وہاں ایک میز اور چند کرسیاں رکھی تھیں ایک کونے میں ایک چولھا پڑا تھا اور دوسری طرف ایک معمولی قسم کا کم قیمت کا لمپ رکھا تھا۔ بلچین نے کسیٹ کو بستر پر لٹا دیا اور لمپ روشن کر کے اس کی دھیمی روشنی میں اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھنے لگا۔

Taj Tahir Foundation

لڑکی گہری نیند سو رہی تھی۔ اُسے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں آئی ہے۔ اور اُسے کون لایا ہے۔ بلیجین نے جھک کر کسیٹ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ نو ماہ پیشتر اُس نے اسی طرح اس کی ماں کے ہاتھ چومے تھے۔ اس وقت وہ بھی اسی طرح پڑی سو رہی تھی+ اس رنج دہ یاد نے اُس کے دل کو تڑپا دیا۔ نو ماہ کا عرصہ ہوا جس طرح اُس نے فینٹائن کے پلنگ کے پاس دو زانو ہو کر خُدا سے دعا مانگی تھی۔ اُسی طرح اُس نے آج کسیٹ کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر خدا سے التجا کی۔

صبح ہو گئی تھی۔ مگر کسیٹ ابھی تک سو رہی تھی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ آفتاب کی ہلکی ہلکی روشنی کھڑکی کی راہ سے چھن چھن کر اُس کے چہرہ پر پڑ رہی تھی۔ یکایک نیچے ایک سامان سے لدی ہوئی گاڑی گزری جس کے شور سے تمام مکان کانپ اُٹھا۔ کسیٹ کی آنکھ کھل گئی آنکھوں کو ملتی ہوئی وہ جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی روز کی عادت کے مطابق بولی "ہاں میڈیم! میں ابھی آئی ہوں۔ میری جھاڑو کہاں ہے؟"

آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو سامنے بلیجین کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پہلے روز کے سب واقعات یاد آ گئے۔ اور بولی "اوہ! میں سب کچھ بھول گئی تھی۔ آداب بجا لاتی ہوں"۔

بچپن کے زمانہ میں ہنسی اور شادمانی بہت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ بچے خود مجسم خوشی اور مسرت ہوتا ہے+ کسیٹ نے دیکھا کہ اُس کی گڑیا اس کی چارپائی کے نیچے پڑی ہے۔ وہ اُسے اُٹھا کر کھیلنے لگی۔ بلیجین سے طرح طرح کے سینکڑوں سوالات کئے۔ میں کہاں ہوں؟ پیرس بہت بڑا ہے؟ میڈیم تھینارڈیار بہت دور ہیں؟ وہ یہاں تو نہیں آئے گی؟ وغیرہ وغیرہ۔

یکایک وہ فرطِ مسرت سے چلا اٹھی "یہ جگہ کیسی اچھی ہے"۔ درحقیقت اس مقام میں کوئی خاص دلکشی نہیں تھی۔ آج قیدی کسیٹ آزاد ہے یہی وجہ ہے کہ وہ آج اتنی خوش ہے ٭

پیرس پہنچنے کے بعد بلجین اور کسیٹ کے کئی ہفتے بڑے آرام چین سے گذر گئے۔ تمام دن بلجین گھر پہ رہتا کسیٹ کو لکھنا پڑھنا سکھاتا اور کبھی کبھی اُسے کھیل کھلاتا شام کے بعد دونوں ہوا خوری کے لئے باہر جاتے بلجین کو کسیٹ "بابا" کہہ کر مخاطب کرتی، اُسے اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ بابا کے علاوہ اس کا نام کیا ہے۔ بلجین بھی دنیاوی محبت میں پھنس گیا۔ اس کی آنکھوں پہ پردہ پڑ گیا۔ اس وقت پھر اس کی زندگی پُر لطف اور جینے کے قابل بن گئی ٭

دُنیا کا قاعدہ ہے۔ کہ انسان انسان کا سُکھ نہیں دیکھ سکتا کسیٹ کے ساتھ بلجین سُکھ سے رہتا ہے۔ ہمسایوں کی آنکھوں میں ان کی راحت کھٹکنے لگی، وہ لوگ بوڑھی خادمہ کے ذریعے آہستہ آہستہ بلجین کی زندگی کے رازوں کو معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگے، اُس کا گزارہ کس طرح ہوتا ہے؟ اس بات کا پتہ لگانے کے لئے مکان کی مالکہ سب سے زیادہ بیتاب تھی تختوں کی درز میں سے ایک روز اُس نے دیکھا کہ آدھی رات کے وقت بلجین نے لیمپ جلا کر قینچی اور سوئی تاگہ نکالا، اور اپنے کوٹ کی سلائی اُدھیڑ کر اس میں سے ایک زرد رنگ کا کاغذ نکال لیا، پھر اُسی طرح سلائی کر دی اس بات کی بنا پہ دوسرے کرایہ داروں میں خوب گرما گرم بحث ہوئی، حسد نفرت میں تبدیل ہو گیا، بلجین نے سوچا کہ اب اس مکان میں رہنا مناسب نہیں ٭

اُنہی دنوں ایک فقیر ہر روز آتا اور اس مکان کے دروازے پر بیٹھ جایا کرتا۔ بلجین شام کے وقت جب ہوا خوری کے لئے باہر نکلتا تو ہر روز اُسے دو چار پیسے دے دیا کرتا تھا۔ ایک روز شام ہونے سے کچھ پہلے بلجین اپنے مکان سے نکلا۔ آفتاب غروب ہونے میں دیر تھی۔ فقیر نے کچھ سوال کیا۔ بلجین اسے پیسے دے رہا تھا۔ کہ فقیر نے ایک گہری تیز نگاہ ڈال کر اُس کے دل کی حالت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ بلجین کی روح کانپ گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ چہرہ کسی اجنبی فقیر کا نہیں۔ بلکہ اس کے واقف پولس افسر کا ہے۔

بلجین کے دل میں فوراً یہ خیال گذرا۔ کیا مجھے گرفتار کرنے کے لئے جابرٹ فقیر بن کر میرے پیچھے پھرتا ہے؟ اگر یہ فقیر جابرٹ ہی ہے تو کیا اُس نے مجھے پہچان لیا ہے؟

مندرجہ بالا واقعہ کے کئی دن بعد آدھی رات کے وقت بلجین نے اپنے کمرے کے باہر بہت سے آدمیوں کے پیروں کی چاپ اور ان کی باہم سرگوشیاں سنیں۔ اصلی بات سمجھنے میں اُسے کچھ دیر نہ لگی۔ یقیناً جابرٹ اپنی پولیس کی فوج لے کر مجھے گرفتار کرنے آیا ہے۔ آہستہ آہستہ اُس نے لمپ گل کر دیا۔ صندوق سے ایک رسی نکالی۔ اُسے کھڑکی کی ایک سلاخ سے باندھ کر باہر لٹکا دیا۔ اُس طرف پولس کے سپاہی نہیں تھے۔ خواب میں سرشار کسیٹ کو کندھے پر اُٹھایا۔ اور اُس رسی کے ذریعے نیچے سڑک پر اُتر گیا۔ ابھی بہت تھوڑی ہی دور جانے پایا تھا۔ کہ جابرٹ نے اپنے سپاہیوں سمیت اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ بلجین ادھر اُدھر گلیوں میں دوڑتا پھرا۔ اور پھر غلطی سے ایک بند گلی میں جا پہنچا۔ چوہا پنجرے میں پھنس گیا۔ اس مصیبت

سے بچ نکلنے کی صرف ایک ہی راہ تھی۔ بدقسمت بلجین نے اُسی کی پناہ لی + اس نے بلا توقف جیب میں سے لوہے کا ایک تیز کانٹا اور ایک ہتھوڑا نکالا کانٹے کو دیوار میں گاڑ دیا۔ اور زور لگا لگا کر بڑی ہوشیاری سے پتھر کا ایک ٹکڑا باہر نکال لیا۔ پتھر نکل جانے سے دیوار میں جو چھید ہو گیا۔ اُس میں پاؤں پھنسا کر اس نے ایک اور اوپر کا پتھر نکالا۔ اور اس میں پاؤں رکھ کر فصیل کے سرے پر جا پہنچا۔ کسیٹ کی کمر سے اُس نے پہلے ہی ایک رسّی باندھ دی تھی۔ اُسی رسّی کی مدد سے کسیٹ کو اوپر کھینچ لیا۔ دیوار سے ملحق ایک درخت تھا۔ اس کا سہارا لے کر وہ نیچے باغ میں اُتر گیا + جابرٹ اور اس کے سپاہی بلجین کی تلاش میں بہت دیر تک اِدھر اُدھر ٹکریں مارتے رہے آخر ہار گئے۔ اور مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اُنہیں اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ بلجین اتنی اونچی دیوار کو پھرتی سے پھاند جائے گا +

Taj Tahir Foundation

چوبیسواں باب

فکلیونیٹ کی احسانمندی

باغ میں اتر کر بلجین نے دیکھا کہ باغ کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے چاروں طرف جھاڑ جھنکار کھڑے ہیں۔ بلجین نے درختوں کی ٹہنیوں اور بیلیوں کو ہٹا کر کسیٹ کو ایک صاف جگہ گھاس پر لٹا دیا اور آہستہ سے کہا "کسیٹ!"

کسیٹ نے کچھ جواب نہ دیا اُس کے ہاتھ پاؤں یخ ہو رہے تھے۔ لڑکی زندہ بھی ہے؟ بلجین بہت گھبرایا۔ کسیٹ کے بدن کو گرم کس طرح کیا جائے؟ یہاں آگ کہاں ملے گی؟

بلجین نے دیکھا۔ تھوڑی دور پر ایک شخص ٹہل رہا ہے۔ چونکہ اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس لئے وہ بلجین کو دیکھ نہ سکا تھا۔ بلجین اُس کے سامنے چلا گیا۔ اپنی جیب سے چند اشرفیاں نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیں۔ اور بڑے دردناک لہجہ میں کہا "ہمیں آج رات یہاں پناہ لے لینے دیجئے اور اُس کے معاوضہ میں یہ اشرفیاں قبول کیجئے"۔

Taj Tamir Foundation

اسی وقت چاند کی روشنی میں بلبجین کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اُس شخص نے جھٹ بلبجین کو پہچان لیا۔ پہچان کر فوراً اس کے قدموں میں گر پڑا اور بولا "مسٹر باڈلن! آپ! آپ یہاں کہاں سے آ گئے"؟

بلبجین حیران ہو گیا! اس اندھیری رات میں اُسے کس نے پہچان لیا! کس نے اُس کے پرانے چھوٹے ہوئے نام سے اُسے مخاطب کیا!

متعجب ہو کر بلبجین نے پوچھا "تم کون ہو؟ یہ مکان کس کا ہے"؟

"ارے مسٹر باڈلن! آپ مجھے پہچان نہیں سکے؟ میں فکلیونیٹ ہوں آپ نے مجھے گاڑی کے پہیئے کے نیچے سے نکال کر میری جان بچائی تھی"۔

اب بلبجین نے اُسے پہچان لیا۔

فکلیونیٹ پھر بولا۔ آپ ہی نے مجھے اس باغیچہ میں ملازم رکھوایا تھا مسٹر باڈلن! آپ تو سب باتیں بھول گئے"؟

بلبجین نے کہا "اب زیادہ کچھ سننے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ تم اس وقت کیا کر رہے تھے"؟

"وہ تربوز کے کھیت میں تربوزوں کو ڈھانپ رہا تھا"۔

"تمہارے گھٹنے پر گھنٹی کیسی بندھی ہے"؟

"اوہ، یہ گھنٹی! اس گھنٹی کی آواز سن کر انہیں بھاگنے کی مہلت مل جاتی ہے"۔

"انہیں! کن کو"؟

"یہاں صرف مستورات رہتی ہیں۔ وہ مرد کو دیکھ کر ڈرتی ہیں۔ اسی لئے میرے گھٹنے پر گھنٹی باندھ دی ہے"۔

"یہاں کون رہتا ہے"؟

"آپ نہیں جانتے یہاں صرف ایسی لڑکیاں اور عورتیں رہتی ہیں۔ جنہوں نے تمام عمر کنواری رہنے کا عہد کر رکھا ہے۔ مگر مسٹر باؤلن! آپ یہاں پہنچے کیونکر؟ اگرچہ آپ کے چال چلن پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تاہم آپ مرد ہیں اور یہاں مردوں کے آنے کی ممانعت ہے"۔

"آخر تم بھی تو ہو"۔

"بس صرف میں ہی ہوں"۔

بلچین باغبان کے اور بھی قریب جا کر کہنے لگا۔ "دیکھو فکلینٹ! میں نے تمہاری جان بچائی تھی۔ میں نے جو کچھ تمہارے لئے کیا تھا۔ وہی تم اس وقت میرے لئے کرو"۔

"باؤلن صاحب! میں بھلا آپ کے لئے کیا کر سکوں گا اگر اپنی جان دے کر بھی میں آپ کے کسی کام آ سکوں یا آپ کی کوئی خدمت سرانجام دے سکوں تو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ میں چھوٹا سا غریب آدمی میری ذات سے آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

"میں تم سے سب باتیں تفصیل وار بیان کروں گا۔ تمہارے رہنے کے لئے علیحدہ مکان ہے نا؟"

"وہ یہ ہے۔ باغ کے کونے میں ایک جھونپڑی ہے"۔

"اچھا۔ مگر تم دو وعدے کرو۔ ایک یہ کہ مجھ سے دریافت نہ کرنا کہ میں یہاں کیسے آیا۔ اور دوسرے کسی کو یہ نہ بتانا کہ تم مجھے جانتے ہو"۔

"بہت اچھا۔ یوں ہی سہی۔ آپ کوئی اچھی بات ہی کریں گے۔ آپ کی ذات سے کسی بدی کی امید تھوڑا ہی ہو سکتی ہے"۔

"خوب! تو میرے ساتھ آؤ۔ میرے ساتھ ایک چھوٹی سی لڑکی

Taj Tahir Foundation

ہے راستے لے آئیں"۔

فکلیونیٹ بولا "چھوٹی لڑکی؟" مگر وہ بلا پس و پیش بلجبین کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

بلجبین کسیٹ کو گود میں اٹھا کر فکلیونیٹ کی جھونپڑی میں لے گیا۔ اور وہاں اس کو آرام سے لٹا دیا۔ اندر آگ جل رہی تھی۔ گرمی پہنچنے سے کسیٹ کی حالت ٹھیک ہو گئی اور وہ آرام سے سو گئی۔ دونوں آدمی آگ کے قریب میز کے پاس بیٹھ گئے۔ فکلیونیٹ نے کچھ بسکٹ، تھوڑا سا پنیر، ایک بوتل شراب اور دو گلاس لا کر میز پر رکھ دیئے۔ اور بلجبین سے کہا۔ "مسٹر ماڈلین! یہ تو بڑا ظلم ہے کہ آپ مجھے پہچان بھی نہ سکے۔ پہلے تو لوگوں کو موت کے منہ سے نکالتے ہیں۔ اور پھر انہیں بھول جاتے ہیں۔ بڑے ظالم ہیں آپ!"

پچیسواں باب

کنواریوں کی فرودگاہ

صبح کے وقت فکلیونیٹ اُٹھا، تو دیکھا کہ کسیٹ پڑی سو رہی ہے اور مسٹر ماڈلن بیٹھے اُس کے چہرے کو تک رہے ہیں اور کچھ فکر مند سے نظر آتے ہیں۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بلجین سے کہنے لگا "مسٹر ماڈلن! آپ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اب مجھے تو آپ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے"۔

بلجین خود اسی فکر میں تھا۔

فکلیونیٹ نے پھر کہا "اول تو آپ یا یہ لڑکی دونوں میں سے کوئی اس جھونپڑی سے باہر نہ نکلے۔ اگر کسی نے آپ کو باغ میں دیکھ لیا تو سب کی شامت آجائے گی"۔

بلجین نے جواب دیا "بیشک۔ اس میں کیا شبہ ہے"۔

فکلیونیٹ نے کہا "مسٹر ماڈلن! آپ بڑے اچھے موقع پر یہاں تشریف لائے۔ آج کل ایک کنواری کو کوئی مہلک عارضہ لاحق ہو گیا ہے باقی تمام کنواریاں شبانہ روز اُس کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف

رہتی ہیں۔ آج کے دن تو کوئی ڈر نہیں۔ کوئی نہ دیکھنے پائے گا۔ کل کی اللہ جانے"۔

اس وقت گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ فکلیونیٹ بولا "معلوم ہوتا ہے مریضہ چل بسی۔ وہ سنیئے۔ ماتمی گھنٹہ بج رہا ہے"۔

بلجلین کی توجہ ادھر نہ تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کہ کسی طرح میں خود بھی یہاں رہنے لگوں اور کسیٹ کو بھی یہیں رکھ لوں تو خوب ہو۔

یہ مقام پولس کی دسترس سے باہر ہے اور یہاں کوئی غیر آدمی بھی نہیں آجا سکتا۔ میرے رہنے کے لئے اس سے موزوں جگہ اور کوئی نہیں۔

اسی وقت ایک دوسری قسم کے گھنٹے کی آواز آئی۔ فکلیونیٹ جلدی سے اٹھ کر بولا "مسٹر ناڈلن! آپ ذرا ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ دیکھوں۔ مالکہ کیوں بلا رہی ہیں"۔

یہ کہہ کر فکلیونیٹ بڑی تیزی سے چلا گیا۔

اس نے جا کر بڑی کنواری کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ اکیلی بیٹھی فکلیونیٹ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ فکلیونیٹ سلام کر کے ادب سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ کنواری تسبیح پھیر رہی تھی۔ سر اٹھایا اور فکلیونیٹ سے کہنے لگی۔ "فکلیونیٹ! میں نے تمہیں بلایا ہے۔ تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں"۔

فکلیونیٹ نے جواب دیا۔ "ہاں! میں بھی آپ سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

اس وقت بڑھیا کی روح کانپ رہی تھی۔ بولی "اوہ تمہیں بھی کچھ کہنا ہے؟"

فکلیونیٹ نے کہا "نہیں ماں! میری ایک درخواست ہے"۔

بڑھیا نے پوچھا "کیا درخواست ہے؟ بتلاؤ"۔

فکلیونیٹ نے لمبی چوڑی تمہید کے بعد کہنا شروع کیا۔ "اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کام بہت بڑھ گیا ہے۔ اکیلے سے تمام ہوتا نہیں، میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو اسے بلا لوں۔ میرے کام میں مدد دیا کرے گا۔ اس کی ایک چھوٹی سی لڑکی ہے، اسے یہاں داخل کرا دوں گا"۔

فکلیونیٹ نے اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں۔ جب کہہ چکا تو بڑھیا بولی "فکلیونیٹ! تم آج رات کسی سے لوہے کی ایک چھڑ نہیں لا سکتے؟"

"چھڑ کس لئے؟"

"اس سے کسی چیز کو اوپر اٹھانا ہے"۔

"ہاں ماں! لے آؤں گا"۔

"فکلیونیٹ! تم نے گرجا گھر دیکھا ہے؟"

"جی ہاں"۔

"وہاں میز کا ایک پتھر اوپر اٹھانا ہے"۔

"یہ کام میں اکیلا تو شاید نہ کر سکوں۔ دو آدمی ہوں تو سہولیت سے ہو جائے"۔

"میڈیم اسٹین کسی طرح طاقت میں مردوں سے کم نہیں وہ تمہیں مدد دیں گی"۔

"ماں! مرد اور عورت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میرا بھائی بڑا مضبوط اور توانا آدمی ہے"۔

بڑھیا کچھ سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد بولی "فکلیونیٹ تمہیں معلوم

نہیں۔ آج ایک کنواری اس دنیائے ناپائدار سے رحلت کر گئی ہے"؟

"نہیں"۔

"تم نے ماتمی گھنٹہ بجتے نہیں سنا"؟

"اتنی دور سے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ اپنے گھنٹے کی آواز بھی بعض اوقات بڑی مشکل سے پہنچتی ہے"۔

"میڈیم کروس فکلشن اب جہان میں نہیں ہیں۔ کنواریاں انہیں گرجا گھر کے اس کمرے میں لے گئی ہیں جہاں مُردوں کی آخری رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ تمہارے سوا کسی مرد کو وہاں جانے کی اجازت نہیں۔ کروس فکلشن نے بڑے اطمینان سے دم توڑا۔ آخری لمحہ تک ہوش حواس قائم رہے۔ فکلیونیٹ! کیا ایسی نیک۔ پاکیزہ۔ فرشتہ سیرت۔ روح کی کوئی آخری خواہش ہو۔ تو اسے پورا کرنا ہمارا فرض ہے یا نہیں"؟

"ضرور ہے"۔

فکلیونیٹ! مرتے وقت انہوں نے حکم دیا تھا کہ میں جس قبر میں بیس ۲۰ سال تک آرام سے پڑی سوتی رہی وہیں میری آخری سیج بچھائی جائے"۔

"تو مجھے انہیں اسی قبر میں بند کرنا ہوگا"؟

"ہاں"۔

"اور سرکاری قبر"؟

"فکلیونیٹ! تم خود ہی سب کچھ سمجھ گئے ہو گے"۔

"ہاں! میں آپ لوگوں کا ادنیٰ خادم ہوں۔ مجھے جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا"۔

"اس کام میں چار طاقتور کنواریاں تمہیں مدد دیں گی"۔

"قبر بند کرنے میں؟ یہ کام تو میں اکیلا ہی کر لوں گا"۔

Taj Tahir Foundation

"نہیں نہیں۔ جنازہ کو گرجا گھر کی نچلی منزل ہی میں تو لے جانا ہے"۔
فکلیونیٹ کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔
"اور اگر میونسپل کمیٹی کو خبر ہو گئی؟"
"مرحوم کی وصیت کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے"۔
"مگر یہ کارروائی تو خلاف قانون ہوگی"۔
"انسانی قانون کے خلاف ہوگی۔ خدا کے قانون کے خلاف نہیں ہے"۔
بڑی کنواری چند لمحے کے لئے خاموش رہی۔ پھر پکارا "کیوں فکلیونیٹ! تم پر بھروسہ رکھوں نا؟"
"یقیناً"۔

"فکلیونیٹ! تم بڑے کام کے آدمی ہو۔ کروس فکشن کی آخری رسومات ادا ہو جائیں۔ تو تم کل ہی اپنے بھائی اور اس کی بیٹی کو میرے ہاں لے آنا یاد رکھو۔ ٹھیک ایک بجے رات کو لوہے کی چھڑ لے کر یہاں پہنچ جانا"۔
"جو ارشاد!"
مسٹر ماڈلین اور کسیٹ کو کنواریوں کی فرودگاہ میں باقاعدہ لانے اور اُن کی وہاں مستقل رہائش کی ترکیب ڈھونڈھ نکالنے سے بوڑھے فکلیونیٹ کو بے حد خوشی ہوئی۔ جھونپڑی میں پہنچ کر اس نے ماڈلین کو سب حالات سنائے۔ اس نے سوچا کہ کسیٹ کو تو جھولی میں ڈال کر خانقاہ سے باہر چھوڑ آؤں گا۔ مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ مسٹر ماڈلین اب کس طرح باہر جائیں۔ دونو اس کی ترکیب سوچ رہے تھے۔
تھوڑی دیر بعد بلجین بولا "قبرستان خانقاہ کے باہر واقع ہے نا۔ اچھا تو سرکار کی طرف سے لاش لے جانے کے لئے جو جنازہ آئے گا۔ جب

اُسے قبرستان میں لے جائیں گے تو کیا اُس کے ہلکے ہونے سے جنازہ برداروں کو بھی شک نہ گزرے گا؟"

فکلیونیٹ نے جواب دیا "اُس کے اندر مٹی بھر کر اسے بھاری بنا دیں گے۔ پھر شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے گی"۔

بلجیلن بولا "میرے یہاں سے باہر نکلنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے جنازہ کے اندر بجائے مٹی کے اگر زندہ آدمی ڈال دیا جائے تو کیسا ہو؟"

فکلیونیٹ نے حیران ہو کر پوچھا "کس کو بٹھا دیں؟"

"مجھے اور کس کو"۔

بلجیلن نے پھر ہنس کر کہا "بس ٹھیک ہے، یہاں سے باہر نکلنے کی یہی ترکیب ہے وہ یہ کہ تم مجھے جنازہ میں بند کر دینا۔ جہاں میری ناک ہو۔ اس کے قریب دو تین چھوٹے چھوٹے سوراخ کر دینا۔ تاکہ آسانی سے سانس لے سکوں اور جنازہ کا ڈھکنا ذرا ڈھیلا رہنے دینا۔ ہاں تو یہ ہوا مگر میں لحد کے اندر سے کس طرح نکلوں گا؟"

فکلیونیٹ بولا "اس کے متعلق آپ کچھ فکر نہ کریں۔ اگر آپ جنازہ میں بیٹھ کر خانقاہ سے باہر نکل سکتے ہیں تو قبر سے باہر میں نکال لوں گا۔ گورکن میرا بڑا دوست ہے، شراب بہت پیتا ہے میں تھوڑی دیر پہلے جا کر اُسے خوب شراب پلا دوں گا۔ اور نشہ میں سرشار کر دوں گا۔ پھر اُس سے کہہ دوں گا کہ تم بیٹھ جاؤ اور اس کا کام خود کرنا شروع کر دوں گا"۔

یہی تجویز قرار پائی اور کارروائی بھی اسی کے مطابق عمل میں آئی۔ آدھی رات کے وقت فکلیونیٹ نے بجائے لاش کے زندہ آدمی کو جنازہ میں بند کر دیا۔ وقت مقررہ پر جنازے کو قبرستان میں لے گئے اور مرحومہ کی آخری

Taj Tahir Foundation

رسومات ادا ہونے لگیں۔ فکلیونیٹ گورکن کے مکان پر بیٹھ کر اُس کے ساتھ شراب پینے لگا۔ گورکن نے اس قدر شراب پی لی کہ نشہ میں چور ہو گیا۔ اور اُسے کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ فکلیونیٹ نے اس کے فرائض کی انجام دہی اپنے ذمہ لے لی۔ اور بلجیبن کو قبر سے باہر نکال دیا۔ فکلیونیٹ نے پہلے ہی سے ایک محفوظ جگہ تلاش کر رکھی تھی۔ اور کسیٹ کو بھی وہیں لا بٹھایا تھا۔ قبر کو دوبارہ پاٹ کر اس نے بلجیبن کو بھی اُسی جگہ پہنچا دیا۔ دوسرے دن بلجیبن اور کسیٹ خانقاہ میں داخل ہو گئے۔

اُس روز سے باغ میں دو گھنٹیوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ کنواریوں نے دو باغبانوں کو کام کرتے دیکھا۔ اُنہیں معلوم ہو گیا کہ فکلیونیٹ کا چھوٹا بھائی بطور مددگار باغبان رکھا گیا ہے۔ بلجیبن نے اپنا نام الٹایم فکلیونیٹ رکھ لیا۔

کسیٹ نے خانقاہ کے بورڈنگ ہاؤس میں رہنا اور تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ بلجیبن سے ملنے کے لئے اُسے ہر روز ایک گھنٹہ کی چھٹی ملتی تھی وقت مقررہ پر وہ دوڑی دوڑی جھونپڑی میں پہنچتی اور اُسے بہشت بنا ڈالتی بلجیبن کچھ دور کھڑا ہی اُسے کھیلتے ہوئے دیکھا کرتا کسیٹ خوب ہنستی کھیلتی اور مارے خوشی کے اس کا چہرہ روشن رہا کرتا۔ ہنسی ہی وہ آفتاب ہے جو انسان کے کمہلائے ہوئے چہرے کو شگفتہ بنا دیتی ہے۔ جس وقت کسیٹ کے پڑھنے لکھنے کا وقت ہوتا بلجیبن اس کی جماعت کے کمرے کی کھڑکیوں کو دیکھتا اور رات کے سناٹے میں اس کی خواب گاہ کی کھڑکیوں کو تکا کرتا۔

اب بلجیبن اطمینان اور سکون کی حالت میں رہتا تھا۔ اس کے ارد گرد باغیچہ تھا۔ خوشبو دار پھول۔ خوش و خرم بچے خاموش قبریں۔ اور پاکدامن

عورتیں۔ یہ روح افزا مقام اس کے دل و دماغ پر چھا گیا۔ اور اس مقام کا امن و سکون وہاں کے پھولوں کی خوشبو۔ عورتوں کی پاکیزگی۔ اور بچی کے جذبات مسرت آہستہ آہستہ اُس کی روح پر قبضہ کرنے لگے + اُس کو خیال آیا میری زندگی کے دو عظیم ترین خطروں کے وقت کس طرح خدا کے دو گھروں (گرجاؤں) نے میری حفاظت کی تھی + اوّل اس وقت جب میرے لئے تمام دروازے بند ہو گئے تھے۔ اور سوسائٹی نے مجھے دھکّے دے کر باہر نکال دیا تھا۔ دوسرے اُس موقعہ پر جب سوسائٹی ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی تھی پہلی مرتبہ اگر حفاظت نہ ہوتی۔ تو میں پھر گناہوں کے بحرِ ذخّار میں غرق ہو جاتا اور دوسری دفعہ اگر بچاؤ کی صورت نہ نکل آتی تو مجھے سخت سزا بھگتنی پڑتی + اُس کا سینہ شکر گذاری کے جذبات سے معمور ہو گیا اور اس کے دل میں محبت کا ایک دریا اُمنڈ آیا +

Taj Tahir Foundation

چھبیسواں باب

جنڈریٹ خاندان

آٹھ نو سال اسی طرح گذر گئے۔ رکیسیٹ اب وہ چھوٹی سی لڑکی نہیں رہی اب اُس نے عالم شباب میں قدم رکھا ہے برسات کی چڑھتی ہوئی ندی ہے اُس کے سڈول جسم سے حسن پھوٹا پڑتا ہے۔

انہی دنوں پیرس شہر کے "سیاں ڈی اڈ" نام کے محلہ میں گیارہ بارہ سال کی عمر کا ایک لڑکا سڑکوں پر اِدھر اُدھر پھرتا نظر آتا ہے۔ اس لڑکے کے تن پر صرف ایک پاجامہ اور ایک قمیص ہوتی ہے۔ مگر یہ دونوں کپڑے اس کے والدین نے اُسے نہیں دیئے تھے کسی رحم دل شخص نے ترس کھا کر پہنا دیئے تھے۔ اس کے والد اور والدہ دونوں زندہ تھے مگر اس کی تقدیر میں ان کی شفقت نہ لکھی تھی۔ یہ ان لڑکوں میں سے تھا۔ جو باوجود والدین کا سایہ سر پر ہونے کے بھی یتیم ہوتے ہیں۔

اس لڑکے کے لئے سڑکوں سے بڑھ کر اور کوئی آرام گاہ نہ تھی۔ سڑکوں کے کنکر پتھر اُس کی ماں کے دل سے بہت نرم تھے۔ وہ ہر وقت سڑکوں

Taj Tahir Foundation

رہی ہنستا کھیلتا۔ گاتا پھرتا۔ راہ گیر جب اُسے شریر کہتے تو وہ ہنس پڑتا۔ مگر جب لوگ اُسے چپڑ رکھ کر مخاطب کرتے تو اُسے غصہ آجاتا تھا + اگرچہ اُس کے والدین نے اُسے نکال دیا تھا۔ مگر وہ انہیں بھولا نہ تھا + دوسرے تیسرے مہینے کہتا "والدہ سے ملنے جاؤں گا" دوڑا دوڑا اُس کے پاس جا پہنچتا ۔۔ پیرس شہر میں غریب لوگوں کے محلہ میں ایک ٹوٹے پھوٹے مکان میں رہتی تھی۔ والدین کے علاوہ اُس لڑکے کی دو بہنیں بھی تھیں + دونو ہی نوعمر تھیں جس وقت سے اس غریب کنبہ نے اس مکان میں رہائش اختیار کی تھی اُنہوں نے اپنا نام جنڈریٹ مشہور کر رکھا تھا۔ جو لوگ آس پاس رہتے تھے، اُنہیں اُن کا یہی نام معلوم تھا۔ لڑکے کا نام گاوروک مشہور تھا +

جس مکان میں جنڈریٹ خاندان کی بود و باش ہے اس سے ملحق ایک اور مکان بھی ہے۔ یہ مکان ایک غریب نوجوان نے جس کا نام مسٹر میریس ہے کرایہ پہ لے رکھا ہے +

Taj Tahir Foundation

ستائیسواں باب

میرلِس کون ہے؟

فرانسیسی انقلاب کے زمانہ میں جو لوگ یگانہ روزگار بہادر نپولین کے جھنڈے تلے واٹرلو کے میدانِ جنگ میں جمع ہوئے تھے اُن میں سے ایک کا نام مسٹر پینٹ مرسی تھا۔ اگرچہ اُس کی پیدائش ایک غریب گھرانے میں ہوئی تھی۔ تاہم اپنی غیر معمولی قابلیت اور سر توڑ کوشش کی بدولت اُس نے آہستہ آہستہ فوج میں کرنیل کے عہدہ تک ترقی کر لی۔ وہ اپنی سپاہ کے سامنے ڈٹ کر پرشین اور انگریزی افواج کے حملے کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے اُس کا بدن چھلنی ہو رہا تھا۔ جس وقت غنیم کے چار پانچ سپاہیوں نے شہنشاہ نپولین کو گھائل کر دیا۔ تو کرنیل پینٹ مرسی تیزی سے اُس طرف بڑھا اور ان سپاہیوں کو دوسری دنیا کی راہ دکھا دی۔ دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے یکایک اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اور ایک سپاہی نے اُس کی پیشانی کو تاک کر بڑے زور سے وار کیا۔ پینٹ مرسی اس وار کو روکنے کی تاب نہ لا کر گھوڑے پر سے نیچے

Taj Tahir Foundation

گر گیا ٭

شہنشاہ نیپولین نے یہ حال دیکھا تو باواز بلند کہا "کرنل پینٹ مرسی! آج سے آپ کو بیرن (نائٹ) بنایا گیا۔ اور "لیسجن آف آنر" کی عزت عطا کی گئی" ٭

پینٹ مرسی نے ہلکی آواز میں جواب دیا۔ "جناب! اپنی بیوہ کی طرف سے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" ٭

اُس کے بعد لیٹیرے تھینارڈیار کی مدد سے جس طرح اُس کی جان بچی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ٭

اس میں کلام نہیں کہ شہنشاہ نیپولین نے پینٹ مرسی کو اعلےٰ خطاب اور عزت بخشی مگر اُن سے لطف اندوز ہونا اس کی قسمت میں نہ لکھا تھا + نیپولین نے شکست کھائی اور اُسے قید کر لیا گیا + بوربون خاندان دوبارہ فرانس کے تخت پر قابض ہو گیا پینٹ مرسی نے فوج کا کام چھوڑ دیا اور بارنن شہر میں ایک باغ خرید کر اُس میں بود و باش اختیار کر لی۔ اس کی باقی ماندہ زندگی وہیں گذری ٭

امور سلطنت کے متعلق مسٹر پینٹ مرسی کا اپنے خسر مسٹر جلنز مینڈ سے پہلے ہی سے اختلاف رائے تھا۔ جس وقت پینٹ مرسی انقلاب پسندوں کا طرفدار بن گیا۔ جلنز مینڈ کے غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ پھر رفتہ رفتہ جب پینٹ مرسی نیپولین کی فوج میں بھرتی ہو گیا۔ تو جلنز مینڈ مارے غصے کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اُس نے عہد کر لیا کہ میری موت کے بعد میری بے پایاں دولت میں سے ایک کوڑی تک پینٹ مرسی کو نہ ملے گی۔ پینٹ مرسی کی بیوی یعنی جلنز مینڈ کی بیٹی اس واقعہ کے پیش آنے

کے پیشتر ایک بچہ چھوڑ کر اس جہان فانی سے رخصت ہوگئی تھی۔ جلز مینڈ نے اس بات کا بھی عہد کر لیا تھا۔ کہ اگر پینیٹ مرسی اپنے بیٹے کو اپنے ہاں لے جائے گا۔ یا اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھے گا تو وہ بھی میرے مال وجائداد سے قطعی محروم رہے گا + مسٹر جلز مینڈ نے اپنے داماد کے ساتھ بالکل قطع تعلق کر لیا۔ اس کے نقطۂ نگاہ سے پینیٹ مرسی کسی صورت میں رہزنوں اور ڈاکوؤں سے کم نہ تھا + بیٹے کے مستقبل کا خیال کر کے باپ نے چار و ناچار اپنی شفقت پدرانہ پر جبر کیا اور سینے پر صبر کا پتھر رکھ لیا۔ میرئس پینیٹ مرسی اپنے نانا ہی کے ہاں رہنے لگا۔ اور وہیں اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا بندوبست ہوا۔ باپ اگرچہ زندہ تھا مگر بیٹے کی آئندہ بہبودی کے خیال کو مدِ نظر رکھ کر اس سے ملنے جلنے سے احتراز کرتا یہاں تک کہ اس کے حالات بھی اسے معلوم نہ ہو سکتے اور بیٹا زبردست خواہش کے باوجود اپنے نانا کے ڈر سے والد کو کچھ نہ لکھ سکتا تھا +

پینیٹ مرسی ہر دوسرے تیسرے مہینے اشتہاری مجرموں کی طرح چھپ چھپا کر آتا اور جس وقت میرئس کی موسی اسے لے کر باہر نکلتی اس وقت اسے دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا جاتا + ۱۸۲۷ء میں میرئس نے سترھویں سال میں قدم رکھا۔ ان دنوں وہ لا کالج (قانون کی درسگاہ) میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک روز شام کے وقت وہ کالج سے واپس آیا تو اس کے نانا ہاتھ میں ایک خط لئے اس کے پاس پہنچے اور کہا میرئس کل صبح تمہیں بارنن کو جانا ہوگا +

میرئس نے پوچھا "کیوں؟"

"اپنے والد سے ملنے کے لئے" +

میریُس سہم گیا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ نانا صاحب کبھی اپنی زبان سے مجھے ابا جان سے ملنے کی اجازت دیں گے ۔

مسٹر چلز میلنڈ نے کہا "معلوم ہوتا تمہارے والد سخت بیمار ہیں۔ اور ایک مرتبہ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں چھ بجے صبح ایک ڈاک گاڑی بارنن کو جاتی ہے۔ کل صبح تم اُسی گاڑی سے چلے جانا"۔

یہ کہہ کر چلز میلنڈ نے خط تہ کر کے جیب میں رکھ لیا اور وہاں سے چل دیا۔

میریُس اپنے والد سے ملنے کے لئے بیتاب ہو گیا۔ اگر نانا اجازت دیدیتے تو وہ رات ہی کی گاڑی سے چلا جاتا۔ اور اپنے والد سے مل لیتا۔

دوسرے دن شام کو میریُس بارنن جا پہنچا۔ پتہ پوچھتا پوچھتا آخر پینیٹ مرسی کے مکان پر جا پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک عورت دروازہ کھول کر باہر آئی۔

میریُس نے پوچھا "مسٹر پینیٹ مرسی مکان پر ہیں؟"

عورت خاموش رہی۔

پینیٹ مرسی نے دوبارہ سوال کیا۔ "یہ اُنہی کا مکان ہے؟"

اس مرتبہ عورت نے سر ہلا کر جواب دیا۔ "ہاں"۔

"میں اندر جا کر ان سے مل سکتا ہوں؟"

"نہیں"۔

"کیوں؟ میں ان کا بیٹا ہوں۔ اُنہوں نے مجھے خط لکھ کر بلایا ہے۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے"۔

"اب وہ آپ کا انتظار نہیں کر رہے"۔

میریُس نے دیکھا۔ وہ عورت چپ چاپ آنسو بہا رہی ہے۔ اُس نے

میرلُس کو اندر جانے کے لئے کہا۔

اندر جاکر میرلُس نے جو دردناک منظر دیکھا اُس سے اُس کا سینہ شق ہو گیا۔ کمرے میں ایک شمع روشن تھی۔ وہاں صرف تین شخص موجود تھے۔ ایک کھڑا تھا۔ دوسرا دوزانو بیٹھا خدا سے دعا مانگ رہا تھا۔ اور تیسرا آدمی بستر پر دراز تھا۔ جو شخص لیٹا ہوا تھا وہی کرنل پینٹ مرسی تھا۔ اور باقی دو میں سے ایک ڈاکٹر اور دوسرا پادری تھا۔

تین چار روز پیشتر پینٹ مرسی کو شدت کا بخار چڑھ آیا۔ اپنی حالت اچھی نہ دیکھی۔ تو بیٹے سے آخری ملاقات کرنے کے لئے خط لکھا۔ آج صبح تک تو وہ بڑی بیتابی کے ساتھ میرلُس کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر اُس کے بعد اُسے چارپائی پر لٹائے رکھنا دشوار ہو گیا وہ یکایک اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا "اب تک میرا بیٹا نہیں آیا! اچھا میں خود ہی جاکر اُس سے ملتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اُس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ مگر غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور اسی لمحہ اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ شمع کی دھندلی روشنی میں کرنیل کی بے نور آنکھوں سے نکلا ہوا ایک بڑا آنسو اُس کے خشک رخسار پر اب تک نظر آرہا تھا۔ یہ آنسو بیٹے کی یاد میں بہا تھا۔ میرلُس اشک بہاتا ہوا اپنے باپ کی طرف جو مجسم بہادری تھا۔ تک رہا تھا۔ اور اس کے سینے کے اندر غم ناقابل برداشت بنتا جاتا تھا۔ ایسا باپ! اُس کی محبت سے میں تمام عمر کے لئے محروم رہا صرف اپنے نانا کی بدولت!

پینٹ مرسی کچھ بہت مال وجائداد چھوڑ کر نہیں مرا۔ تھوڑا بہت جو کچھ تھا اُسے فروخت کرکے اُس کی آخری رسومات ادا کی گئیں۔ جنازہ تیار کرتے وقت خادمہ کو اُس کے بستر کے نیچے سے کاغذ کا ایک پرزہ ملا۔ وہ

اکر اس نے میرئس کو دیا ۔ اُس میں درج تھا :-

"میرے بیٹے کے لئے ۔ واٹرلو کے میدان جنگ میں شہنشاہ نے مجھے بیرن کا خطاب عطا فرمایا تھا ۔ بوربون کے بادشاہ اُسے تسلیم نہیں کرنا چاہتے لیکن میں نے اپنے سینے کا خون بہا کر یہ عزت خریدی ہے ، میرا بیٹا اس سے بہرہ اندوز ہوگا ۔ وہ ضرور اس عزت کے لائق ہوگا "۔

اُسی چھٹی کے دوسری طرف مندرجہ ذیل عبارت مرقوم تھی !

"واٹرلو کے میدان جنگ میں ایک سارجنٹ نے میری جان بچائی تھی اُس کا نام تھینارڈیار ہے سننے میں آیا ہے کہ پیرس کے قریب مونٹ فارمل یا اس کے قرب و جوار میں اُس نے کوئی ہوٹل کھولا ہے ، اگر میرے بیٹے کو اس سے ملنے کا موقعہ ملے تو حتی الوسع تھینارڈیار کی مدد کرے "۔

دو روز تک میرئس بارنن میں ہی ٹھہرا رہا ۔ والد کی آخری رسومات ادا ہو چکیں تو پھر واپس چلا گیا ۔

Taj Tahir Foundation

اٹھائیسواں باب

میریس تنہا

اسی وقت سے میریس کی زندگی میں ایک عظیم تبدیلی واقع ہو گئی۔ اس نے کالج جانا تقریباً بند کر دیا۔ اس کی طبیعت مضمحل تھی اور خیالات منتشر اور اسی حالت میں وہ ہر وقت پڑھتا رہتا۔ مگر قانون کی کتابیں کبھی نہ دیکھتا رات دن وہ فرانس کے انقلاب کی تاریخ کا مطالعہ کرتا نظر آتا۔ ہر ادکام چھوڑ کر وہ ہر ماہ دو تین دفعہ بارنن جاتا اور اپنے والد کی قبر پہ چند آنسو بہا آتا۔ یہ تبدیلی مسٹر جلز مینڈ سے پوشیدہ نہ رہی۔ بوڑھے کو فکر دامن گیر ہوئی۔ اور وہ اس کا باعث معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

ایک روز میریس اپنے نانا سے اجازت لے کر دو تین دن کے لئے کہیں چلا گیا۔ بوقت روانگی اس کی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکل کر گر پڑا خادمہ نے جھاڑو دیتے وقت اٹھا لیا اور لا کر جلز مینڈ کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ چشمہ لگا کر اسے پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا!

"میرے بیٹے کے لئے۔ واٹرلو کے میدان جنگ میں شہنشاہ نے مجھے

بیرن کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ بوربون خاندان کے بادشاہ اُسے تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے سینے کا خون بہا کر میں نے یہ عزت خریدی ہے۔ میرا بیٹا اُس سے بہرہ اندوز ہو گا۔ وہ ضرور اس عزت کے لائق ہو گا"۔

پڑھتے ہی بوڑھے کے تن بدن میں گویا آگ لگ گئی بہ آواز بلند کہا "یہ اسی قاتل کے دستخط ہیں نا؟"

اس کے بعد خدمتگار سے کہا "اس کاغذ کو ابھی لے جا کر کہیں پھینک دو"

دو روز کے بعد جب میریس واپس پہنچا تو جلز مینڈ نے اسے اپنے کمرے میں بلایا اور بڑے سخت لہجہ میں کہا "میریس! نہیں نہیں میں بھول گیا۔ تم اس وقت بیرن ہو۔ فقیر کا بیٹا، بیرن! یہ ناممکن ہے"؟

اپنے والد مرحوم کی طرح اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر میریس کے سینے پر کڑی چوٹ لگی۔ بولا "نانا جان! معاف کیجئے، میرے والد فقیر نہیں تھے۔ وہ شجاع اور دلاور تھے۔ ساری عمر فرانس کی جمہوری خدمت کر کے آخر بہشت میں چلے گئے۔ اُن سے صرف ایک ہی قصور سرزد ہوا تھا۔ اور وہ قصور یہی تھا کہ انہوں نے دو ناشکروں یعنی مجھے اور اپنے وطن کو ہمیشہ عزیز از جان رکھا۔ اور پیار کیا"۔

یہ صاف جواب سُنا تو گویا جلز مینڈ پر بجلی گر پڑی۔ اُس نے کہا "میریس! نہ مجھے معلوم کہ تمہارے والد کون تھے اور نہ مجھے یہ معلوم کرنے کی خواہش البتہ یہ یاد رکھو کہ جیسے بیرن تم ہو ویسا میرا جوتا بھی بیرن ہے۔ اور جو لوگ بونا پارٹ کے پیرو ہیں وہ باغی و غدار ہیں، ظالم ہیں، بزدل ہیں۔ انہوں نے اپنے سچے بادشاہ کے ساتھ دغابازی کی ہے مجھے صرف یہی معلوم ہے۔ اور اگر تمہارے والد اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے تو وہ بھی یقیناً"

ایسے ہی تھے، واٹرلو کی جنگ میں وہ انگریزوں اور پرشینوں کے خوف سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے"۔

میرئس مارے غصے کے کانپ اٹھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے، اُس کا دماغ چکر کھانے لگا۔ اُس کے روبرو اُس کے والد مرحوم کی یہ توہین! مگر کیا کرتا؛ انتقام لے تو کس سے؛ ایک طرف والد مرحوم، دوسری طرف ضعیف نانا! ایک طرف پاکیزہ قبر، دوسری طرف سفید بال! میرئس دیوانہ وار کمرہ سے باہر نکل گیا۔

بوڑھا غصے کی آگ میں جل رہا تھا، چلا کر بولا "تم اسی لمحہ میرے مکان سے نکل جاؤ۔ تمہارے جیسے بیرن اور میرے جیسے غریب آدمی کا ایک ہی مکان میں رہنا ناممکن ہے!"

میرئس اُسی بے سروسامانی کی حالت میں باہر چلا آیا۔ اُس کی جیب میں ۳۰ فرینک، ایک گھڑی اور زنجیر کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ گھنٹہ کے حساب سے ایک گاڑی کرایہ کی اور گاڑی بان کو "پیچ لیٹین" کی طرف چلنے کو کہا۔ میرئس کو اب یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ دیکھئے میری بقیہ زندگی کس طرح گذرتی ہے۔

اُنتیسواں ۲۹ باب

یہ نازنین کون ہے؟

میریُس نے غصہ اور خودداری کی رو میں اپنے نانا کا مکان تو چھوڑ دیا مگر اب اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جائے بہت دیر تک پیرس شہر کے گلی کوچوں میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا آخر تھک کر ایک پرانے مکان میں ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ بیرسٹری کے کام میں اُسے بڑی دلچسپی تھی۔ جرمن اور انگریزی وغیرہ کئی زبانوں سے بھی واقفیت تھی۔ بعض ہم جماعت دوستوں کی امداد سے اُس نے چند پبلشرز (کتب فروشوں) کے ساتھ شرائط طے کر لیں اور اُن کے لئے کتابیں لکھنا شروع کر دیں + جو کچھ مل جاتا اُس سے میریُس کا خرچ چل جاتا تھا + جس کمرہ میں میریُس رہتا تھا۔ اُس کے ساتھ کے کمرہ میں جنڈریٹ خاندان رہتا تھا۔ اُن کی تباہ حالت کی رام کہانی سُن سُن کر میریُس کا دل تڑپ اُٹھتا تھا۔ اور وہ مکان کی مالکہ کی معرفت حتی الوسع اُن کی امداد کرتا رہتا تھا + اس مفلس و قلاش خاندان کا بچہ بچہ میریُس کے نام سے واقف اور اس کا شکر گذار تھا۔ میریُس بھی سب کو جانتا پہچانتا تھا۔ مگر جنڈریٹ

Taj Tahir Foundation

خاندان کے کسی فرد کو میرئس کے سامنے آ کر اُس سے گفتگو کرنے کی ہمت کبھی نہ پڑتی تھی ۔ میرئس بھی اس کی کچھ ضرورت نہ سمجھتا تھا ۔

میرئس رات دن اپنے کمرہ میں ہی مطالعہ اور سلسلہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتا اور شام کے وقت لکھشم برگ کے باغ میں سیر کرنے چلا جاتا تھا + ایک روز شام کے وقت جب میرئس اس باغ میں تپائی پہ بیٹھا تھا ایک ساٹھ برس کا بوڑھا ایک سولہ سالہ نازنین کو ساتھ لئے ٹہلتے ٹہلتے آ کر اُس کے پاس بیٹھ گیا اور ٹھنڈی ہوا کھانے لگا + نازنین کے ساتھ چار آنکھیں ہوتے ہی میرئس کے دل میں ایک عجیب جذبہ پیدا ہو گیا ۔ اور وہ کانپ اُٹھا + جتنی دیر تک ممکن تھا بڑی مضطرب اور تشنہ نگاہوں سے اس حسن کی دیوی کی طرف دیکھتا رہا ۔ نازنین بھی کبھی کبھی اپنا شرم و حیا سے سُرخ چہرہ اُٹھا کر ترچھی چتون سے اُس کی طرف دیکھ لیتی تھی + آفتاب غروب ہو گیا تو وہ بوڑھا اُٹھا ۔ اور اُس نازنین کو ساتھ لے کر باغ کے باہر چلا گیا + اس کے جانے کے بعد میرئس دیوانہ وار تھوڑی دیر تک باغ میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا ۔ اور پھر اپنے مکان پہ واپس آ گیا + اگلے روز وہ تیسرے پہر ہی کو باغ میں جا کر اپنی جگہ بیٹھ گیا ۔ اور نازنین کی راہ دیکھنے لگا + شام کے وقت بوڑھا اس لڑکی کے ساتھ آیا اور بنچ پر بیٹھ گیا + اسی طرح ایک ماہ گذر گیا ۔ مگر نگاہیں ملانے کے سوائے لڑکے یا لڑکی کو ایک دوسرے سے کچھ کہنے سننے کا حوصلہ نہ ہوا + یہ بات بوڑھے سے بھی پوشیدہ نہ رہی کہ یہ دونوں ایک دوسرے پہ فریفتہ ہو چکے ہیں + اُس نے ہر روز باغ میں آنا چھوڑ دیا چند روز کے بعد وہ لکھشم برگ میں پھر کبھی نظر نہ آیا ۔ ناامیدی میں بھی امید کرتا ہوا میرئس ہر روز باغ میں آ کر بیٹھ جاتا ۔ آخر مایوس ہو کر اُس نے بھی وہاں آنا چھوڑ دیا ۔

Taj Tahir Foundation

تیسواں باب

فقیرنی

آج کل میرٹس اپنے مکان سے کبھی شاذ ہی باہر نکلتا ہے دلی اضطراب اُس کی جسمانی صحت پر بہت بُرا اثر ڈال رہا ہے۔ ایک روز شام کے وقت وہ اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ کہ دو نو عمر لڑکیاں دوڑی دوڑی آئیں اور اُسے دھکا لگا۔ شام کے جھٹپٹے میں میرٹس نے دیکھا کہ لڑکیوں کے چہرے زرد ہیں۔ اُن کے سروں پر ٹوپیاں نہیں۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے ہوئے پہن رکھے ہیں اور دونوں کے پاؤں ننگے ہیں۔

دوڑتے دوڑتے ایک لڑکی نے دوسری سے کہا "پہریدار آگیا تھا بس پکڑ ہی لیتا"۔

اس کے بعد دونو لڑکیاں بھاگ کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ گئیں۔ میرٹس اپنی ہی فکروں میں محو تھا۔ دوسری طرف اُس کا دھیان نہ تھا۔ یکایک اس کی نگاہ ایک پیکٹ پر پڑی۔ اُسے اٹھا لیا اور اپنے دل میں سوچا کہ شاید اُنہی لڑکیوں کا ہوگا۔ پیکٹ کو جیب میں ڈال کر میرٹس اندر

چلا گیا اور کمرے کا لمپ جلا کر پیکٹ کو کھولا + میرلس کا خیال تھا کہ شاید اس میں کچھ ایسے کاغذات ہوں گے۔ جن سے پتہ چل جائے گا۔ کہ ان کا مالک کون ہے۔ مگر پیکٹ کھول کر دیکھا تو اُس میں چار کھلے لفافوں میں چار چٹھیاں تھیں ؛

پہلی چٹھی کا مضمون یہ تھا! ؛

"بخدمت میڈیم لامار کوئیس" ؛

غریبوں پہ رحم کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا انسان کا مقدم فرض ہے۔ از راہِ عنایت آپ اس مصیبت زدہ باشندۂ ہسپانیہ پہ کرم کریں۔ میں رفاہ عام کے کاموں میں اپنا سارا مال و متاع گنوا بیٹھا ہوں۔ اس وقت مجھے اپنا اور بیوی بچوں کا گذارہ کرنا بھی دشوار نظر آرہا ہے ؛

امید ہے کہ میری درخواست نامنظور نہیں ہو گی

خادم

اُن آل ویسج

کپتان۔ رسالہ

ہسپانیہ

بکمبرہ آنکہ۔

میں ممالک کی سیر کے لئے آیا تھا۔ خرچ کی کمی کے باعث فرانس میں مقیم ہوں" ؛

اس خط میں کاتب کے دستخط تو ضرور ملے مگر اُس کا پتہ نہیں ملا + اس خیال سے کہ شاید دوسرے خط میں کچھ پتہ لگے اسے کھولا اور پڑھا۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت درج تھی!

بخدمت میڈیم لامیٹس ڈی منٹ ورنیٹ۔

نمبر ۹ روکا سیمنٹ

میڈیم

میں چھ بیٹے بیٹیوں کی بیوہ اور بے کس والدہ ہوں۔ میرا سب سے چھوٹا بچہ آٹھ ماہ کا ہے۔ گذشتہ آٹھ ماہ کے عرصہ سے بستر علالت پر پڑی ہوں۔ ابھی عرصے ہیں میرا پیارا شوہر بھی مجھے ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ گیا۔ میں بہت تنگ حال ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے اپنا یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکوں۔ آپ سے مدد کے لئے التجا کرتی ہوں۔ اگر آپ نے اس وقت خبر نہ لی تو ہم سب کو فاقوں مرنا پڑے گا۔

خدا آپ کو جزائے خیر دے!

خادمہ

"انٹینیٹ بلزرڈ"

میرلُس نے تیسرا خط کھولا۔ اس میں مرقوم تھا:۔

بخدمت مسٹر پاکرگو

الیکٹر پانی کاری ٹوپی فروش

روسینٹ ڈینس۔

جناب من

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آپ علمی و ادبی خدمات سرانجام دینے والوں کے دلی دوست اور خیر خواہ ہیں اور ہمیشہ ان کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اس غریب ڈراما نویس کو آج سوالی کی صورت میں آپ کے سامنے پیش ہونے کی جرأت ہوتی ہے۔ میں نے ایک دلچسپ ڈرامہ لکھ کر

سٹیج پر دکھلانے کے لئے "تھیٹر فرینگ" کو بھیجا ہے تھیٹر کے مینیجر نے بھی اُسے خوشی سے سٹیج پر دکھلانے کا وعدہ کیا ہے۔ قدرت کا یہ قانون کہ علم کے ساتھ دولت کی کبھی نہیں بنتی۔ زباں زد خاص و عام ہے۔ چنانچہ میں بھی بہت غریب ہوں۔

"مسٹر پاکر گو! آپ کا نام سن کر میں اپنی بیٹی کی معرفت یہ خط آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ آپ جو کچھ مرحمت فرمائیں گے۔ بصد شکر یہ قبول کرونگا

نیاز مند

"زینیفو"

(ادیب)

میرئس نے اب چوتھی چٹھی کھولی۔ اس میں لکھا تھا:-

بخدمت پادری صاحب سینٹ جاکس چرچ

"قابل تعظیم پادری صاحب!

"مجھے آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں مگر آپ کی دریا دلی کا ہر طرف شہرہ ہے۔ اگر آپ میری بیٹی کے ہمراہ ہماری جھونپڑی میں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم غریبوں پر کیا گذر رہی ہے + قدرت کی کسی پر نگاہ لطف و کرم ہے اور کسی پر نگاہ جور و عتاب ہے + ہماری تقدیر پھوٹ گئی ہے۔ میں اور میری بیوی اپنے تین چار بچوں کے ساتھ فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ اے محتاجوں کے مربی! ایسے کسوں کے مددگار! ایک مرتبہ خود آ کر اس غریب کنبے کی گئی گذری حالت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر جا ؤ

آپ کا فرماں بردار حقیر خادم

پی۔ فیاوانٹے
ڈرامہ نویس"

چاروں چٹھیاں پڑھ کر بھی میرلس کو ان کے لکھنے والوں کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ کاتبوں کا پتہ بھی اُن میں درج نہ تھا مگر دستخط اور طرزِ تحریر دیکھ کر میرلس یہ سمجھ گیا کہ اُن آل ویج میڈیم ہنزرڈ، شاعر زینیفو اور ڈرامہ نویس پی۔ فیاوانٹے یہ چاروں ایک ہی آدمی ہیں۔ یہ خط کس نے تحریر کئے ہیں؟ میرلس نے اس راز کو معلوم کرنے میں اپنا وقت ضائع کرنا لاحاصل سمجھا۔ اور انہیں میز پہ رکھ کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کے وقت جب میرلس ضروری فرائض سے فارغ ہو کر مطالعہ میں مشغول ہونے کی تیاری کر رہا تھا کسی نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا میرلس بولا "دروازہ کھلا ہے اندر آ جائیے"۔

ایک نوجوان لڑکی کمرہ میں داخل ہوئی۔ کھانا نہ ملنے کے باعث بہت نڈھال ہو رہی تھی، تن پہ ایک بوسیدہ قمیص اور ایک پھٹا ہوا چھوٹا کوٹ تھا۔ سردی کے مارے کانپ رہی تھی۔ میرلس نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ جنٹڈریٹ کی بیٹی تھی۔

میرلس نے پوچھا "آپ کیا چاہتی ہیں؟"

لڑکی نے جواب دیا۔ "آپ کے نام ایک چٹھی ہے۔ یہ لیجئے مسٹر میرلس!"
میرلس نے چٹھی لے لی۔ اور اُسے کھول کر پڑھا۔ اُس کا مضمون مندرجہ ذیل تھا!

"کرم فرمائے بندہ۔

Taj Tanir Foundation

تسلیم! ہمارے اس غریب کنبے پر آپ جو لطف و کرم فرماتے ہیں، ہم اُس سے واقف ہیں۔ اور میاں بیوی ہمیشہ خدا سے آپ کی جان و مال کی سلامتی کے لئے دست بدعا ہیں۔

"جناب من! ہم سب دو روز سے فاقہ پہ فاقہ کر رہے ہیں۔ ہماری لڑکی کی زبانی آپ کو سارا حال معلوم ہو جائے گا۔ کرم کیجئے اور بر وقت امداد دے کر ہمیں فاقوں مرنے سے بچائیے۔

خادم

جنڈریٹ"

پچھلی رات کے خطوط کے راز کو منکشف کرنے میں یہ چٹھی بڑی مددگار ثابت ہوئی۔ اس پر اسی شخص کے دستخط تھے۔ باقی خطوط پر بھی بلاشبہ اُسی کے دستخط تھے۔ یہ پانچوں چٹھیاں میرئس کے ہمسایہ جنڈریٹ نے لکھی تھیں۔ لیکن اب شبہ کی بات یہ تھی۔ کہ اس شخص کا نام واقعی جنڈریٹ ہے یا کوئی اور۔ صاحبزادہ میرئس تو مندرجہ بالا پُراسرار خطوط کو پڑھنے میں محو تھا۔ اور وہ نو عمر لڑکی اُس کے کمرہ کی چیزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اُس نے میرئس کے کوٹ کی ایک جیب کی تلاشی لے ڈالی۔ میرئس اُس وقت بحرِ فکر میں مستغرق تھا۔ اُسے کیا خبر تھی۔ کہ جنڈریٹ کی بیٹی کیا کر رہی ہے۔

میرئس کی میز پر ایک کتاب کھلی پڑی تھی۔ لڑکی نے پاس جا کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا!

"جنرل بونا وین کو حکم ملا کہ سپاہ کے پانچ دستے ساتھ لے کر فوراً واٹرلو کے میدانِ جنگ میں جاؤ اور سپائو آف گڈمنٹ کو اپنے قبضے میں کر لو۔"

واٹرلو کا نام پڑھتے ہی لڑکی بول اُٹھی "جناب! مجھے واٹرلو کے جنگ کا سب حال معلوم ہے۔ میرے والد فرانسیسی فوج میں سارجنٹ کے عہدہ پہ مامور تھے۔ ہم لوگ نیپولین کی طرف تھے"۔

لڑکی نے کتاب بند کرکے رکھ دی۔ اور ایک سادہ کاغذ لے کر اُس پر لکھا "پولس کے آدمی یہاں آئے ہیں"۔ اور کاغذ میرلس کے ہاتھ میں دے کر کہا "دیکھئے مسٹر میرلس! میرے حروف کیسے صاف اور خوشنما ہیں۔ بچپن میں ہم دونوں بہنیں پڑھا کرتی تھیں۔ پہلے ہماری حالت ایسی نہیں تھی"۔

یہ کہہ کر وہ لڑکی خاموش ہو گئی۔ پھر میرلس کے چہرے پہ نظریں گاڑ کر دردناک لہجے میں بولی:۔

"مسٹر میرلس! آپ کو کیا معلوم آپ کتنے خوشرو نوجوان ہیں؟"

میرلس نے لڑکی کے اس سوال کا کچھ مطلب نہ سمجھا۔ نہ سمجھنے کی کوشش ہی کی۔ اُس نے کہا "دیکھو میز پہ وہ پیکٹ رکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ تمہارا ہی ہے۔ کل رات مجھے راستے میں ملا تھا"۔

پیکٹ دیکھتے ہی لڑکی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگی اور بولی "کل رات جلدی میں ہم اس پیکٹ کو بھول گئے بعد میں بہت تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ معلوم ہوتا ہے رات آپ ہی سے ٹکر لگی تھی"۔

یہ کہہ کر اُس نے خط جو سینٹ جاکیس چرچ کے سوداگر کے نام تھا نکال لیا اور کہا "ٹھیک ہے۔ فوراً جاؤں تو شاید بڑے میاں سے ملاقات ہو سکے اور کچھ وصول ہو"۔

یہ کہہ کر وہ لڑکی ہنسی اور مسٹر میرلس سے کہنے لگی: "مسٹر میرلس! آپ نے کچھ سمجھا تھی، کہ میں صبح ہی صبح آپ سے ملنے کیوں آئی ہوں؟

میرٹس پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ اُس نے اپنی جیب میں سے ۵ فرینک اور ۱۶ اسُو باہر نکالے۔ اُس وقت یہی اس کی کل کائنات تھی۔ اُس نے سوچا۔ میرے آج کے اخراجات کے لئے ۱۶ اسُو کافی ہوں گے۔ کل کا انتظام کل خود دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اُس نے ۱۶ اسُو اپنے پاس رکھ کر ۵ فرینک اس لڑکی کو دے دیئے۔

وہ خوش ہو کر بولی۔ "پانچ فرینک! میرئس! تم کتنے بھلے آدمی ہو! آج ہم سب کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہو جائے گا"۔

یہ کہہ کر وہ لڑکی میرئس کو فرشی سلام کر کے چل دی جاتے جاتے کہہ گئی "جا رہی ہوں۔ اب بوڑھے سوداگر کو پکڑنا ہو گا"۔

Taj Tahir Foundation

اکتیسواں باب

امداد

جنارڈیٹ کی بیٹی رخصت ہو گئی + میریس اور جنارڈیٹ کے کمروں کے درمیان صرف ایک لکڑی کی دیوار حائل تھی۔ جس پر پلستر کیا ہوا تھا۔ میریس نے آج تک جنڈریٹ کے حالات میں کبھی دلچسپی نہ لی تھی۔ مگر آج اُس کے دل میں اُن لوگوں کے حالات معلوم کرنے کا بہت اشتیاق پیدا ہو گیا + دیوار کے بالائی حصہ پر سے تھوڑا سا پلستر اُتر کر گر گیا تھا اور اُس میں ایک سوراخ ہو گیا تھا + میریس کرسی پر چڑھ گیا اور جھانک کر جنڈریٹ کے کمرہ کی حالت دیکھنے لگا

میریس خود بھی دولت مند آدمی نہیں تھا۔ اُس کے اپنے کمرہ سے مفلسی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر جنڈریٹ کے کمرہ سے تو انتہائی افلاس و ناداری مترشح تھی۔ اُس تنگ و تاریک اور گرد و غبار سے اٹے ہوئے کمرے میں ہوا کا بھی شاید ہی گذر ہوتا ہو گا۔ جیسا کمرہ تھا اُسی قسم کا اس کا سامان تھا + ایک ٹوٹی ہوئی کرسی۔ ایک لنگڑی میز۔ چند میلے چینی کے برتن اور دو ٹوٹی ہوئی چارپائیاں۔ بس اس کے سوا یہاں اور کچھ نہ تھا + البتہ کالے رنگ کے چوکھٹے میں ایک تصویر دیوار پر لٹک رہی تھی۔ اُس میں ایک عورت ایک سوئے ہوئے بچے

Taj Tahir Foundation

کو گود میں لئے غافل پڑی سو رہی تھی۔ آسمان پہ ایک نیل کنٹھ اُڑ رہا تھا۔ اُس کی چونچ میں شاہی تاج تھا۔ تصویر میں پیچھے کی طرف نپولین کھڑا تھا۔ اس کی پیشانی سے نُور برس رہا تھا۔ اور تصویر کے نیچے لکھا تھا:

"مرنگمو اسٹارلس"

"جینا ایلیٹ"

چار پائی پہ ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہوگی۔ اس کے بدن پہ عورتوں کی مانند شمیز تھی۔ یہ شخص بہت زار و نحیف تھا اس کا رنگ زرد تھا۔ مگر اسے دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ بہت بلے درد اور خوفناک خصلت کا آدمی ہے۔ اُس کے منہ میں ایک پائپ تھا جس سے دھواں نکل رہا تھا۔ گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑا بھی موجود نہیں تھا۔ البتہ تمباکو کی کمی نہیں تھی۔ ایک فربہ بدن عورت کمرہ میں ٹہل رہی تھی۔ اس کی عمر تقریباً چالیس سال کی ہوگی۔ یہی جنڈریٹ کی بیوی تھی۔ اسی وقت جنڈریٹ کی بیٹی جس کا ناظرین سے اوپر تعارف کرایا جا چکا ہے دوڑی دوڑی ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ اور اپنے والد کو مخاطب کر کے بولی "بابا وہ آ رہے ہیں"۔

والد نے پوچھا "وہ کون؟ سینٹ جاکس چرچ والا بڈھا؟"

"ہاں۔ وہ ابھی آئیں گے۔ کرایہ کی گاڑی لے کر آ رہے ہیں"۔

"خود ہی کہتی ہے وہ گاڑی لے کر آ رہے ہیں۔ پھر تو پہلے کس طرح آ پہنچی؟"

"وہ کہتے تھے کہ میری بیٹی کو بازار سے کچھ سامان خریدنا ہے"۔

"اُسے اپنا پتہ اچھی طرح سے بتا دیا تھا نا؟ کہہ دیا تھا کہ آخری دروازہ؟"

میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ ٹھیک بتا دیا ہے۔ مجھے اب کچھ سکھانے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایلو وہ سنو گاڑی ہمارے دروازہ پہ آ کر

رُک گئی ہے"۔

جنڈریٹ جلدی میں اپنی بیوی سے بولا۔ "گنی! گنی! انگیٹھی کی آگ بجھا دو۔ اور جاکر چارپائی پر لیٹ رہو اور کراہنا شروع کردو۔ جاؤ جاؤ۔ فوراً جاؤ"۔

بیوی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ مگر جنڈریٹ نے خود جاکر آگ بجھا دی۔ پھر وہ اپنی بڑی لڑکی سے بولا "جلدی سے جاکر کرسی پر بیٹھنے کی جگہ کاٹ ڈال"۔

وہ اپنے باپ کی بات کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ یہ دیکھ کر جنڈریٹ نے خود ہی کرسی میں بیٹھنے کی جگہ کا بید کاٹ ڈالا۔

اسی وقت کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی + ایک بوڑھا آدمی ایک سولہ سالہ نازنین کو ساتھ لیے کمرے میں داخل ہوا۔ میرلیس اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا۔ اس وقت اس کی جو حالت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے یہ نازنین وہی تھی۔ جس پر میرلیس لکسمبرگ کے باغیچہ میں اپنا دل قربان کر چکا تھا۔ یہ وہی شے تھی۔ جو معدوم ہوگئی تھی۔ وہی نازنین جو اچانک اوجھل ہوگئی تھی۔ یہ وہی ستارہ تھا جو چھ ماہ تک چھپا رہا تھا۔ وہی پیشانی۔ وہی متبسّم چہرہ جس کے نظر سے اوجھل ہو جانے سے رات ہوگئی تھی۔ گرہن ختم ہوگیا۔ اور چاند نکل آیا۔ نکلا بھی تو اس تاریکی میں اس بالاخانے میں۔ اس غلیظ کھوہ میں! میرلیس کانپ اُٹھا۔ یہ وہی تھی۔ چہرے پر ذرا زردی ضرور چھا گئی تھی۔ بڈھے کے ہمراہ وہ بھی اندر چلی آئی۔ اور ایک بڑی سی گٹھڑی میز پر رکھ دی۔ جنڈریٹ کی بڑی بیٹی تختے کی آڑ میں چلی گئی اور وہاں سے اُس نازنین کے بیش قیمت کپڑوں اور اس کے خوب صورت چہرے کو حسد بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

کمرے میں داخل ہو چکے تو بوڑھے نے سنجیدہ لہجے میں جنڈریٹ کو مخاطب کر کے کہا "یہ گٹھڑی آپ ہی لوگوں کے لئے لایا ہوں۔ اس میں پہننے کے کپڑے پشمی موزے اور کمبل ہیں"۔

جنڈریٹ بولا "واقعی آپ فرشتے ہیں"۔

جنڈریٹ نے آہستہ سے اپنی بیٹی کے کان میں پوچھا "بوڑھے کو کون سے دستخطوں والا خط دیا تھا"؟

بیٹی نے باپ کے کان میں کہا "فیاوانٹے"۔

جنڈریٹ کو یہ بات عین موقعہ پر معلوم ہو گئی۔ کیونکہ اسی وقت نو وارد نے کہا "میں دیکھتا ہوں دراصل آپ کی حالت بہت افسوسناک ہے مسٹر ــــ"

جنڈریٹ بول اٹھا "فیاوانٹے"۔

بوڑھے نے کہا "مسٹر فیاوانٹے! ہاں ٹھیک۔ یہی تو آپ کا نام مجھے یاد ہے"۔

جنڈریٹ کہنے لگا "ایک زمانہ تھا۔ جب میں بہت مشہور آدمی تھا۔ تالما کا شاگرد تھا۔ اور میرا ایجنٹ یاور تھا۔ لیکن اب میری تقدیر بدل گئی ہے۔ میرے محسن! دیکھئے ذرا نگاہ دوڑا کر دیکھئے۔ میرے گھر میں روٹی کا ٹکڑا نہیں۔ آگ بھی موجود نہیں۔ گردش کے دن ہیں۔ بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ اور کپڑا نہ ہونے کے باعث جاڑے کے مارے کانپ رہے ہیں۔ یہ دیکھئے میری بیوی سخت بخار میں مبتلا ہے۔ اپنی مصیبت کی رام کہانی کیا بیان کروں۔ اور کہاں تک بیان کروں؟ دیکھئے کیسی کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے۔ مگر میں اپنی بیوی کا پھٹا پرانا شمیز پہنے بیٹھا ہوں۔ میرے پاس ایک کوٹ تک نہیں ہے جس کو پہن کر باہر جا سکوں اور شرفا سے میل ملاقات کر سکوں۔ میری

تکالیف کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک سال ہو گیا مکان کا کرایہ بھی ادا نہیں کر سکا اگر آج ہی مالک مکان کو ۶۰ فرینک کی رقم نہ دی تو وہ ہمیں گردن سے پکڑ باہر نکال دے گا۔ جناب من! اب تو یہ نظر آتا ہے۔ کہ مجھے میری مریض بیوی اور چھوٹے بڑے بچوں کو در در بھٹکتے پھرنا پڑے گا۔ بس اب اور کوئی چارہ نہیں'' ۔

بڈھے نے جیب سے پانچ فرینک کا ایک سکہ نکال کر میز پہ رکھ دیا اور پوچھا ''مکان کا کرایہ آپ کو کب دینا ہے''؟

جنڈریٹ نے جواب دیا۔ ''رات کے آٹھ بجے'' ۔

بوڑھا بولا۔ ''میں چھ بجے روپیہ لا دوں گا'' ۔

جنڈریٹ نے کہا۔ ''خدا آپ کا بھلا کرے''!

نازنین کا ہاتھ پکڑ کر بوڑھا باہر جا رہا تھا کہ جنڈریٹ کی لڑکی بولی ''جناب! آپ اپنا اوورکوٹ بھول گئے'' ۔

جنڈریٹ نے آنکھ کے اشارہ سے اُسے روکنے کی کوشش کی۔

جاتے جاتے بوڑھے نے کہا ''میں نے اپنا اوورکوٹ غلطی سے نہیں چھوڑا، دیدہ دانستہ تمہارے والد کے استعمال کے لئے چھوڑے جا رہا ہوں'' ۔

یہ کہہ کر وہ نازنین کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی بان نے گاڑی ہانک دی۔

بتیسواں باب

سازش

میرلیس دیوار کے سوراخ میں سے دوسری طرف دیکھ تو رہا تھا مگر اُسے کچھ نظر نہ آیا۔ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے + ایک عجیب جذبہ اس پر طاری تھا جس کے زیر اثر آنکھ جھپکے بغیر اپنی معشوقہ کی طرف تک رہا تھا۔ آتشی شیشہ کی مانند میرلیس کی تمام طاقتوں اور حواس کا مرکز اس وقت اس کی آنکھیں تھیں +

نازنین چلی گئی۔ میرلیس کا خواب ٹوٹ گیا۔ اسی طرح کھویا کھویا وہ باہر نکل آیا۔ اور دیکھنے گیا کہ گاڑی کتنی دور گئی ہے + کرائے کی گاڑیاں بہت تیز رفتار سے نہیں چلا کرتیں۔ میرلیس کے پاس کچھ سوچنے سمجھنے کو تو وقت تھا ہی نہیں۔ قمیص کا ایک طرف کا پلیٹ اُدھڑ رہا تھا۔ آستین کے بٹن ٹوٹے ہوئے تھے۔ اُسی پر کوٹ چڑھا کر وہ سڑک پر چلا آیا تھا۔ ایک خالی گاڑی بڑی تیزی سے چلی جا رہی تھی اُسے روک کر میرلیس نے کہا "گھنٹوں کے حساب سے کرایہ پر چلو گے"؟

اس کے کپڑوں وغیرہ کی حالت دیکھ کر گاڑی بان کو کچھ شک گذرا

اُس نے ہاتھ بڑھا کر کہا "چلوں گا تو مگر ایک گھنٹہ کا کرایہ۔ یہ سو پیشگی دے دیجیے"۔

میرلس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو پاس صرف ۱۶ سو تھے۔ گاڑی والے سے کہا "کرایہ واپسی پر دے دوں گا"۔

گاڑی بان ہنس پڑا۔ اور گھوڑے کو زور سے چابک لگا کر ہوا ہو گیا +

میرلس تھوڑی دیر تک بے وقوف بنا کھڑا رہا۔ پھر واپس گھر ہی چلا آیا۔

مکان میں آکر میرلس سے بیٹھا نہ گیا۔ پلنگ پر لیٹ کر سوچ میں پڑ گیا جنڈریٹ اور اُس کی بیوی دونوں اپنے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے بھنک میرلس کے کان میں بھی پڑی۔ اور جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ اُسی نازنین اور بڈھے کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ تو وہ پھر اُسی سوراخ میں سے اُن کی باتیں سننے لگا۔

جنڈریٹ کی بیوی رخسار پر ہاتھ رکھے متفکرانہ انداز سے بولی "سچ مچ تم نے پہچان لیا، وہی ہے؟"

"یقیناً! یوں تو آٹھ سال گزر گئے، مگر میں دیکھتے ہی پہچان گیا۔ تعجب ہے، تم نہیں پہچان سکیں۔ فرق ہی کتنا ہے؟ بس آج اُس کا لباس عمدہ ہے۔ بس بڈھے بدمعاش۔ آج ملا تو!"

اس کے بعد دھیمی آواز میں بولا "اور یہ نازنین کون تھی؟ پہچانا بھی؟"

"وہ وہی!" جنڈریٹ نے منہ اپنی بیوی کے کان کے پاس لے جا کر آہستہ سے کچھ کہا۔

جنڈریٹ کی بیوی اس طرح کانپ اُٹھی۔ گویا سانپ نے کاٹ لیا۔

بولی "کیا؟ ایسی صورت نکل آئی اس کی؟"

Taj Tahir Foundation

ایک راز کے بعد دوسرا راز سامنے آتا دیکھ کر میرٹس دیوانہ ہو گیا۔ اُس نے سوچا کہ جنڈریٹ ضرور اِس بڈھے اور اُس لڑکی کو پہلے سے جانتا ہے۔

میرٹس سانس روک کر پھر اُن کی گفتگو سننے لگا:

جنڈریٹ نے کچھ سوچ کر کہا "گنّی! اب پھر ہمارے دن پھریں گے"۔

"میں کہتی ہوں تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا؟"

"واہ۔ دھوکا کیسے ہو سکتا ہے۔ گنّی! یقین مانو۔ اب فاقوں کے دن گئے اس دفعہ میں کروڑپتی ہوئے بغیر نہیں رہتا"۔

"کیا ارادہ ہے؟ صاف صاف کہو نا"۔

"صاف صاف کہوں۔ ابھی سنو گی؟ اچھا۔ آؤ میرے پاس آکر سنو"۔

جنڈریٹ نے ایک دفعہ چاروں طرف یوں دیکھا گویا اُسے خوف تھا کہ کہیں کوئی اُس کی باتیں نہ سن رہا ہو۔ اس کے بعد ہلکی آواز میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بولا "گنّی! اس بوڑھے کو پھنسانے کے لئے میں نے جال تیار کر لیا ہے آج شام کو جب وہ روپیہ دینے آئے گا۔ اسی وقت اُس سے نبٹ لوں گا۔ سمجھیں؟ ساتھ کے کمرہ میں جو چھوکرا رہتا ہے، وہ شام کا کھانا کھانے باہر چلا جایا کرتا ہے۔ مکان کی مالکہ بھی قفل لگا کر باہر نکل جاتی ہے۔ اور آدھی رات سے پہلے واپس نہیں آتی۔ ہمارا مکان ایسا ہے کہ اسے بند کر کے اگر بندوق بھی چلائی جائے، تو آواز باہر نہیں پہنچ سکتی۔ بوڑھے کے اندر آتے ہی میں دروازہ بند کر دوں گا۔ ابھی جا کر غنڈوں کے سردار پیٹرن منٹ کو کہہ آتا ہوں، کہ اپنے ساتھ چار غنڈے، ساتھیوں کو لیکر یہاں پہنچ جائے۔ بوڑھا اگر آسانی سے نہ مانا، تو پھر زور سے کام لیں گے بس سب انتظام ٹھیک ہے"۔

Taj Tahir Foundation

ظالمانہ ہنسی ہنس کر اُس ذلیل انسان نے قریب کی ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک کٹار نکالی۔ کٹار چمک اُٹھی۔ کٹار کو پھر الماری میں رکھ کر اُس نے اپنی بیوی سے کہا ”ارے! میں تو بھول ہی گیا۔ یہ لو پانچ فرینک، اُسے بھنا کر ایک بوجھ لکڑی کا کوئلہ خرید لانا“۔

”بوجھ بھر کوئلہ ۳۰ سو میں مل جائے گا۔ جو کچھ باقی بچے گا اس سے کھانے پینے کا سامان خریدتی لاؤں گی“۔

”نہیں۔ نہیں مجھے اور بھی بہت سی چیزیں خریدنی ہیں“۔

”تو تمہیں کتنی رقم چاہیئے؟“

”تین فرینک اور“۔

”تو پھر کھانے کے لئے پیسے نہیں بچیں گے“۔

”کھانے کے لئے اس قدر بے چین نہ ہو۔ کام بن گیا تو خوب کھائیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں“۔

یہ کہہ کر جنڈریٹ کمرے سے نکل گیا۔

جنڈریٹ اور اُس کی بیوی کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اُسے سن کر میریس صاحب کی رگوں میں خون جم گیا۔ دراز سے اُتر کر اُس نے ڈرتے ڈرتے کپڑے پہنے۔ اور تھانہ پہنچ کر انسپکٹر پولیس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

انسپکٹر نے باہر نکل کر پوچھا ”آپ کو کیا کام ہے؟ فرمایئے“۔

”میں بلوارٹ ڈی لا ہاسپٹل کی بستی میں مکان نمبر ۵۰ میں رہتا ہوں۔ میرے ہمسایہ میں جنڈریٹ نام کا ایک خاندان رہتا ہے۔ اُس نے آج شام میرے ایک واقف کو پھندے میں پھنسانے کی سازش کی ہے“۔

”جنڈریٹ اس مکان کے آخری کمرہ میں رہتا ہے؟“

Taj Tahir Foundation

"جی ہاں"۔

غالباً پیپرٹن منٹ بھی اس سازش میں شریک ہوگا"۔

"پیپرٹن منٹ! جی ہاں میں نے جنڈریٹ کی زبانی یہ نام بھی سنا تھا"۔

"آپ اس مکان کے کون سے کمرے میں رہتے ہیں؟"

"اُس کے ساتھ کے کمرے ہیں۔ ہمارے کمروں کے درمیان صرف ایک لکڑی کی دیوار حائل ہے"۔

"آپ ان غنڈوں سے ڈر تو نہ جائیں گے"؟

"ہرگز نہیں"۔

"اس مکان کے کرایہ داروں کے پاس وقت بے وقت اندر داخل ہونے کے لئے جو ایک فالتو چابی رہتی ہے، آپ کے پاس بھی ہوگی۔ آپ اپنی وہ چابی مجھے دے سکتے ہیں؟"

ضرور، یہ لیجئے"۔

میریٹ نے جیب سے ایک چابی نکال کر انسپکٹر کے ہاتھ میں دے دی۔ انسپکٹر نے اپنی بڑی بڑی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دو پستول نکالے اور انہیں میریٹ کو دے کر کہا "آپ یہ دونوں لے جائیں۔ چپ چاپ جا کر اپنا دروازہ بند کر لیں۔ اور چھپ کر بیٹھے رہیں۔ تاکہ جنڈریٹ خاندان کے آدمیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ آپ اندر ہی ہیں۔ دونوں پستول بھرے ہوئے ہیں۔ جب غنڈے اگر اپنی کارروائی شروع کر دیں۔ اور آپ کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ وہ لوگ اپنے کام میں اچھا طرح مشغول ہو گئے ہیں۔ اس وقت ایک پستول چلا دیجئے گا۔ بس آپ اور کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں"۔

"بہتر! میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا"۔

میریٹس کمرے سے باہر نکلنے لگا۔ تو انسپکٹر نے کہا۔" اس وقت تین بجے ہیں۔ شام ہونے میں تین گھنٹے باقی ہیں۔ اگر کوئی خاص ضرورت پیش آئے تو آپ یہاں آکر یہ کہہ دیجئے گا۔ کہ انسپکٹر جابرٹ سے ملنا ہے۔ میں فوراً آ جاؤں گا"۔

واپس آکر میریٹس آہستہ آہستہ مکان داخل ہو گیا اور کمرے کو اندر سے مقفل کر لیا۔ کسی نے اُسے کمرے میں داخل ہوتے نہ دیکھا۔

Taj Tahir Foundation

تیتیسواں باب

جنڈریٹ کون ہے؟

Taj Tahir Foundation

پورے ساڑھے پانچ بجے میرئیس نے دراز پہ چڑھ کر سوراخ میں سے دوسری طرف جھانکنا شروع کیا۔ جابرٹ کے دیئے ہوئے دونوں پستول قریب ہی رکھے تھے۔ جنڈریٹ اور اس کی بیوی سازش کا سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کوئلے جلنے سے چمنی تپ کر لال سرخ ہو گئی تھی۔ انگیٹھی خوب گرم ہو چکی تھی۔ آگ دہک رہی تھی۔ ایک طرف بہت سی رسیاں پڑی تھیں اور ایک کونے میں لوہے کے ڈنڈے میلے کپڑوں میں چھپا رکھے تھے + کوئلہ کے دھوئیں سے کمرہ دوزخ کا نمونہ بن رہا تھا۔ گرجا گھر کی گھڑی نے ٹن ٹن کر کے چھ بجائے۔ میرئیس سانس روک کر بڑی توجہ سے سوراخ میں سے جھانک رہا تھا۔ اسی وقت کسی نے جنڈریٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میرئیس نے دیکھا کہ بڈھا آیا ہے۔ مگر اپنی بیٹی کو ہمراہ نہیں لایا۔ اکیلا آیا ہے + اداس ہو کر میرئیس

نے ایک لمبی آہ کھینچی۔

جنڈریٹ کی بیوی نے بڑے اشتیاق کے ساتھ بوڑھے سے کہا "جناب! اندر تشریف لے آیئے"۔

جنڈریٹ بولا "ہمارے محسن دوست! ہم آپ ہی کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں"۔

بوڑھے نے چار لوئی (سنہری سکے) میز پر رکھ دیئے۔ اور بولا "مسٹر فیاوانٹے! یہ لیجیئے۔ مکان کا کرایہ ادا کرنے کے لئے روپیہ۔ کرایہ ادا کر کے آپ کے پاس کچھ بچ ہی رہے گا۔ باقی پھر دیکھا جائے گا"۔

جنڈریٹ نے احسان مندی کا اظہار کر کے کہا "اس بروقت امداد کے لئے شکریہ قبول فرمایئے۔ خدا آپ کو شاد رکھے!"

چونکہ دروازے کی طرف بوڑھے کی پیٹھ تھی۔ وہ کسی کو آتے یا جاتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا۔ جس وقت وہ جنڈریٹ کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا۔ ایک شخص دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا۔ اور چپ چاپ آ کر ایک طرف ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ تن پر نیلے رنگ کی ایک پھٹی ہوئی واسکٹ تھی۔ کالر ندارد تھا۔ اور منہ پر سیاہی پھیر رکھی تھی۔

اس کی صورت دیکھتے ہی بوڑھے نے متعجب ہو کر دریافت کیا "یہ کون صاحب ہیں؟"

جنڈریٹ نے جواب دیا "محلے کے ایک بھلے آدمی ہیں چمنی صاف کرنے کا کام کرتے ہیں اس لئے اُن کے مُنہ پر سیاہی لگ گئی۔ آپ اُن کا

Tej Tahir Foundation

کچھ خیال نہ کیجئے"۔

نہ معلوم کوئی اور ہوتا۔ تو اس کیفیت سے مطمئن ہو جاتا یا نہ ہوتا مگر بوڑھے کی جھٹ تسلی ہو گئی۔ اُس نے صرف اتنا ہی کہا "مسٹر فیا وانٹے! اس بے موقع اور غیر ضروری سوال پر معاف فرمائیے گا"۔

جنڈریٹ نے اپنی دونوں روشن آنکھوں کو زہریلے سانپ کے مانند باہر نکال کر کہا "میرے عزیز محسن! تنگدستی کے باعث ہمارا سب سامان تھوڑا تھوڑا کر کے فروخت ہو چکا ہے۔ اب صرف یہ ایک تصویر باقی رہ گئی ہے"۔

اسی وقت ایک اور شخص دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اور آہستہ آہستہ آگے پہلے آدمی کے پاس بیٹھ گیا۔

جنڈریٹ بولا "دوست! یہ سب محلے کے آدمی ہیں۔ آپ کو دیکھنے آئے ہیں۔ ہاں میں آپ سے اس تصویر کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ تصویر ایک نہایت مشہور مصوّر کی اعلیٰ صنعت کا نمونہ ہے۔ میری زندگی کے کئی خوشگوار واقعات کی یاد اس سے وابستہ ہے۔ اس لئے ایک کیا ہزار ہا ضروریات در پیش آنے کے باوجود بھی اسے فروخت نہیں کیا۔ مگر اب گذارا نہیں ہو سکتا۔ جناب من اگر آپ اسے خریدنا چاہیں اور اُس کی قیمت ایک ہزار کراؤن (سکہ) دے دیں۔ تو میں اُسے آپ کے ہاتھ بیچ ڈالوں گا"۔

ایک ایک کر کے چار غنڈے کمرے میں آپہنچے۔ بوڑھے نے اٹھ کر ایک بار کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی اصلی حالت سمجھنے میں اُسے دیر نہیں لگی۔

چاروں غنڈے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دروازہ روکے کھڑے تھے۔

جنڈریٹ اور بھی قریب آگیا اور بوڑھے سے کہنے لگا۔ "جناب! اگر آپ میری یہ تصویر نہیں خریدیں گے تو میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہیگا کہ دریا میں غرق ہوکر خودکشی کرلوں"۔

یک لخت جنڈریٹ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ ایک ہیبت ناک قہقہہ لگاکر رعد کی طرح کڑک کر بولا۔ "بڈھے! پہچانا بھی میں کون ہوں؟"

بوڑھے نے متحیر ہوکر جواب دیا۔ "نہیں تو"۔

جنڈریٹ نے میز پر سے شمع اٹھائی اور اسے اپنے چہرہ کے قریب لے جاکر کہا۔ "اچھی طرح دیکھ۔ پہچانتا ہے یا نہیں؟"

بوڑھے نے بغور دیکھا اور کہا۔ "نہیں۔ میں تو نہیں پہچان سکا"۔

غصہ کی آگ سے مشتعل ہوکر جس طرح سانپ اپنا پھن پھیلاتا اور کاٹنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ جنڈریٹ بولا۔ "بڈھے! میرا نام نہ فیاوانٹے ہے نہ جنڈریٹ۔ میرا نام ہے تھینارڈیار۔ اور میں وہی مونٹ فارمل کے ہوٹل والا تھینارڈیار ہوں۔ اب بھی مجھے پہچانا یا نہیں؟"

بوڑھے نے اسی طرح غیر مضطرب انداز میں جواب دیا۔ "آپ کا اصلی نام سن کر بھی میں آپ کو پہلے کی نسبت کچھ زیادہ نہیں پہچان سکا"۔

میریس نہ سن سکا کہ بوڑھے نے جنڈریٹ کی بات کا کیا جواب دیا۔ مگر تھینارڈیار کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کہ "میرا نام تھینارڈیار ہے" اس کے دل پر بجلی کی طرح گرے۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ پولس والوں کو

مطلع کرنے کی غرض سے اُسی نے اپنے دائیں ہاتھ سے پستول اُٹھایا۔ مگر اُس کے ہاتھ سے پستول گر گیا۔ اُس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

تھینارڈیار! یہی نام تو میریئس اپنے والد مرحوم کے نام کے ساتھ ہر روز عبادت کے وقت ہر گھڑی اور ہر لمحہ یاد کیا کرتا ہے۔ مگر یہ کیا؟ اس کے والد کی جان کس نے بچائی تھی؟ ایک ڈاکو نے؛ بدمعاش غنڈوں کے سردار نے؟ میریئس کو خیال آیا کہ تھینارڈیار خواہ ڈاکو۔ لٹیرا بدمعاش کوئی بھی ہو۔ اُس نے میرے والد کی جان بچائی تھی۔ اور میں اپنے والد کے حکم سے تا ابد اُس کا احسان مند و مقروض ہوں + اب میں اسے پولیس کے ہاتھوں میں سونپ کر یا پھانسی پر لٹکوا کر اپنا فرض ادا کروں؛ یہ باتیں سوچتے سوچتے میریئس کا سر چکرانے لگا۔

تھینارڈیار ریم اُسے اُسی نام سے مخاطب کریں گے! بپھرے ہوئے شیر کی مانند کمرے میں چاروں طرف چکر کاٹ کاٹ کر کہنے لگا۔

"میرے فیاض دوست! پھٹا ٹوٹا کوٹ پہننے والے کروڑپتی! تعجب کی بات ہے تم مجھے اتنی جلدی بھول گئے۔ آٹھ سال کا عرصہ گذرا تم بڑے دن کی رات کو مونٹ فارمل میں آ کر ہمارے ہوٹل میں ٹھہرے تھے یا نہیں؟ اگلے روز مجھے دھوکا دے کر اور کسیٹ کو ساتھ لے کر چمپت ہو گئے تھے یا نہیں؟ اُس روز تو تمہارا موٹا ڈنڈا دیکھ کر میں اپنا خون جگر پیتا اور اپنی قسمت کو کوستا ہوا واپس چلا آیا تھا مگر آج میں اس روز کا بدلہ لئے بغیر باز نہ آؤں گا"۔

بوڑھے نے پھر اسی طرح استقلال سے جواب دیا۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کروڑپتی کہہ کر آپ کسے مخاطب کر رہے ہیں؟ میں تو ایک غریب شخص ہوں۔ میرے متعلق آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے"۔

ٹھینارڈیار نے سخت لہجے میں کہا۔ "اب یہ عیاریاں بے کار ہیں اپنی خیر چاہو، تو میرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ ورنہ ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں گے"۔

یہ کہہ کر ٹھینارڈیار پھر کمرہ میں چاروں طرف پھرنے لگا۔ اب موقعہ پا کر بوڑھے نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ صدر دروازے پر چاروں غنڈے کھڑے تھے۔ اس طرف سے بھاگنا ناممکن تھا۔ سامنے ایک کھڑکی کھلی تھی اس کی راہ کود کر بھاگنے کے لئے دوڑا۔ مگر چاروں غنڈوں اور ٹھینارڈیار کی بیوی نے جھٹ اسے جا پکڑا۔

اب میریس کے استقلال کا بندھ ٹوٹ گیا۔ اس نے پستول اٹھا لیا۔ اپنے والد کی روح کے سامنے تعظیماً سر جھکا کر دل میں کہا۔ "اباجان مجھے معاف کیجئے"۔ اس کے بعد اس نے اپنی انگلی پستول کے گھوڑے پر رکھی اور گھوڑا دبایا ہی چاہتا تھا کہ ٹھینارڈیار کی آواز اس کے کانوں میں آئی، وہ کہہ رہا تھا۔ "خبردار! بوڑھے کے جسم پر چوٹ نہ لگے"۔

اسی وقت ایک مسلح پولس افسر مع چند کانسٹبلوں کے کھلے ہوئے دروازے سے کمرے میں داخل ہوا۔ انہیں دیکھتے ہی غنڈوں نے کمرے میں

سے جو ہتھیار جس کے ہاتھ آیا اُٹھا لیا۔ اور ان پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے ٭

جو پولیس افسر اُن میں سب سے آگے آیا تھا۔ وہ کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ اور زور سے کہنے لگا۔ "سنو بھائیو! ابھی وہ شخص پیدا نہیں ہوا۔ جو انسپکٹر جابرٹ کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ سکے۔ خواہ مخواہ خون خراب کرنا مجھے پسند نہیں۔ اس لئے کوئی اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے"

جابرٹ کا نام سنتے ہی سب کے دل دھڑکنے لگے۔ اُنھوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور اپنے آپ کو جابرٹ کے حوالے کر دیا۔ اسی اثنا میں موقع پا کر بلجین کھڑکی کی راہ سے باہر بھاگ گیا۔ چونکہ اس سے مقابلہ کرنے کا خیال نہ تھا۔ اس لئے کسی پولیس والے نے اس کی طرف توجہ نہ کی تھی ٭

جب ایک۔ ایک کر کے سب غنڈے گرفتار ہو چکے تو جابرٹ نے پوچھا "اور وہ شخص کہاں ہے جس کے خلاف یہ سازش کی گئی تھی"؟

کمرے میں چاروں طرف دیکھا مگر اس کا کہیں پتہ نہ تھا ٭

اس پر جابرٹ نے کہا "واہ وا! وہ تو ان غنڈوں کا بھی سردار معلوم ہوتا ہے" ٭

چونتیسواں باب

ایونائن کا احسان

Taj Tahir Foundation

اُدھر انسپکٹر جابرٹ ملزموں کو گاڑیوں میں بٹھا کر روانہ ہوا۔ ادھر میریس اپنا سب سامان اٹھوا کر اپنے ایک دوست کرفیاک کے ہاں جا پہنچا اور وہاں بود و باش اختیار کر لی ۔

میریس مایوس ہو چکا تھا۔ مگر مایوسی کی گہری تاریکی میں اس نے ایک روز خواہ لمحہ بھر کے لئے اپنی محبوبہ کو دیکھ لیا تھا لیکن کیا ہوا ؟ آنکھیں ابھی تشنہ دیدار ہی تھیں۔ کہ وہ ملائک فریب چہرہ پھر نظر سے غائب ہو گیا ۔

اُس روز ٹھینار ڈیار کی زبانی لڑکی کا نام سُنا تھا۔ کسیٹ ! یہ شیریں نام ہر وقت میریس کا ورد زبان تھا۔ وہ شہر کے ہر محلے اور ہر کوچے میں پھر پھر کر اپنے دل کی ملکہ کو تلاش کرنے لگا۔ ایک روز صبح سے شام تک اُس کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ شام کے وقت جب اپنی قیامگاہ

کو واپس آرہا تھا۔ تو اُسے راستے میں ایک نوعمر لڑکی ملی۔ سلام کر کے بولی "مسٹر میریٹس! میں ڈیڑھ مہینے سے آپ کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں۔ مگر آپ سے ملاقات میسر نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے اب آپ اپنے مکان میں نہیں رہتے"۔

یہ لڑکی بھیتنارڈیار عرف جنڈریٹ کی بیٹی الیونائن کے سوا اُور کوئی نہ تھی۔ جب میریٹس نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، تو اس نے پھر کہا "مسٹر میریٹس! آپ کو تکلیف میں دیکھ کر مجھے بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ اگر میرے بس میں ہو۔ تو آپ کو خوش کرنے کی کوشش کروں"۔

میریٹس نے پوچھا "کیا مطلب؟"

الیونائن بولی "میں اس کا پتہ جانتی ہوں"۔

میریٹس نے گھبرا کر پوچھا "کس کا؟"

الیونائن نے جواب دیا "جسے آپ چاہتے ہیں"۔

مارے خوشی کے میریٹس کا دل بلیّوں اچھلنے لگا۔ بولا "بتاؤ، بتاؤ مجھے اُس کا پتہ بتاؤ۔ الیونائن! میں تمہارا بہت احسان مند ہوں گا"۔

الیونائن نے کہا "میرے ہمراہ آیئے۔ میں خود چل کر آپ کو وہ مکان دکھائے دیتی ہوں"۔

میریٹس کو ساتھ لے کر وہ پیرس کے دوسری طرف ایک باغیچہ والے مکان کے سامنے پہنچی۔ اور بولی "مسٹر میریٹس! یہی وہ مکان ہے۔ اب آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟"

Taj Tahir Foundation

میریئس کی جیب میں پانچ فرینک کا ایک سکّہ تھا۔ نکال کر الیونائن کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ الیونائن نے اُس کو پرے پھینک دیا۔ روزانہ ایک ایک سُو کی بھیک پاکر جس الیونائن کی خوشی کی انتہا نہ رہتی تھی۔ آج اس نے پانچ فرینک اس طرح اُٹھا کر پھینک دیئے! الیونائن میں یہ تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟

Taj Tahir Foundation

پینتیسواں باب

ملاقات

Taj Tahir Foundation

میرٹس اپنی محبوبہ کو دیکھنے کے شوق میں اس کے مکان کے اردگرد بڑی بے تابی سے پھرا کرتا۔ اس خیال سے کہ مبادا کسیٹ کا والد اُسے دیکھ لے اور اس کی آنکھوں سے پھر اوجھل کر دے۔ وہ دن کے وقت اُدھر زیادہ نہیں جاتا تھا۔ رات کو باغ میں چلا جاتا اور کسیٹ کی خواب گاہ کے دریچہ کے نزدیک چھپ کر بیٹھ جاتا۔ اسی طرح بہت سے دن گذر گئے۔ ایک روز بلجین ایک کام پر کسی جگہ چلا گیا۔ اُس روز آفتاب غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد کسیٹ تنہا باغ میں ٹہل رہی تھی۔ اس وقت اُسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص اُس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے کسیٹ نے سر پھیر کر دیکھا۔ دیکھتے ہی جھٹ پہچان گئی۔ کہ وہ اس کا محبوب ہے۔ میرٹس کا سر ننگا تھا۔ اُس کا پھول سا بدن سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا۔ اور اس کا رنگ

زرد تھا۔

اُس نے کہا "خاتون! میری گستاخی معاف کرنا۔ جس روز تمہیں لکھشم برگ کے باغ میں دیکھا تھا۔ اُسی دن سے تمہاری تصویر میری آنکھوں میں کھب گئی ہے۔ تمہارا یہ خوب صورت چہرہ ایک لمحہ کے لیئے میرے تصور سے اوجھل نہیں ہوتا۔ میں رات کو خواب میں بھی تم ہی کو دیکھتا ہوں۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں! میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ شاید تمہیں تکلیف دے رہا ہوں"۔

کسیٹ "آہ میری اماں!" کہہ کر گرنے لگی۔ مگر میرلُس نے اسے سنبھال لیا اور پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ اُسے معلوم نہ تھا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ کانپ رہا تھا۔ مگر کسیٹ کو خوب اچھی طرح سنبھالے ہوئے تھا۔ اُسے یہ محسوس ہوا کہ اس کا دماغ دھوئیں سے بھر گیا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ اور حواس کھوئے گئے ہیں۔ کسیٹ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔

میرلُس نے مضطرب لہجہ میں پوچھا "تو تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے؟"

کسیٹ بہت ہلکی آواز میں بولی "چپ! اب تم جانتے ہو۔ اور اس نے اپنا چہرہ جو حیا سے لال ہو رہا تھا۔ میرلُس کے سینہ سے لگا دیا۔ میرلُس سنبھل نہ سکا۔ ایک بنچ پر گر پڑا۔ کسیٹ اس کی بغل میں گری۔ خیالات کے اظہار کے لیئے اُن کے پاس الفاظ نہ تھے۔ آسمان پر ستارے روشن تھے ان کے ہونٹ خود بخود کس طرح مل گئے؟ پرندوں کے شیریں نغمے

برف کا پگھلنا اور گلاب کے غنچوں کا کھلنا یہ سب باتیں کس طرح ظہور میں آتی ہیں؟ انہوں نے ایک دوسرے کو چوم لیا اور دونو کانپ اُٹھے۔ اور اس تاریکی میں ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ اُنہیں نہ رات معلوم ہوئی نہ سرد پتھر اور نہ گیلی زمین۔ وہ ایک دوسرے کو تک رہے تھے اور اُن کے سینے جذبات سے معمور تھے۔

آہستہ آہستہ دونو میں گفتگو ہونے لگی دونو نے اپنی اپنی رام کہانی کہہ سنائی۔ ملاقات کی خوشی میں پہر پلوں کی طرح گذر گئے۔

اس کے بعد اُن کا یہی معمول ہو گیا اور دن ہنسی خوشی بسر ہونے لگے۔

رفتہ رفتہ کسیٹ کے انداز گفتگو اور طرز عمل سے بلجین سمجھ گیا۔ کہ پھول کو کیڑا لگ گیا ہے۔ کسیٹ اپنے آپ کو اس اجنبی نوجوان کے ہاتھوں میں سونپ بیٹھی ہے۔ اگر اسی وقت کسیٹ کو کسی دور دراز مقام میں نہ پہنچایا گیا تو ممکن ہے کہ کسی مصیبت کا سامنا ہو۔ بلجین نے کچھ عرصے کے لئے فرانس چھوڑ کر انگلستان جانے کا تہیہ کر لیا اور کسیٹ کو بھی اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا۔

کسیٹ کا سینہ جیسے شق ہوا چاہتا تھا۔

Taj Tahir Foundation

چھتیسواں باب

عالمِ مایوسی

میرلش نے اپنے دل میں ٹھان لی۔ کہ اگر نانا صاحب رضامند ہو گئے۔ تو میں فوراً گسیٹ سے شادی کر لوں گا۔ چنانچہ رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ ایک روز جلنہ مینڈ کے مکان پر پہنچا۔

بوڑھے جلنہ مینڈ نے میرلش کو بہت مدت بعد دیکھا تھا چنانچہ بہت خوش ہوا۔ میرلش اپنے نانا کے روبرو دست بستہ کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "نانا ابا! میں آپ سے ایک بھیک مانگنے آیا ہوں"۔

"کیسی بھیک؟ اپنا قصور سمجھ گئے؟ معافی مانگنے آئے ہو؟"

"میرے حال پر رحم کیجئے"۔

"کیوں؟ تم چاہتے کیا ہو؟"

"نانا ابا! میں یہ مانتا ہوں۔ کہ میرے یہاں آنے سے آپ خوش نہیں

ہیں۔ مگر آپ کی خدمت میں میں صرف ایک بھیک مانگنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی رضامندی مل جانے پر واپس چلا جاؤں گا"۔

"تم کو جانے کے لئے کون کہتا ہے؛ تم یہ بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لئے آپ کی اجازت کا ملتجی ہوں"۔

"شادی؟ ۲۱ سال کی عمر میں شادی؟ معلوم ہوتا ہے سب انتظامات مکمل کر چکے ہو۔ اب صرف میری اجازت کی دیر ہے۔ اچھا بیٹھو۔ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ تم نے بیرسٹری شروع کر دی؟ کچھ روپیہ جمع کیا؟"

"کچھ نہیں"۔

"جس لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کی تجویز ہے۔ اس کے پاس روپیہ یا جائداد ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ ایک غریب آدمی کی بیٹی ہے"۔

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم اکیس سالہ مفلس اور نکمے نوجوان ایک غریب کی لڑکی کو گلے میں باندھ کر دنیا میں ٹھوکریں کھانا چاہتے ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

"نانا ابا!"

ان الفاظ کو سن کر بوڑھے جلز مینڈ کا دل پگھل گیا۔

میریس نے دردناک لہجہ میں پھر یوں کہنا شروع کیا۔ "نانا ابا! میں اس لڑکی کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں۔ اگر اس کے ساتھ میری شادی نہ

Taj Tahir Foundation

ہوئی، تو امید نہیں، کہ میں زندہ بچوں۔ آپ پھر مجھے کبھی نہ دیکھ سکیں گے"۔

اس پر نانا نے محبت بھرے لہجہ میں جواب دیا "دیکھ لڑکے! اگر اس چھوکری پر تیری طبیعت اس قدر آگئی ہے تو اُسے بغیر نکاح کے اپنے پاس کیوں نہیں رکھ لیتا؟ شادی کر کے خواہ مخواہ اپنے اوپر بوجھ کیوں ڈالتا ہے"؟

میرلیس کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا۔ ایک جاتا تھا۔ وہ کھڑا ہو کر بولا۔ "نانا ابا! پانچ سال ہوئے آپ نے میرے والد مرحوم کی توہین کی تھی اور آج آپ میری بیوی کی بے عزتی کر رہے ہیں۔ اب میں اور کچھ نہیں کہتا اور ہمیشہ کے لئے آپ سے رخصت ہوتا ہوں"۔

میرلیس بڑی تیزی سے اپنے نانا کے مکان سے باہر نکل گیا۔ بوڑھا جلز مینڈ "میرلیس! میرلیس!" پکارتا ہوا زینے تک آیا مگر اُس وقت تک میرلیس صدر دروازہ سے نکل کر بہت دور چلا گیا تھا۔

Taj Tahir Foundation

سینتیسواں باب

انقلاب پسندوں کے گروہ میں

Taj Tahir Foundation

میرئس شکستہ دل اور مایوس پھرا + شہر میں سے گذرتے وقت اُس نے دیکھا کہ ہر چوک میں بہت سے آدمی جمع ہو رہے ہیں۔ اور خوش ہو ہو کر "جمہور کی فتح" کے نعرے لگا رہے ہیں + آزادی کے منتر کے زیر اثر آج انقلاب پسندوں نے اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لئے کمر باندھ لی ہے۔ اس انقلاب پسند مجمع کے لیڈر ہیں گیفراک۔ اینجو لارس اور میرئس کے کئی اور دوست! انقلاب پسندوں کو شہر بدر یا گرفتار کرنے کی غرض سے انسپکٹر جاورٹ پولیس کی فوج لے آیا تھا۔ اور ایک شراب فروش کی دُکان کے سامنے کھڑا ہو کر انقلاب پسندوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا + بعض انقلاب پسند اپنے رہنما اینجو لارس کے ساتھ اُسی دُکان میں داخل ہوئے۔ جاورٹ کی شکل دیکھتے ہی اُنہیں کچھ شک گذرا۔ اس سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

"پولیس افسر ہوں"

"تمہارا نام؟"

"جابرٹ"

اینجولارس نے اشارہ کیا۔ اُس کے ساتھیوں نے فوراً جابرٹ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیئے اور اُسے ایک کھونٹی کے سہارے کھڑا کر کے چل دیئے۔

میرئس بھی راستے میں آتا آتا ان انقلاب پسندوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور پولیس کے سپاہیوں کے ہاتھ سے تلوار اور بندوق چھین کر لڑنا بھڑنا شروع کر دیا۔ وہ مرنے ہی کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ اور اب مرنے کا موقعہ بھی ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ اُس مجمع کا لیڈر بن گیا اور لوگوں کی رہنمائی کرنے لگا۔ گو پریم کے مہایگیہ میں وہ اپنی زندگی کی آہوتی ڈال دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن پھر بھی اُس نے دو ایک دفعہ بڑی مضطرب نگاہوں سے اپنے اردگرد دنیا کو دیکھا۔ کیا کسیٹ کی یاد اُسے کچھ عرصہ اَور زندہ رہنے کے لئے مجبور کر رہی تھی؟ میرئس نے جیب سے پاکٹ بک نکالی اور اس میں سے ایک ورق پھاڑ کر اس پر لکھا۔

"پیاری کسیٹ!

"ہماری شادی ہونا غیر ممکن ہے۔ اس کے لئے میں نے اپنے نانا صاحب کی رضامندی حاصل کرنی چاہی تھی۔ مگر وہ کسی طرح بھی تیار

نہیں ہوتے۔ جب میں نے تمہیں نہ پایا۔ تو پھر میرا اس جہان میں نہ رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ میں مرنے جا رہا ہوں + میری محبوبہ! تم سے بڑھ کر مجھے دُنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں۔ جس وقت یہ خط تمہارے ہاتھوں میں پہنچے گا۔ تمہارا نامراد چاہنے والا میرئس اس جہان میں نہ ہو گا ❊

تمہارا

میرئش" ❊

خط کو موڑ کر اُس پر یہ پتہ لکھا "میڈیم ازل کسیٹ فکلیونیٹ

بر مکان مسٹر فکلیونیٹ

نمبر ۷ رُوڈی الا ہوم آرم" ❊

پھر اپنی پاکٹ بک میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ❊

"میرا نام میرئش پینٹ مرسی ہے۔ میری لاش نمبر ۶ رُوڈی فیلڈ کیاوری میں میرے نانا مسٹر جلنو مینڈ کے پاس پہنچا دی جائے" ❊

وہ دلیرانہ لڑکا گوروک بھی انقلاب پسندوں کے گروہ میں جا ملا تھا اور اُس نے تھوڑی ہی سی دیر میں میرئش سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ اسی میل کی بنا پر میرئش نے اُس سے کچھ کام لینا چاہا۔ گوروک منچلا اور قابل اعتبار لڑکا تھا۔ جونہی میرئس نے اُسے آواز دی وہ جھٹ اُس کے پاس آ پہنچا ❊

میرئش نے اس سے دریافت کیا "لڑکے! میرا ایک کام کرو گے؟"

"یقیناً! کیا کام ہے؟"

"اس خط پر جو پتہ درج ہے وہاں اسے پہنچا دو گے؟"

"کیوں نہیں؟ لائیے دیجئے۔ ابھی دے آتا ہوں"۔

میرلیس نے وہ چھٹی گوورک کے ہاتھ میں دے دی گوورک بھیڑ کو چیرتا ہوا بات کی بات میں باہر چلا گیا۔

میرلیس ہاتھ میں تلوار لئے دشمنوں کی صف میں جا کودا۔

Taj Tahir Foundation

اڑتیسواں باب

میدان جنگ میں

Taj Tahir Foundation

گوردگ نے مندرجہ پتہ پر پہنچ کر دیکھا۔ کہ ایک باغ والے مکان کے سامنے ایک لکڑی کی چوکی پہ ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہے۔ لڑکے کو مکان کے سامنے ادھر اُدھر چکر کاٹتے دیکھ کر بوڑھے نے اُسے پاس بُلا لیا۔ اور پوچھا۔ میاں! کس کو تلاش کرتے ہو؟"

گوردگ نے جواب دیا " کسی کو نہیں۔ کیا۔ آپ اسی مکان میں رہتے ہیں؟"

"ہاں"

"آپ بتا سکتے ہیں کہ، نمبر کا مکان کونسا ہے"؟

"یہی ہے"

لڑکے کو پس و پیش کرتے دیکھ کر بلجین بولا۔ "میں ایک چھٹی کے

کے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوں"۔

"آپ۔آپ عورت تو نہیں۔مرد ہیں"۔

"میں عورت ہی کے نام کا خط آنے کی راہ دیکھ رہا ہوں۔تم جو خط لائے ہو وہ میڈیم ازل کسیٹ کے نام ہے نا؟"

جب نام بلجین نے ٹھیک بتا دیا۔تو گوردوک کو کچھ شبہ نہ رہا اور اُس کا اطمینان ہو گیا۔

بلجین بولا "چھٹی مجھے دو"۔

گوردوک نے چھٹی بلجین کے ہاتھ میں دے دی اور کہا "بہت ضروری خط ہے۔یہ ہمارے سردار مسٹر میرٹس نے بھیجا ہے۔وہ انقلاب پسندوں کے لیڈر ہیں اور اس وقت میدان جنگ میں ہیں"۔

اتنا کہہ کر گوردوک چل دیا۔

خط کا مضمون پڑھ کر بلجین کسی قدر فکر مند اور متحیر ضرور ہوا۔تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد خط کو موڑ کر مکان کے اندر چلا گیا۔خط کی آخری سطر "جس وقت یہ خط تمہارے ہاتھ میں پہنچے گا۔تمہارا نامراد چاہنے والا اس جہان میں نہ ہوگا" نے اس کے سینے میں تلاطم برپا کر دیا۔

ایک گھنٹے کے بعد بھیس بدل کر بلجین مکان سے باہر نکلا۔اس وقت اس نے زرہ اور نیشنل گارڈ پہن رکھا تھا۔اُس کے ہاتھ میں سنگین تھی۔اور اس کی کمر سے تلوار لٹک رہی تھی۔

جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچا۔تو اس نے پہلے میرٹس کو تلاش کر کے

باہر نکالنے کی کوشش کی + میریس زندگی سے ہاتھ دھو چکا تھا۔ اور جان ہتھیلی پر لئے پھرتا تھا میدان میں طوفان کی طرح اِدھر اُدھر آتا جاتا نظر آتا تھا۔
میریس کو ڈھونڈتا ڈھانڈتا بلجین اُسی شراب کی دُکان پہ پہنچا جہاں انقلاب پسند جابرٹ کو باندھ کر چھوڑ گئے تھے۔ ایک ہی نگاہ میں بلجین نے جابرٹ کو اور جابرٹ نے بلجین کو پہچان لیا + جابرٹ نے سوچا اب میری جان کی سلامتی نہیں۔ میں ساری عمر اسے تنگ کرتا اور پے در پے تکلیفیں دیتا رہا ہوں + آج بلجین اُس کا انتقام لئے بغیر نہ ٹلے گا۔ اور آج بلجین کی گولی سے میرا سر ضرور پاش پاش ہوگا۔ غریب جابرٹ کو کیا معلوم تھا کہ بلجین اس قدر ذلیل اور بزدل نہیں کہ بندھے اگرے ہوئے دشمن سے بدلہ لے۔
بلجین نے آہستہ آہستہ جابرٹ کی رسیاں کاٹ دیں اور کہا۔ "انسپکٹر جابرٹ! معلوم ہوتا ہے آپ نے مجھے پہچان لیا ہے۔ میں بلجین ہی ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ میں اس جنگ سے زندہ لوٹوں۔ لیکن اگر تقدیر سے بچ گیا تو نمبر ۲ رُوڈی لا ہوم آرم سٹریٹ میں فکلیو نیٹ کے نام سے میری تلاش کیجیئے گا۔ ملاقات ہو جائے گی"۔

یہ کہہ کر بلجین میدان جنگ میں گھس گیا۔ اور جابرٹ ششدر رہ گیا۔
جب تک اُس کی نگاہ نے کام کیا وہ بلجین کی طرف دیکھتا رہا۔
اس فرشتہ سیرت انسان کو جس نے اپنے جانی دشمن کو مٹھی میں پاکر چھوڑ دیا۔ نہ صرف چھوڑ دیا۔ بلکہ اُس کے ساتھ پُر خلوص اور دوستانہ سلوک بھی روا رکھا جس کی زندگی ہزار ہا نیک کاموں کی کہانی سنا رہی ہے۔ اُس شخص کو میں ملازمت

کے باعث اپنا فرض سمجھ کر ساری عمر ستاتا رہا ہوں۔ لعنت ہے میری زندگی پر!

انہیں خیالات کی الجھنوں میں جابرٹ وہاں سے چلا گیا۔

Taj Tahir Foundation

انتالیسواں باب

ایونائن

Taj Tahir Foundation

میریُس ننگی تلوار ہاتھ میں لئے اور خون میں نہایا ہوا میدان جنگ میں ہر طرف بجلی کی مانند کوند رہا تھا۔ تقریباً شام ہو گئی تھی اندھیرا بڑھتی جا رہی تھی زخمی اور جنگ میں کام آئے ہوئے سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ان ہی میں سے کسی نے مانوس لہجہ میں پکارا "میریُس"!

میریُس نے حیران ہو گیا۔ پھر وہی ہلکی آواز سنائی دی۔ "مسٹر میریُس"!

میریُس نے لاشوں سے بھرے ہوئے میدان کو ایک نظر دیکھا۔ مگر یہ پتہ نہ لگا سکا کہ اسے کس نے پکارا ہے۔

پھر وہی آواز! "میریُس تمہارے پاؤں کے قریب"!

میریُس نے نیچے دیکھا، تو کوئی قریب المرگ شخص حسرت بھری نگاہوں سے اُس کی طرف تک رہا تھا، اور کہہ رہا تھا "مسٹر میریُس مجھے پہچان نہیں سکے"؟

درحقیقت میرلس نے اُسے نہ پہچانا تھا۔
اس نے جواب دیا۔ "نہیں"۔
"میں الیونائن ہوں"۔
میرلس نے اُسے زیادہ قریب ہو کر دیکھا اور جھٹ پہچان لیا + سچ مچ مردانہ لباس میں بدقسمت الیونائن ہی تھی۔

محبت کی بھی کیسی عجیب و غریب لیلا ہے! محبت مناسب نامناسب موقعہ بے موقعہ کچھ نہیں دیکھتی۔ بس ایک دفعہ دل کا بندھ ٹوٹ جائے سہی۔ پھر محبت کنارے پر آباد شہر۔ باغ یا پہاڑ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتی اور سب کو پاؤں تلے روندتی چلی جاتی ہے + میرلس کو دیکھتے ہی الیونائن اُسے پیار کرنے لگی تھی۔ محبت آبِ حیات ہے مگر اس وقت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ خوفناک ہو گئی تھی! الیونائن کی تقدیر میں محبت کا زہر ہلاہل ہی ثابت ہونا لکھا تھا + ناکامی نے اُس کے دل کو پاش پاش کر دیا۔ میرلس کو اس بات کا شان گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ الیونائن انقلاب پسندوں میں شامل ہو کر میدان جنگ میں آئے گی۔ چنانچہ اُس نے الیونائن سے پوچھا۔ "الیونائن! تم یہاں کس طرح آئیں؟ یہاں کیا کر رہی ہو"؟

"میں یہاں کس طرح آئی ہوں؟ پروانہ شمع پر کس طرح آتا ہے؟ اور میں یہاں کیا کر رہی ہوں، سُنو گے میرلس؟ یہاں میں جان دے رہی ہوں"۔

الیونائن کا جواب سُن کر میرلس تھرتھرا اُٹھا۔ وہ مضطرب لہجے میں بولا۔

"الیونائن! تم زخمی ہو گئی ہو۔ آؤ میں تمہیں گود میں اُٹھا کر اُس شراب کی دُکان پر لے چلوں اور وہاں تمہاری مرہم پٹی کا انتظام کروں"۔

یہ کہہ کر میرتُس الیونائن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھانے لگا۔ مگر الیونائن کو تکلیف محسوس ہوئی۔ اُس نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

میرتُس نے پوچھا "کیوں الیونائن! کچھ تکلیف پہنچی ہے کیا؟ تمہارے زخم پر تو ہاتھ نہیں لگ گیا؟"

"میرے ہاتھ میں سے گولی نکل گئی ہے"۔

"تمہیں بچاتے وقت میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی نے تمہیں اپنا نشانہ بنایا ہے اور لمحہ بھر میں اُس کی گولی تمہارے سینے کے پار ہو جائے گی۔ کیا کرتی؟ میں نے جا کر اُس کی بندوق کا منہ پکڑ لیا۔ گولی میرے ہاتھ میں سے نکل گئی"۔

"ارے الیونائن! یہ تم نے کیا کیا؟ خیر! جو ہو گیا سو ہو گیا۔ لو اب تمہیں لے چلوں؟"

میرتُس! اب تمام کوششیں بے سود ثابت ہونگی۔ گولی میرے ہاتھ کو پار کر کے سینہ میں سے ہوتی ہوئی پیٹھ میں سے نکل گئی ہے۔ اب مجھے یہاں سے لے جانے کی کوشش مت کرو۔ معالج میرے لئے جو کچھ کرے گا تم چاہو تو مجھے اُس سے بہت زیادہ آرام اور خوشی پہنچا سکتے ہو۔ میرتُس میری خوشی کرو گے؟ میرے پاس آ کر اس پتھر پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہاری گود میں سر رکھ کر مروں گی۔ یہ میری زندگی بھر کی آرزو ہے اب موت کے وقت اُس آرزو کو پورا کر دو"۔

میرلُس نے مرتی ہوئی الیونائن کی آرزو کو پائمال نہیں کیا۔ وہ الیونائن کے پاس پتھر پر جا بیٹھا۔ اور اُس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ گو الیونائن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ اور وہ حالتِ نزع میں تھی۔ تاہم اُسے بہشت کی راحت اور خوشی محسوس ہوئی۔ میرلُس کے چھوتے ہی جیسے اس کے دل سے آبِ حیات کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ اُس نے بڑے جوش کے ساتھ اپنے خون آلودہ ہاتھ سے میرلُس کا ہاتھ خوب زور سے پکڑ لیا۔ اس وقت اُسے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ پھر دبی ہوئی آواز میں کہا "میرلُس! کیا اس بدنصیب لڑکی کی ایک اور آرزو پوری کرو گے؟ میرا ہاتھ پکڑ کر قسم کھاؤ کہ پوری کرو گے۔ پھر میں نہایت اطمینان اور آرام کے ساتھ مر سکوں گی"۔

کچھ سوچنے کا وقت نہ تھا۔ میرلُس نے کہا "پوری کروں گا"۔

الیونائن ہلکی آواز میں بولی "میرلُس! میرے مر جانے کے بعد میری پیشانی کو چوم لینا؟ تمہارے چوم لینے سے مجھے مرنے کے بعد بھی بے حد خوشی حاصل ہو گی۔ اُس کے نازک اور کانپتے ہوئے ہونٹوں پر تبسم کی ایک جھلک دکھائی دی اور لمحہ بھر میں غائب ہو گئی۔ شمعِ زندگی بجھ گئی!

میرلُس نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ اُس نے الیونائن کی پیشانی کو جو موت کے باعث برف کی مانند سرد ہو گئی تھی اور جس پر پسینے کے قطرے نمودار تھے چوم لیا۔ معلوم نہیں اسے چوم کر وہ کیسیٹ کے نزدیک دغاباز بے وفا ٹھہرا یا نہیں۔ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ اس کے چوم لینے سے ایک بے چین و بےقرار روح کو ضرور راحت اور تسکین نصیب ہوئی۔

Taj Tahir Foundation

چالیسواں باب

میرئس کی رہائی

Taj Tahir Foundation

آج کی لڑائی میں بھی میرئس ہی سردار تھا۔ وہی غنیم کے ایک ایک سپاہی کی بندوق کا نشانہ بنا ہُوا تھا۔ دشمنوں کی تیز تلواروں کے پے در پے وار سہنے سے اُس کا بدن چھلنی ہو رہا تھا + بلجین کسی کی طرف سے نہ لڑتا تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ صرف میرئس کی حفاظت کرنے میں مصروف تھا۔ اُس کی نگاہ ہر لمحہ میرئسُ پر جمی رہتی تھی۔ یکایک ایک گولی آکر میرئس کے سینہ پر لگی ۔ وہ غش کھا کر گرا۔ شیر کی مانند لپک کر بلجین نے میرئس کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ اور اُس بھیڑ سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا + بلجین نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ہر طرف مار دھاڑ اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ بلجین کو اس خیال نے بے چین کر دیا۔ کہ میرئس کو لے کر اس خون خرابہ میں سے کس طرح باہر نکلوں + انسان کے لہو کے پیاسے لوگوں میں سے نظر بچا کر اور

بغیر گھائل ہوئے باہر نکل جانا اُسے ناممکن نظر آتا تھا۔ مگر چونکہ بلبین نے مدتوں قیدی کی زندگی بسر کی تھی اور وہ بارہا جیل خانوں میں سے بچ نکلا تھا اس لئے نکل بھاگنے کی راہوں اور طریقوں کے متعلق اچھی واقفیت رکھتا تھا یہی واقفیت آج آڑے وقت کام آئی۔ جس جگہ جنگ ہو رہی تھی۔ وہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر اسے ایک جگہ ایک نالے میں اُترنے کا راستہ دکھائی دیا وہ بصد وقت بھیڑ کو چیر کر باہر نکلا اور وہاں پہنچ کر رستے پر سے ڈھکنا اُٹھایا نیچے ایک گڑھا نظر آیا جس میں ایک آدمی آ جا سکتا تھا۔ جو لوگ نالیاں صاف کرتے تھے وہ اسی راستے سے آیا جایا کرتے تھے۔ بے ہوش میرلس کو کندھے پر اُٹھائے بلبین اُس گڑھے میں کود پڑا۔ تاریکی میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس نے بڑی مشکل سے نالے کا مُنہ معلوم کیا اور اُس طرف چلنے لگا۔ متعفن کیچڑ سے اُس کا سارا جسم لت پت ہو گیا۔ اور گندے پانی سے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ اندھیرا ہو رہا تھا اور کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اس لئے جدھر راہ ملی اُدھر ہی چل دیا۔ یکایک سامنے روشنی دیکھ کر اُس کے دل میں امید پیدا ہوئی اُس نے سوچا "معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم کے فضل وکرم سے نالے کے دہانے پر آ پہنچے"۔

بلبین کا خیال ٹھیک نکلا۔ وہ نالے کے دہانے پر تو ضرور آ پہنچا مگر وہاں سے باہر نکلنے کی کوئی ترکیب نہ تھی۔ ایک لوہے کے بڑے پھاٹک سے نالے کا مُنہ بند تھا۔ اور اُس میں جیل خانہ کی قسم کا ایک بڑا مضبوط قفل لگا ہوا تھا۔

بلجین کو خیال آیا۔ "تو کیا اب اس بدبودار نالے میں چوہے کی مانند سڑ کر جان گنوانی پڑے گی؟"

باہر ہوا چل رہی تھی اور چاند کی چاندنی چھٹکی ہوئی تھی نالے میں ایک طرف تھوڑی سی جگہ صاف کر کے بلجین نے میرلس کو لٹا دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا پورا زور لگا کر اس لوہے کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا مگر بے سود! اس کی تکلیف اور کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں۔ قفل کھلے بغیر بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ جو اوزار اور ہتھیار ہمیشہ بلجین کے پاس رہا کرتے تھے آج وہ بھی ساتھ نہ تھے کیونکہ لباس تبدیل کرتے وقت جلدی میں انہیں مکان ہی پر چھوڑ آیا تھا۔ کہتے ہیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بلجین کو خیال آیا کہ شاید میرلس ہی کی جیب میں کوئی چیز ایسی مل جائے جس کی مدد سے قفل کھولا جا سکے۔ اس نے میرلس کی جیبیں ٹٹولیں۔ مگر ان میں سوائے چند روپوں اور ایک پاکٹ بک کے اور کچھ نہ ملا۔ بلجین مایوس ہو کر بیٹھ گیا اور خالی بیٹھا میرلس کی پاکٹ بک کو بار بار کھولنے اور بند کرنے لگا۔ یکایک ایک ورق پر اس کی نگاہ گئی۔ اس پر لکھا تھا: "میرا نام میرلس پینٹ مرسی ہے۔ میری لاش رودے فیلڈ کیادری میں میرے نانا مسٹر جلز مینڈ کے پاس پہنچا دی جائے۔"

بلجین باہر روشنی کی طرف دیکھ کر سوچ رہا تھا کس طرح باہر نکلیں۔ کہ اسی وقت چپ چاپ پیچھے سے آ کر کسی نے اپنی انگلیوں سے اس کا کندھا چھوا اور آہستگی سے کہا۔ "نصف حصہ!"

بلجین کو ایسا معلوم ہوا کہ شاید کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ ایسا کون آ گیا۔

Taj Tahir Foundation

جس کے پاؤں کی چاپ تک نہیں سنائی دی! اس سڑے ہوئے پانی اور غلیظ کیچڑ سے بھرے ہوئے نالے میں کسی کے آنے کا وہم و گمان تک بھی نہیں ہو سکتا مگر درحقیقت وہاں ایک آدمی آپہنچا تھا۔ اُس کے بدن پر صرف ایک بلاؤز تھا اور اس کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے۔ بلجین نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا، وہ بھینارڈیار تھا۔ اس ذلیل ترین انسان کو یکایک ایسے ناقابل گندہ مقام میں دیکھ کر ایک لمحہ کے لیے بلجین دریائے حیرت و استعجاب میں غرق ہو گیا۔ مگر بلجین کو اپنی عجیب و غریب زندگی میں بارہا اس سے بھی پیچیدہ مسائل کو حل کرنا پڑا تھا۔ ایک ہی لمحہ کے بعد اُس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ بلجین نے تو پہلی ہی نگاہ میں بھینارڈیار کو پہچان لیا مگر بھینارڈیار اُسے نہیں پہچان سکا۔ بلجین کا چہرہ خون اور کیچڑ میں لت پت ہونے کے باعث عجب ڈراؤنا معلوم ہو رہا تھا۔

یہاں ناظرین کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ بھینارڈیار اور اس کے ساتھی غنڈے بہت دنوں تک جیل میں نہیں رہے وہ سب قید خانہ کی کھڑکی توڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ گرفتاری کے خوف سے بھینارڈیار نے اسی گندے نالے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ جس طرح خونخوار درندے دن کے وقت تیرہ و تار غاروں میں چھپے رہتے ہیں اور رات کے وقت شکار کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں۔ حیوان خصلت انسان صورت بھینارڈیار نے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کر رکھا تھا۔

بلجین کو دیکھ کر بھینارڈیار سمجھا کہ وہ بھی شاید اُسی کی مانند کوئی "رات کا جانور" ہے۔ اُس نے اس شخص کو قتل کر کے جو کچھ اس کے پاس تھا لوٹ لیا ہے، اور اب مقتول کی لاش کو دریائے سین میں پھینک دینے کو لئے جا رہا

ہے۔ انہی خیالات کی بنا پر اس نے بلجین کو دیکھتے ہی اُس سے نصف حصہ طلب کیا تھا۔

تھینارڈیار نے پوچھا "کیوں بھائی! باہر کس طرح نکلو گے"؟

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں"۔

"قفل توڑنا تو ناممکن ہے"۔

"کیا کروں؟ میں خود اسی فکر میں ہوں"۔

"تو نصف حصہ دینا منظور کرو۔ باہر نکلنے کی ترکیب میں بتا دیتا ہوں"۔

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں ذرا بھی نہیں آتا"۔

"میں یہ کہتا ہوں کہ تم نے روپے ہی کے لئے اس شخص کو قتل کیا ہے۔ تم بغیر کسی توقع کے تو یہ کام ہرگز نہ کرتے۔ آؤ لوٹ کے مال کا نفع نصف کریں۔ تم نے خون کیا ہے۔ اس کے لئے نصف تم لے لو اور میں بھاگنے کی ترکیب بتاتا ہوں اس کے لئے نصف مجھے دے دو۔ یہ دیکھو میرے پاس اس قفل کی چابی ہے"۔

بلجین کو یہ ساری کارروائی عالم خواب کی سی نظر آرہی تھی۔ اُسے ایسا معلوم ہو رہا گویا خود کریم کارساز اُسے اس مصیبت کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے اس خوفناک قاتل اور لٹیرے کی شکل میں آکر اُس کے سامنے کھڑا ہے۔

تھینارڈیار نے نہایت احتیاط کے ساتھ کنجی کو بلاؤز کی جیب میں رکھ کر کہا "دیکھو بھئی! اب فیصلہ کر لو۔ نالہ کا دروازہ کھول کر میں تمہیں باہر نکال دوں گا یہاں سے نکلنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہی کنجی ہے۔ بتلاؤ باہر جانے کے لئے مجھے کیا دو گے"؟

بلجین نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اُس کی جیب میں ہمیشہ دو چار سو فرینک پڑے رہا کرتے تھے۔ بلجین نے یہ اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ مگر وائے بدقسمتی! آج اس

کے پاس کچھ زیادہ روپیہ نہیں تھا۔ تبدیل لباس کے وقت جلدی میں اس کی پاکٹ بُک پرانے کوٹ کی جیب میں رہ گئی۔ تھوڑے سے روپے اس کی واسکٹ کی جیب میں تھے۔ وہ نکال کر اُس نے تھینارڈیار کو دے دیئے مگر اُسے اعتبار نہ آیا۔ اور اُس نے خود بلجین اور میریُس کی تمام جیبوں کی تلاشی لی میریُس کی جیب میں سے بھی دو تین سکے ملے۔ اپنے نصف حصہ کی بات بھول کر تھینارڈیار نے سب کچھ خود ہی ہضم کر لیا۔ اور بولا: "اچھا بھئی اب نکل جاؤ۔ میں دروازہ کھولے دیتا ہوں"۔

بلجین نے بے ہوش میریُس کو کندھے پہ اٹھا لیا۔ تھینارڈیار نے دبے پاؤں جا کر تھوڑا سا پھاٹک کھول دیا جس میں سے بمشکل تمام ایک آدمی باہر جا سکتا تھا۔ بلجین نے نالے سے نکل کر اور دریائے سین کے کنارے پر سانس لے کر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

باہر نکل کر بلجین نے بے ہوش میریُس کو دریائے سین کے کنارے ریت پہ لٹا دیا۔ جہاں چاند کی چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ دریا سے چُلّو میں پانی لے کر میریُس کے منہ پہ چھڑکا۔ اس وقت بھی میریُس اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ مگر مُنہ اور ناک سے آہستہ آہستہ سانس آ جا رہا تھا۔ بلجین دوبارہ چلّو میں پانی لا رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آکر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ بلجین نے سر پھیر کر دیکھا۔ ایک قدآور شخص پولیس کی وردی پہنے کھڑا ہے۔ بلجین اُسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ وہ انسپکٹر جاویٹ تھا! اسے جاسوسوں کی معرفت معلوم ہو گیا تھا۔ کہ تھینارڈیار وغیرہ کئی بدمعاش اسی طرف اس نالے میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں گرفتار کرنے کی غرض سے آج اس سرنگ کے منہ پہ پھر رہا تھا۔

غریب بلجین ایک مصیبت سے نکلنے نہ پایا تھا۔ کہ ایک اور بلائے ناگہانی

Taj Tahir Foundation

نازل ہو گئی + تھینارڈیار کے ہاتھ سے بچا تھا کہ جابرٹ کے پنجے میں آ پھنسا + اُس کی تقدیر میں مصیبتوں سے چھٹکارا کہاں ! لیکن اُس وقت بلجین کا چہرہ دیکھ کر اُسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جابرٹ کی ہوشیار نگاہیں بھی اسے شناخت کرنے سے معذور رہیں ⁂

اسے کوئی "رات کا جانور" خیال کر کے جابرٹ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں بلجین ہوں" ⁂

"بلجین !" جابرٹ نے بلجین کے چہرہ کے قریب روشنی لے جا کر اسے غور سے دیکھا۔ اب جابرٹ پہچان گیا ⁂

بلجین نے کہا "انسپکٹر جابرٹ ! اس وقت میں آپ کا قیدی ہوں میں نے شام کے وقت میدان جنگ ہی میں اپنے تئیں آپ کے حوالے کر دیا تھا۔ ورنہ میں آپ کو اپنا پتہ کیوں بتلاتا۔ میں اپنے آپ کو پولیس کے ہاتھوں میں سونپ دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ مگر میں آپ سے ایک بھیک مانگتا ہوں" ⁂

جابرٹ نے گویا بلجین کی باتیں سُنی ہی نہیں۔ وہ دریائے حیرت میں غرق ٹکٹکی باندھے بلجین کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آخر اُس نے پوچھا "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ کون ہے؟"

بلجین نے جواب دیا "اسی شخص کے متعلق میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے آپ جس طرح مناسب سمجھیں پیش آئیں۔ مگر اتنی مہلت ضرور دیجئے کہ میں اسے اس کے مکان پر پہنچا دوں + آپ میرے ساتھ چلئے۔ اسے پہنچا کر میں گرفتار ہو جاؤں گا" ⁂

جابرٹ بولا "معلوم ہوتا ہے اس شخص کو میں نے آج میدان جنگ میں دیکھا ہے۔ انقلاب پسند اسے "میریس" کہہ کہہ کر مخاطب کر رہے تھے" ⁂

بلجین نے کہا "بیشک، آپ بجا کہتے ہیں، میں اسے میدان جنگ ہی سے اُٹھا کر لایا ہوں، اُس کے بہت مہلک زخم لگا ہے"۔

جابرٹ بولا "زخم کیا ہیں تو سمجھتا ہوں یہ مر گیا ہے"۔

بلجین نے جواب دیا "نہیں۔ ابھی مرا نہیں، اس کا مکان نمبر ۶ رُو دے فیلڈ کیاوری ہے، اور اُس کے نانا کا نام جلز مینڈ ہے"۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک کرائے کی گاڑی کھڑی تھی۔ جابرٹ نے آواز دی "او کوچوان!"

کوچوان گاڑی لے کر پاس آ گیا۔ بلجین اور جابرٹ نے مل کر میریس کو اٹھایا اور گاڑی میں ایک طرف لٹا دیا۔ دوسری طرف دونو خود بیٹھ گئے، جابرٹ نے کوچوان سے کہا "نمبر ۶ رُو دے فیلڈ کیاوری!"

گاڑی گھڑ گھڑ کرتی ہوئی چلنے لگی۔

جس وقت گاڑی جلز مینڈ کے مکان پر پہنچی دوپہر رات گذر چکی تھی، مکان کے سب مکیں بے خبر پڑے سو رہے تھے گاڑی سے اُتر کر جابرٹ نے خوب زور سے دروازہ کھٹکھٹایا، آنکھیں ملتے ملتے دربان آیا اور دروازہ کھولا۔ جابرٹ نے دریافت کیا "یہ مکان مسٹر جلز مینڈ کا ہے نا؟"

دربان نے جواب دیا "جی ہاں، آپ کو کیا کام ہے؟"

جابرٹ نے کہا "ہم لوگ اُن کے نواسے کو لائے ہیں"۔

دربان نیا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ میرے آقا کی بیوی بیٹا کچھ نہیں ہے، جورو نہ جاتا، اللہ میاں سے ناطہ، اس نے حیران ہو کر پوچھا "ان کا نواسا؟"

جابرٹ بولا "ہاں! وہ انقلاب پسندوں کی صف میں شامل ہو کر جنگ میں گئے تھے، اب بے ہوش گاڑی میں پڑے ہیں، ان کی حالت مُردوں کی

سی ہو رہی ہے"۔

دربان نے اس کے بعد کچھ نہ کہا۔ جھٹ جاکر قدیم خدمت گاروں۔ نکلیولیٹ اور واسک کو جگایا۔ اور انہیں سب حال کہہ سنایا۔ نکلیولیٹ اور واسک نانانواسے کے باہمی تعلقات سے آگاہ تھے۔ اس لئے انہیں اتنی رات گذرے جلز مینڈ کو جگانے کی ہمت نہ پڑی۔ سب مل ملاکر میرلٹس کو اوپر ایک خواب گاہ میں لے گئے۔ اور اُسے وہاں لٹا کر ایک شخص ڈاکٹر کو لانے کے لئے دوڑایا۔

نیچے اُتر کر بلجین اور جابرٹ دوبارہ گاڑی میں سوار ہوا ہی چاہتے تھے۔ کہ بلجین بول اُٹھا۔" انسپکٹر جابرٹ! جب آپ نے اس قدر عنایت کی ہے تو مہربانی فرماکر میری ایک درخواست اور منظور کر لیجئے۔ مجھے صرف چند منٹ کے لئے اپنے مکان پر ہو آنے دیں۔ اس کے بعد جو مرضی میں آئے کیجئے گا"۔

جابرٹ سر جھکا کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر کوچوان کو حکم دیا۔

کوچوان! نمبر ۹۔ رو دے۔ لاہوم آرم"۔

گاڑی بلجین کے مکان کی طرف روانہ ہوگئی۔ گاڑی میں بلجین اور جابرٹ میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی۔ دونو ہی خاموش اور فکرمند نظر آتے تھے۔ بلجین اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ جب میں نے گرفتار ہو جانے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو کسیٹ سے آخری مرتبہ ملاقات کر کے اُسے میرلٹس کا پتہ کیوں نہ بتلا دوں۔ اور کیوں نہ اُس کی موجودہ حالت سے اُسے آگاہ کر دوں اور کسیٹ کے مستقبل کے لئے بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرتا جاؤں؟ مگر جابرٹ کے سوائے کون جانتا ہے کہ جابرٹ کے دل میں اس وقت کیا تھا۔

جس کوچہ میں بلجین کا مکان تھا۔ وہاں گاڑی نہ جاسکتی تھی گاڑی جاکر کوچہ کے باہر ٹھہر گئی۔ جابرٹ اور بلجین دونو نیچے اُتر آئے۔ جابرٹ نے

کوچوان سے پوچھا "کتنے گھنٹے ہوئے؟ کتنا کرایہ دوں"؟

کوچوان نے جواب دیا "انسپکٹر صاحب! آپ کے حکم سے میں سوا سات گھنٹے سے حاضر ہوں اور اُس لاش کے خون سے میری گدی بالکل خراب ہو گئی ہے"۔

جابرٹ نے سوال کیا "کتنا روپیہ چاہتے ہو"؟

کوچوان بولا۔ "اسّی فرینک انسپکٹر صاحب!"

جابرٹ نے جیب سے چار نپولین (سنہری سکہ) نکال کر کوچوان کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ کوچوان نے سلام کر کے اپنی راہ لی۔

بلجین اپنے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ پیچھے پیچھے جابرٹ جا رہا تھا۔ نمبر ۹ کے مکان پر پہنچ کر بلجین نے دروازہ کھٹکھٹایا دربان نے دروازہ کھول دیا۔ بلجین نے ایک مرتبہ جابرٹ کی طرف ایسے انداز سے دیکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی اندر آ سکتا ہے۔

جابرٹ بولا "آپ اوپر جائیں۔ میں یہیں ٹھہر کر آپ کا انتظار کروں گا"۔

بلجین حیران ہو کر جابرٹ کا منہ دیکھنے لگا۔ ملزموں کو ذرا سی آزادی دینا بھی جابرٹ کی عادت کے خلاف تھا۔ اور ملزم بھی کون بلجین! جو متعدد بار جیل خانے سے بھاگ نکلا اور جو معلوم نہیں کتنے سال تک پولیس والوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اُنہی کا افسر۔ اُنہی کا منصف بنا بیٹھا رہا۔

کسیٹ کے پاس پہنچ کر یہ سب حالات کس طرح بیان کروں گا؟ اُس کی آئندہ زندگی کیلئے کیا انتظام کروں گا؟ انہی خیالات میں مستغرق بلجین دوسری منزل کے زینے پر چڑھ رہا تھا۔ زینہ میں ایک دریچہ تھا۔ اُس پاس جا کر ذرا دم لینے کو ٹھہر گیا۔ یکایک اُسکی نگاہ نیچے صدر دروازہ پر پڑی۔ دیکھا جابرٹ وہاں نہیں ہے۔ جابرٹ کہاں چلا گیا؟

Taj Tahir Foundation

اِکتالیسواں باب

آخری فیصلہ

بلجین اوپر چلا گیا۔ جابرٹ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ زو دے لا ہوم آرم سے واپس چل دیا۔ زندگی میں آج پہلی مرتبہ فکر اور پریشانی کے مارے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ زندگی میں آج پہلی مرتبہ اُس کے دونو ہاتھ پس پشت جڑے ہوئے نظر آئے۔ نیپولین کے چلنے کے دو طریقے تھے۔ جب کبھی وہ کوئی کام کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا اور اُسے اپنی کامیابی میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہتا تو وہ اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ لیا کرتا تھا۔ لیکن جب وہ کسی گہرے فکر میں مبتلا ہوتا تو اس کے دونوں ہاتھ پس پشت جا پڑتے تھے۔ جابرٹ کو سب نے نیپولین کی پہلی چال کی تقلید کرتے دیکھا تھا۔ مگر آج پہلے پہل اُس نے اُس مرد میدان کی دوسری چال کی پیروی کی۔ اتنی مدت تک اُس کے چہرہ پر ہمیشہ سنجیدگی اور مستقل مزاجی جھلکتی نظر آتی تھی۔ مگر آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس پر کسی نے فکر کی مہر لگا دی ہے۔ آج اس کے چہرہ پر برسات کے جھکے ہوئے سیاہ بادل کی مانند فکر کی کالی گھٹا گھر آئی ہے۔ جابرٹ میں

Taj Tahir Foundation

آج ایک نہایت عجیب و غریب تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

جابرٹ کی حالت ناقابل بیان ہے۔ اُسے رہائی دلانے والا اُس کی زندگی بچانے والا کون ہے؟ ایک عدالت سے سزا یافتہ قاتل لٹیرا! اپنی زندگی کے لئے جابرٹ ایک ڈاکو کا ممنون احسان ہے۔ اور اسی احسان کا بدلہ چکانے کی خاطر وہ اپنے فرض کو فراموش کرنے اور ملزم کو چھوڑ دینے پر مجبور ہے! آج انصاف کی آنکھوں میں جابرٹ اور بلجین دونو یکساں ہیں۔

ایک بات رہ رہ کر جابرٹ کو حیران کر رہی تھی۔ وہ یہی تھی کہ بلجین نے اپنے قدیم دشمن جابرٹ کو اپنی مٹھی میں پا کر بھی چھوڑ دیا اور اس کی جان بچائی دوسری بات بھی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھی یعنی یہ کہ جابرٹ کو زندگی کے بدلے زندگی دینی پڑی۔ عدالت سے سزا یافتہ ڈاکو بلجین کو ہاتھ میں پا کر بھی چھوڑ دینا پڑا۔

ایک بات نے جابرٹ کو بہت پریشان کر دیا ہے۔ آج اس نے اپنے ایک نہایت اہم فرض کو فراموش کیا ہے اور اس کی طرف سے بے پروائی دکھائی ہے سزا یافتہ بلجین پھر سخت جرم کا مرتکب ہوا۔ اور اس کا علم ہونے کے باوجود بھی اُسے چھوڑ دینا پڑا! آج جابرٹ کو آئین کے منہ سے اس کا جائز شکار نکال لینا پڑا ہے۔ جس فعل کے ارتکاب کا اُسے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں گذرا تھا۔ آج وہی فعل اُس سے سرزد ہوا۔ آج تک اُس کی زندگی فرض کی مضبوط بنیاد پر قائم تھی۔ آج وہی بنیاد ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

یہ بے غیرتی ناقابل برداشت ہے۔ اس قسم کی زندگی بھی جابرٹ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اُسے خیال آیا "اس کشمکش سے بچاؤ کی صرف دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا بلجین کو گرفتار کر کے سزا دلانا۔ یا ——"

دو پہر رات گذر چکی ہے۔ چاروں طرف کہر اور تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ کل عالم بے خبر پڑا سو رہا ہے۔ قدرت کے خوشنما چہرے پر تاریکی کا سیاہ نقاب پڑا ہوا ہے۔ سڑکیں سنسان ہیں۔ کہیں آدمی کا نام و نشان نہیں اور چاروں طرف ہُو کا عالم ہے۔ نزڈم اور پیلیس آف جسٹس کی عالی شان عمارتیں دو مہیب جنوں کی مانند اپنے سر اوپر اُٹھائے آسمان سے ہم کلام نظر آرہی ہیں۔ دریائے سین کے کنارے کہیں ایک تیز روشنی جل رہی تھی۔ جابرٹ جا کر پُل پر کھڑا ہو گیا، اور سر پر سے ٹوپی اُتار لی۔ اُس کا دماغ مارے تکلیف کے جوش کھا رہا تھا۔ اُس نے سوچا رات کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے اُس کا درد سر جاتا رہیگا مگر یہ امید لاحاصل ثابت ہوئی۔ درد اَور بھی زیادہ ہو گیا۔ اُسے یہ محسوس ہوا۔ کہ اُس کے سر میں ہزاروں بچھّو نیش مار رہے ہیں ؛

برسات کے سبب آج دریائے سین طغیانی پر ہے۔ پل پر جہاں جابرٹ کھڑا اپنے خیالات کی ادھیڑ بن میں محو تھا، عین اس کے نیچے دریا بے حد گہرا ہے۔ جابرٹ پُل کے کٹہرے پر جُھک کر نیچے دیکھ رہا تھا۔ رات تاریک تھی اور دریا کی لہروں کے ٹوٹنے کے سوائے وہاں اَور کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ قدرت خاموش تھی۔ پانی کے چلنے کی آواز کے سوائے اَور کوئی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اُسی نامعلوم کشش کے ذریعہ آج دریا جابرٹ کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ جابرٹ پہلے تو تھوڑی دیر تک بُت بنا کھڑا رہا۔ پھر چہرے پر یک بہ یک مستقل مزاجی کی جھلک دکھائی دی۔ ایک نورانی جذبے نے اُس کا چہرہ روشن کر دیا۔ اس نے ٹوپی اتار کر پُل پر رکھ دی اور خود دریا میں کود پڑا۔ صرف ایک آواز آئی چھپ! اور بس۔ گویا بے درد سین نے قاتلانہ ہنسی ہنس کر جابرٹ کو نگل لیا ؛

بیالیسواں باب

نانا کے مکان پر

جب زخمی میریئس نانا کے مکان پہ لایا گیا۔ اُس وقت رات بہت گذر چکی تھی + بوڑھا جلنرمینڈ اپنی خواب گاہ میں پڑا سو رہا تھا۔ دو روز سے اس کا وقت بڑے اضطراب اور فکر میں گذر رہا ہے۔ جلنرمینڈ بادشاہ کا سچا خیر خواہ ہے۔ اور ہر بات میں دل سے آئین و قانون کا پابند ہے + وہ انقلاب پسندوں کے یوں یکایک اُٹھ کھڑے ہونے اور اُن کی دوزخ سے مشابہ خون کی پیاس کو نہایت ناپسندیدگی و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور اُن کی فتح کے نعرے عالم خواب میں بھی اُس کی روح کو پریشان کر رہے تھے اسکے نوکر چاکر سب اُس کی اس حالت سے آگاہ تھے۔ چنانچہ کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی کہ اُسے اُس وقت خواب سے بیدار کرے +

اگلی صبح جب پلنگ پر سے اٹھ کر بوڑھا برآمدے میں ٹہل رہا تھا اُسی وقت ڈاکٹر کی گاڑی آکر صدر دروازے پر رُکی۔ بے وقت ڈاکٹر کو آتے دیکھ کر اُسے فکر ہوئی۔ میرے مکان میں کون بیمار ہے؟ میں

خود تو خوب تندرست ہوں تو کیا کوئی نوکر بیمار پڑ گیا ہے ؟

ڈاکٹر اُسی کمرے میں گیا۔ جس میں میرس لیٹا ہوا تھا + ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے جلز مینڈ بھی اُسی کمرہ میں داخل ہوا اور زخموں سے نڈھال میرس کو پلنگ پر پڑا دیکھ کر خوف سے تھرا اٹھا + اپنی نگاہیں میرس کے چہرے پر جما کر وہ کمرے کے وسط میں اس طرح جا کر کھڑا ہو گیا گویا اس کے سر پہ بجلی گر پڑی ہے۔ پاس جا کر دیکھا پلنگ پر اس کا لاڈلا میرس پڑا ہے۔ زخموں سے زیادہ خون نکلنے کے باعث اس کا رنگ موم کی طرح سفید ہو رہا تھا + اُس کا جسم زخموں سے چھلنی ہوا پڑا ہے اور اُن میں سے اب بھی تھوڑا تھوڑا خون نکل رہا ہے۔ اُس کی دونوں آنکھیں بند ہیں +

بھرائی ہوئی آواز سے جلز مینڈ نے پکارا " میرس ! "

اُس کے ملازم واسک نے ذرا آگے بڑھ کر کہا " حضور تھوڑی دیر ہوئی یہ یہاں لائے گئے ہیں۔ میدانِ جنگ میں اس طرح گھائل ہوئے ہیں " +

بچوں کی مانند روتے روتے جلز مینڈ بولا " مجھے معلوم ہے واسک ! مجھ سے چھپاؤ مت ظالم نے جو کچھ کہا تھا وہی کر دکھایا جیتے جی وہ میرے مکان پر واپس نہیں آیا۔ افسوس ! مجھے یوں چھوڑ کر چلا گیا۔ اُس وقت میں نے اس کی قدر نہیں سمجھی۔ اُس بے قدری کا اُس نے یوں بدلہ لیا ہے یہ میرا ہی قصور ہے کہ اُس نے انقلاب پسندوں کی صف میں شامل ہو کر اپنی جان قربان کر دی " +

بید لرزاں کی مانند کانپتا ہوا جلز مینڈ میرس کے پلنگ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور ٹکٹکی باندھ کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ میرس ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ اُس کا جسم بے حس و حرکت تھا۔ سانس

بہت آہستہ آہستہ چلتا تھا دونو آنکھیں بند تھیں اور دل کی حرکت بھی قریب قریب ساکت تھی + میرلش کی یہ حالت دیکھ کر بوڑھے نانا کے حواس غائب ہو گئے ۔ اُس کے ہونٹ کانپنے لگے اور اُس نے گو نگو لہجہ میں یوں کہنا شروع کیا ۔ "بے درد ! ظالم ! تیرے دل میں یہ کچھ تھا ؟ جب تجھے اپنی زندگی کی چاہ نہیں تو بھلا اس بدنصیب بوڑھے کی زندگی کا پیار کیا خاک ہو گا ؟ قاتل انسان اتنی ذرا سی بات کے لئے تو نے اپنی آرزو پر اپنی جان قربان کر دی پھر بھلا تجھے اس مایوس اور ناکام اور بوجھ تلے دبے ہوئے بوڑھے کی زندگی کا کیا خیال" ؛

اُسی وقت میرلش کو ذرا ہوش آیا ۔ اُس کی آنکھیں کھلیں یہ دیکھ کر بوڑھے کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ اُس نے باآواز بلند کہا "میرلش ! میرے اندھیرے گھر کے اُجالے میرلش ! میری آنکھوں کے نور ! میرے دل کے سرور میرلش ! تم نے آنکھیں کھولی ہیں ! تم بچ گئے ہو ! یا خداوند کریم ! تیرا شکر ہے" ؛

فرطِ مسرت سے غش کھا کر بوڑھا زمین پر گر پڑا ؛

کئی دن اسی حالت میں گذر گئے ۔ میرلش کا نہ زندوں میں شمار تھا نہ مُردوں میں ۔ کئی ہفتے اُسے بہت شدت کا بخار چڑھا رہا ۔ بخار میں اس پہ ہذیان کی کیفیت بھی طاری ہو جاتی بہت سی باتیں تو بالکل بے معنی ہوتیں مگر بعض باتوں سے یہ ضرور ظاہر ہوتا کہ میرلش کو سب سے زیادہ فکر اور سب سے زیادہ خیال کسیٹ کا ہے ؛

ہر روز نفیس پوشاک زیب تن کئے ایک معمّر شخص وہاں آتا اور مریض کا حال دریافت کر کے واپس چلا جاتا ۔ زندگی اور موت کے اس خوفناک سنگم پہ کھڑے میرلش کو چار ماہ ہو گئے ۔ اس کے بعد ڈاکٹر مریض کی

جان بری کی امید دلا سکا۔ باقاعدہ علاج معالجہ اور تیمارداری کی بدولت میرلس پھر تندرستی حاصل کرنے لگا۔

اس علاج خدمت اور تیمارداری، عزت اور پاس سعی وامید۔ اور اطمینان ومسرت کے درمیان میرلس کا سارا سارا فکر وخیال، تمام اُمیدیں اور خواہشات صرف ایک ہی چیز سے وابستہ تھیں اور وہ کسیٹ تھی! عالم بیہوشی میں جب اُسے تیز بخار چڑھا ہوتا، وہ بار بار اپنی معشوقہ کا نام لے کر طرح طرح کی باتیں کیا کرتا۔ مگر جب ہوش آجاتا تو کبھی اس کا نام زبان پہ نہ لاتا۔ مگر اس سے یہ مطلب نہیں، کہ میرلس کسیٹ کو بھول گیا ہے۔ زبان سے وہ کسیٹ کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ اُس کا دل شب وروز اُس کے قدموں میں پڑا رہتا ہے+ میرلس کو کچھ علم نہ تھا۔ کہ کسیٹ کہاں ہے اور کیسی ہے۔

انقلاب پسندوں نے موت کا جو ڈرامہ کھیلا تھا۔ اس کے منظر کبھی کبھی اُس کی آنکھوں میں پھر جاتے تھے+ اُس مار دھاڑ اور کشت وخون کا نقشہ اس کے دل پر گھٹا کی طرح چھا جاتا+ اُسی کالی گھٹا میں نوعمر گو دروک کا خوب صورت چہرہ ماؤک اور لبشوئے وغیرہ انقلاب پسندوں کی خوفناک کش مکش اور سردی سے مرجھائے ہوئے پھول کے مانند افلاس زدہ بدنصیب الیونائن بھی نظر آجاتی۔ سنجیدہ صورت مسٹر فکلیو نیٹ بھی اسے بجلی کی طرح میدان جنگ سے نکل کر جاتے ہوئے دکھائی دے جاتے، ہرچند وہ عقل دوڑاتا تھا مگر یہ راز اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ فکلیو نیٹ کس غرض سے انقلاب پسندوں کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ اور پھر اُسے خیال آیا۔ جب اُس پُرخوف وخطر میدان جنگ میں اس کے کاری زخم لگا۔ اُس وقت کس نے اس کی جان بچائی تھی؟ یوں تو سینکڑوں سوال اُس کے دل میں پیدا ہوتے اور اس مسئلہ کو زیادہ پیچیدہ بنا دیتے

مگر اس تمام بے خبری اور پریشان خیالی کے درمیان اُس کی نظر آسمان پر قطب ستارے کی مانند ایک مستقل غیر متحرک اور ہمیشہ چمکنے والی روشنی پہ لگی ہوئی تھی اور وہ روشنی کیسیٹ تھی!

میریُس نے اپنے دل میں عہد کرلیا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو کیسیٹ کا پتہ لگاؤں گا۔

چند روز کے بعد میریُس بالکل تندرست ہوگیا۔ اُس کی جسمانی طاقت اور اُس کے چہرہ کا حُسن اور دلکشی از سرِ نو واپس آگئے۔ اس وقت تک جلز مینڈ کے مزاج میں بھی ایک نمایاں انقلاب ہوگیا تھا۔

ایک روز میریُس اپنے پلنگ پہ بیٹھا تھا۔ اُس وقت اس کا دل رحم و لطف کے جذبات سے معمور تھا۔ اور وہ میریُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یکایک میریُس کے چہرہ پہ فکر کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور اُس نے نگاہیں اپنے نانا کے چہرے پہ جما کر کہا۔ "نانا ابا! میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں"۔

بڈھے نانا نے ہنسی کو روک کر پوچھا۔ "تو مجھ سے کیا بات کرسکے گا؟"

"نانا ابا! تو اب آپ میری بات نہیں سُنیں گے؟"

"یہ تو میں نہیں کہتا۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔ تو بچہ ہے بچہ بوڑھے سے کیا بات کرسکے گا؟ خیر! جانے دے۔ بتا کیا کہتا ہے؟"

"نانا ابا! میں شادی کرنا چاہتا ہوں"۔

"بس یہ بات ہے؟ اس میں فکر کیا ہے؟ دیکھ پہلے کسی کو پسند کر"۔

"نہیں نانا ابا! اگر کیسیٹ کے ساتھ میری شادی نہ ہوئی تو میں زندہ نہ بچوں گا"

"پھر صاف صاف کیوں نہیں کہتا بھلے گی۔ تجھے کیسیٹ ہی ملے گی۔ دربان کی زبانی میں نے سب باتیں سُن لی ہیں۔ ہر روز تیری کیسیٹ ایک بوڑھے کے بھیس میں آتی ہے اور تیری حالت دریافت کرکے لوٹ جاتی ہے۔ اور میں

نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ نمبر، رو۔ ڈی ۔۱۱ ہوم آرم میں رہتی ہے ۔ کل ہی اُسے بلواؤں گا"۔

"نہیں نانا ابا! کل نہیں آج ہی"۔

"کیا خوب! آج بار بار مجھے نانا ابا کہہ کر بلایا ہے ۔ اس کی قیمت آج ہی وصول کرنے کی ٹھانی ہے! پھر تجھے سچ سچ بتا دوں ۔ میرلس! اتنے دن تک میں بھی ایک مطلب کی بات سوچتا رہا ہوں ۔ میں نے سوچا ہے ۔ یہ لڑکا یوں تو قابو میں آتا نہیں ۔ اس کو کسی ایسی زنجیر سے باندھنا چاہیے جس سے اُسے کبھی چھٹکارا نہ ملے ۔ میرلس! میرے بچے! تو سمجھتا ہوگا ۔ تیرا نانا پھر تیرے راستے میں کانٹا ثابت ہوگا ، نہیں بھئی! اس عرصہ میں یہ امر میرے ذہن نشین ہو گیا ہے کہ اگر دُنیا میں کوئی زبردست کشش ہے تو وہ محبت ہے ۔ میرلس! تو نے کسیٹ کو پیار کیا ہے ۔ کسیٹ ہی تیری بیوی بنے گی"۔

Taj Tahir Foundation

تینتالیسواں باب

بچھڑے پھر ملے

دوسرے دن میرلُش علے الصبح پلنگ سے اُٹھ کر ایک آرام کرسی پہ آبیٹھا تھا۔ آج اُس کا دل بہت خوش ہے آج فکلیونیٹ صاحب کسیٹ کو ساتھ لے کر اُسے دیکھنے آئیں گے + جلزمینڈ بھی آج صبح ہی ضروری فرائض سے فارغ ہو کر میرلُش کے کمرے میں آبیٹھا ہے۔ والسک، نکلولیٹ اور اور نوکر چاکر کمرے کے باہر اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں +

گھڑی نے نو بجائے۔ فکلیونیٹ مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہُوا۔ اُس نے کسیٹ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ کسیٹ کا چہرہ گلاب کے پھول کی مانند شگفتہ تھا +

بلجین عرف فکلیونیٹ نے آج نہایت نفیس پوشاک زیب تن کر رکھی تھی تن پہ سیاہ رنگ کا قیمتی سرج کا سُوٹ تھا۔ بغل میں بادامی رنگ کے کاغذ میں لپٹا ہُوا کتاب کی شکل کا ایک پارسل تھا +

میرلُش کی بیوہ خالہ بھی آج اُسے دیکھنے کے لئے آئی تھی، وہ بلجین کو ایک طالب علم کی مانند بغل میں کتاب دبائے ہوئے دیکھ کر سخت متعجب

Taj Tahir Foundation

ہوئی۔ جلز مینڈ کے کان کے پاس مُنہ لے جا کر بولی "یہ شخص ہمیشہ اسی طرح بغل میں کتاب لئے پھرتا ہے"؟

جلز مینڈ نے جواب دیا "یہ شخص ایک بڑا عالم نظر آتا ہے۔ عالم فاضل تو کہیں آتے جاتے ہوئے راستے میں بھی کتاب ساتھ رکھتے ہیں"۔

اس کے بعد نووارد کو مخاطب کر کے اُس نے کہا "مسٹر ٹریا کلونیٹ"!

مسٹر جلز مینڈ نے دانستہ فکلیونیٹ کا نام نہیں بگاڑا تھا۔ بلکہ ناموں کی طرف سے بے توجہی کا اظہار کرنا یا انہیں بھول جانا بھی جلز مینڈ کے معمول کا نتیجہ تھا۔

بلا کسی تمہید کے جلز مینڈ کہنے لگا "مسٹر ٹریا کلیونیٹ! میں اپنے نواسے مسٹر لی بیرن میریس پانٹ مرسی کے ساتھ آپ کی بیٹی کسیٹ کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ رشتہ آپ کو منظور ہے نا"؟

بلجین بولا "میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کا موجب ہو سکتا ہے"؟

جلز مینڈ نے ایک بار میریس کی طرف اور اس کے بعد کسیٹ کی طرف دیکھ کر کہا "اب تم آزادانہ گفتگو کر سکتے ہو"۔

مگر چاہنے والے اس اجازت کے منتظر نہ تھے۔ طویل مفارقت کے بعد ملتے ہی وہ خاموش زبان میں اپنے اپنے تکلیف زدہ دل کے جذبات کا نہایت بے تابی کے ساتھ اظہار کر چکے تھے، مگر وہ ایسی زبان تھی کہ ان دونوں کے سوا اور کسی کی سمجھ میں نہ آ سکتی تھی۔

کسیٹ میریس کے کان کے پاس مُنہ لے جا کر جوش کے لہجہ میں بولی "یوں اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں"؟

میرلٹس نے کہا "میری دلنواز! جب مجھے تمہارے ملنے کی امید نہ رہی تھی۔ تو میں بالکل مایوس ہو گیا، پھر اس وقت میرے زندہ رہنے سے کیا فائدہ تھا؟"

کسیٹ: "میں نے کبھی تمہیں اپنے تصور سے اوجھل نہیں ہونے دیا"۔

میرلٹس: "اور تمہیں چھوڑ کر مجھے جنت میں جانا بھی منظور نہیں"۔

جب چاہنے والوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ اس وقت جلز مینڈ اور ملجین اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ جب میرلٹس کی خالہ نے اس قدیم تیرہ و تار اور حسرتناک مکان میں یکایک امید، مسرت و شادمانی اور روشنی جلتی دیکھی تو وہ کچھ حیران سی رہ گئی۔ اس بات پر دل ہی دل میں کچھ ناراض بھی ہوئی۔ کہ میں میرلٹس کی حقیقی خالہ ہوں۔ میرلٹس کی ماں مر چکی ہے۔ اور لڑکے کی شادی کے بارے میں میری رائے تک نہیں لی گئی۔ وہ میرلٹس سے ناراض نہ تھی + اسے غصہ تھا اپنے بوڑھے باپ پر۔

جلز مینڈ مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔ اپنی بیٹی سے کہنے لگا۔ "اتنی مدت کے بعد آج میرا خانہ تاریک روشن ہوا۔ کیسی حسین بہو ہے۔ میرے خیال میں تو اس کے لئے بیرن کی بیوی بننا بھی کچھ موجب فخر و عزت نہیں۔ یہ تو ملکہ بن کر حکمرانی کرنے کو پیدا ہوئی تھی۔ دیکھو تو کیسی روشن آنکھیں پتلی ناک اور باریک ہونٹ ہیں۔ ایسی حسن کی دیوی تو شاذ ہی دیکھنے میں آتی ہے"۔

اس کے بعد میرلٹس اور کسیٹ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "عزیزو! اس زندگی میں اور آئندہ بے شمار زندگیوں میں اسی طرح اندھوں کی مانند، بے وقوفوں کی مانند، دیوانوں کی مانند، ایک دوسرے سے پیار کرو۔ انسانوں کی نگاہوں میں تو پیار اور محبت سب بے وقوفی ہے مگر خدا کی آنکھوں میں محبت اور سب چیز (۱)

سے بڑھ کر ہے ۔ یہی حقیقی نور ہے ۔ اس وقت اس خیال سے میرے دل کو بڑا صدمہ ہوتا ہے کہ پہلے میری سمجھ پر کیوں پردے پڑ گئے تھے ۔ افسوس! میں نے اپنے مال و متاع کا کثیر حصہ خیرات میں ضائع کر دیا!"

پھر بلجین سے مخاطب ہو کر کہا "اس خیال سے میرے دل کو اس وقت بڑی تکلیف ہو رہی ہے ۔ کہ میں نے کیوں اتنا روپیہ خیرات میں دے دیا ۔ خیر اب جو کچھ باقی بچا ہے اُس پر میرلُس کو پورا اختیار حاصل ہو گا ۔ اب میں جیوں گا ہی کے دن! اس کے بعد میڈیم لی بیرن کو کفایت شعار بیوں کی طرح سوچ سمجھ کر رہنا ہو گا ۔ اس وقت مجھے اسی بات کی فکر ہے"۔

بلجین تھوڑی دیر خاموش رہا ۔ پھر بڑی متانت کے ساتھ بولا "مسٹر جلز مینڈ! آپ گھبرائیں مت ۔ میڈیم ازل یُو فریزی فکلیونیٹ کے پاس چھ لاکھ فرینک نقد اپنے موجود ہیں"۔

ضعیف العمر جلز مینڈ ششدر رہ گیا ۔ پھر بے وقوفوں کی طرح پوچھا "وہ کون ہے؟ میڈیم ازل یُو فریزی کون ہے؟"

کسیٹ نے جواب دیا "یہ میرا ہی نام ہے"۔

جلز مینڈ نے حیران ہو کر کہا "چھ لاکھ فرینک"!

بلجین بولا "کسیٹ کے ایک رشتہ دار نے جو اس وقت اس جہان میں نہیں ہے ۔ چھ لاکھ فرینک بطور امانت میرے پاس چھوڑ دیئے تھے اور کہا تھا کہ کسیٹ کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں جو رقم خرچ ہو وہ وضع کر کے باقی سب روپیہ کسیٹ کی شادی کے موقعہ پر بطور جہیز اُسے دے دیا جائے + مسٹر جلز مینڈ! کسیٹ کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں صرف ۶ ہزار فرینک خرچ ہوئے ہیں ، باقی رقم میرے پاس موجود ہے"۔

یہ کہہ کر بلجین نے اپنے بادامی کاغذ کے پارسل کو آہستہ آہستہ کھولا۔ اس میں دس دس ہزار کے چھ لاکھ فرینک کے نوٹ تھے۔

جلز مینڈٹ بآواز بلند بولا "یہ تو بڑی خوب صورت کتاب ہے"!

کمرے میں جو لوگ موجود تھے وہ سب متعجب ہو رہے تھے مگر میرلیش اور کسیٹ کی اس طرف توجہ نہ تھی۔ وہ اپنی ہی باتوں میں مشغول تھے۔

Taj Tahir Foundation

چوالیسواں باب

بلجین کی ہوشیاری اور احتیاط

Tahir Foundation

شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ دو ماہ تک میرلش بالکل تندرست ہو جائے گا۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ چنانچہ ماہ فروری کے آغاز میں شادی قرار پائی۔ ابھی سے تیاریاں ہونے لگیں۔ خوشی کے دن گذرتے معلوم بھی نہیں ہوتے۔ ہفتے کے بعد ہفتہ دریا کے پانی کی طرح گزر گیا۔ میرلش یا گسیٹ کسی کو بھی اس کا احساس نہ تھا۔ اُن کی تو یہ حالت تھی۔ جیسے یک بیک دار فانی سے بہشت میں جا پہنچے ہیں۔ اُن دونوں میں سے کوئی اس بات کا پتہ نہ لگا سکا۔ کہ کس کی کوشش سے، کس راہ سے اور کس طرح اُن کی زندگی میں عظیم الشان انقلاب ہو گیا ہے۔

ایک روز باتوں ہی باتوں میں میرلش نے اپنے دل کی مالکہ سے پوچھا "گسیٹ! یہ تمام کیا ہے؟"

گسیٹ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "یہ خدا کی برکت اور دعائے خیر ہے۔"

اب بلجین اپنے ضروری فرائض کو سرانجام دینے کی فکر میں مشغول ہوا۔

چونکہ اُس نے مدت تک میٹر کی خدمات سرانجام دی تھیں اس لئے اسے آئین و قوانین سے کافی واقفیت ہو گئی تھی۔ بلجین کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ کہیں قانون کی آنکھوں میں میریس اور کسیٹ کا رشتہ ناجائز نہ ٹھہرے۔ کیونکہ میریس فرانس کے ایک نہایت قدیم اور مشہور خاندان کا لڑکا تھا۔ مگر کسیٹ کی بابت کسی کو یہ بھی علم نہ تھا کہ وہ کس خاندان سے اور کس کی بیٹی ہے۔ مگر بلجین نے یہ عقدہ بہت جلد حل کر لیا۔ اسے ایک ترکیب سوجھی۔ بلجین کو خیال آیا کہ اگر کسیٹ کے اصلی حالات بتا دیئے گئے تو شادی از روئے قانون ناجائز قرار پائے گی۔ اس لئے بلجین نے یہ مشہور کیا کہ کسیٹ میری دختر نہیں۔ بلکہ میرے بڑے بھائی فکلونیٹ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اس کے ماں باپ دونوں اس جہان سے گزر چکے ہیں۔ بھائی بہن کوئی زندہ نہیں۔ اس لئے کسیٹ کے بارے میں کسی قسم کی تحقیقات کرنا فضول و لاحاصل ہے۔ دو فکلونیٹ کے بھائی ایک خانقاہ میں باغ کی حفاظت کی خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔ کسیٹ انہی میں سے ایک کی بیٹی ہے۔ خانقاہ کی صدر اور دیگر کنواریوں نے اس کی شہادت دے دی۔ عدالت نے اُن کی شہادت کو صحیح تسلیم کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قانون اور سوسائٹی کی نگاہوں میں کسیٹ میڈیم ازل یوفرینزی فکلونیٹ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

اس میں شک نہیں۔ اس انکشاف سے کہ کسیٹ بلجین کی بیٹی نہیں۔ قانون اور سوسائٹی کا تو ہر طرح سے اطمینان ہو گیا۔ مگر کسیٹ کے دل پر بڑا صدمہ گذرا جب اُس نے سنا کہ بلجین میرا باپ نہیں بلکہ چچا ہے۔ تو اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر وہ تکلیف بہت تھوڑے دنوں رہی۔ جاڑے کے بادل کی طرح تھوڑی دیر نظر آنے کے بعد خود بخود رفع ہو گئی۔ چاروں طرف مسرت کا چشمہ

اُمٹرپڑا۔کیسیٹ کو اب میریُس مل گیا ہے۔ بے چارہ بوڑھا بلجین اب سٹیج پہ سے باہر چلا گیا۔ نوجوان میریُس نے آ کر اُس کی جگہ لے لی۔ اُس کی کمی کو پورا کر دیا دنیا کا یہی طریقہ ہے۔ جہان کا یہی قاعدہ ہے۔ کیسیٹ تو بچپن ہی سے اپنے آپ کو عجیب و غریب رازوں میں جکڑا ہوا دیکھتی آ رہی تھی۔ اس لئے اس نئے انکشاف سے اُسے کچھ تعجب نہ ہُوا + مگر ان سب باتوں کے باوجود بھی وہ بلجین کو باپ ہی کہہ کر مخاطب کرتی رہی ٭

Taj Tahir Foundation

پنتالیسواں باب

میریُس کی بیقراری

شادی کا دن قریب اور قریب تر آنے لگا۔ دونوں چاہنے والوں کے تعلقات میں روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ کیسیٹ قریب قریب ہر روز ایک دو وفعہ بلجین کو ساتھ لے کر میریُس کو دیکھنے کے لئے جلز نینڈ کے مکان پر آیا کرتی تھی۔ میریُس کو بھی فکلیونیٹ کی زندگی ایک عقدہ لاینحل نظر آتی تھی۔ مگر اُس کے بشاش چہرے صاف و سادہ گفتگو سے اور کیسیٹ سے بے حد محبت کرتے دیکھ کر اُسے ہمت نہ پڑتی۔ کہ اُس کی زندگی کے راز معلوم کرنے کی کوشش کرے۔

"درحقیقت میں نے میدانِ جنگ میں فکلیونیٹ کو دیکھا تھا۔ نہیں نہیں چونکہ میں بہت دنوں تکلیف میں مبتلا رہا ہوں اس لئے میرے دماغ میں فتور آگیا ہے اور اس سے میرا حافظہ بھی خراب ہو گیا ہے"۔

بعض اوقات میریُس دونوں ہاتھوں سے اپنا مُنہ چھپا کر بیٹھ جاتا اور اس خوفناک میدانِ جنگ میں جو جو واقعات رونما ہوئے تھے اُن کو اپنی

آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کرتا مگر اس کی سب کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں۔

ایک روز میرئس نے چالاکی سے کچھ باتیں معلوم کرنے کا ارادہ کیا جس مقام پر انقلاب پسندوں نے تلوار کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ وہ پیرس شہر کی سڑک رو۔ ڈے۔ لاسان بریری تھی۔ میرئس اپنے ساتھیوں کی معیت میں اسی سڑک پر لڑا تھا۔ اور وہیں گھایل ہوا تھا۔

اُس نے باتوں ہی باتوں میں فکلیونیسٹ سے پوچھا۔ "آپ رو۔ ڈے۔ لاسان بریری مقام سے کچھ واقف ہیں؟"

"واقفیت کا تو کیا ذکر۔ میں نے پہلی مرتبہ آج تمہارہی زبان سے یہ نام سُنا ہے۔"

اب میرئس نے اس سلسلہ کلام کو طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور سوچا کہ یہ میرا وہم ہے۔ میرے دماغ پر جو چوٹ لگی ہے۔ شاید اُس سے میرا حافظہ خراب ہو گیا ہے۔

مسرت و عیش و مستقبل کے تصور میں میرئس کے دن مزے سے کٹنے لگے جُوں جُوں شادی کی تاریخ قریب آئی زیادہ جوش و خروش اور شان و شوکت کے ساتھ تیاریاں ہونے لگیں۔ میرئس بڑی بیتابی کے ساتھ اس مبارک دن کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میرئس نے اس نازنین کو پاکر گذشتہ واقعات کو اپنے صفحہ دل سے بالکل فراموش کر دیا تھا یا نہیں۔ وہ دو شخصوں کا احسان مند تھا۔ ان میں سے ایک تو تھا تھینارڈیار جس نے اس کے والد کی جان بچائی تھی اور دوسرا شخص وہ گمنام بہادر تھا۔ جس کی بدولت میرئس نے خود نئی زندگی پائی تھی۔ ان دونوں اشخاص کا پتہ لگانے کے لئے میرئس

Taj Tahir Foundation

بے چین تھا۔ تھینارڈیار قانون کی نگاہوں میں مجرم و خطاوار ہُوا کرے۔ سوسائٹی اور کُل دنیا اس پر نفرین بھیجے۔ مگر وہ میریس کے لیئے دیوتا سے کم نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے اس کے باپ کی جان بچائی تھی + اس نے تھینارڈیار کا پتہ معلوم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مگر اُسے کامیابی نصیب نہ ہوئی + تھینارڈیار کا کچھ پتہ نہ لگا۔ ادھر باوجود غور و خوض میریس کا دل اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکا کہ جس شخص کی بدولت میری جان بچی ہے وہ کون ہے + میریس نے ان دونو کا پتہ لگانے کے لیئے بڑی بیتابی و سرگرمی کا اظہار کیا ؞

Taj Tahir Foundation

چھیالیسواں باب

شادی

آج ۱۶ فروری ہے۔ آج ہی رات کو میرلیس اور کسیٹ کی شادی سرانجام پائے گی۔

تمام دن چھم چھم بارش ہوتی رہی مگر شام ہوتے ہی مینہ برسنا بند ہو گیا اور مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

جہان میں ایسا خوش نصیب کون ہے جس کی قسمت میں خوشی ہی خوشی ہو جس کے جام راحت میں تکلیف کا ایک گھونٹ بھی نہ ہو۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دلھا اور دلھن کے سروں پر خدا کی لازوال دعائے خیر برس رہی تھی مگر وہ اپنی آئندہ زندگی میں ایک سیاہ گھٹا آتی دیکھ کر کانپ اٹھے۔

شادی کے وقت اور دعوت میں کسی نے بلجین کو نہ دیکھا دلھا اور دلھن کے سینوں میں آج سرور و شادمانی موجزن ہے معلوم ہوتا ہے بلجین کی عدم موجودگی کو کسی نے زیادہ محسوس نہیں کیا۔ بلجین نے کہلا بھیجا تھا کہ دروازہ

Taj Tahir Foundation

بند کرتے وقت میرے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا دب گیا ہے۔ بڑی چوٹ آئی ہے اس وقت سخت درد ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر نے ایسی حالت میں چلنے پھرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے میں اس مبارک موقع پر نہیں پہنچ سکتا ؂

جس وقت بڑی دھوم دھام سے کسیٹ اور میرنس کی شادی ہو رہی تھی اُس وقت بلجین کیا کر رہا تھا؟ بلجین کے دل پر آج چاروں طرف کالی گھٹا چھا رہی ہے۔ پہلے کی نسبت آج وہ بہت زیادہ فکر مند نظر آتا ہے ؂

بلجین کے کمرے کا دروازہ بند ہے۔ اُس کے سامنے میز پر شمع ٹمٹما رہی ہے، وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا ہے۔ پیشانی پر شکنیں پڑی ہیں۔ اور چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہیں ؂

یک لخت جیسے کوئی خواب سے چونک اٹھے۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ جیب سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا۔ اور کپڑوں کی الماری کا قفل کھول کر اس میں سے کچھ کپڑے نکال لئے۔ ان میں ایک لڑکی کا سیاہ مخمل کا ایک جوڑا۔ ایک رومال اور ایک بدنما جوتا تھا۔ یہ وہ لباس تھا۔ جسے آج سے دس سال پیشتر کسیٹ نے پہن رکھا تھا۔ جس وقت بلجین نے اُسے مونٹ فارمل کی ڈائن کے پنجہ سے رہائی دلائی تھی۔ اس وقت یہی چیزیں کسیٹ کے تن پر تھیں۔ تمام کپڑے پھٹے پرانے اور ناقابل استعمال تھے مگر بلجین نے انہیں قیمتی اشیاء کی طرح بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھ چھوڑا تھا ؂

ان کپڑوں کو بلجین نے بار بار چوما اور پھر انہیں بستر پر بچھا دیا۔ اور ٹکٹکی باندھ کر ان کی طرف تکنے لگا ؂

دس سال پیشتر کے فراموش شدہ واقعات اُسے بالکل تازہ۔ کل کی سی باتیں معلوم ہونے لگے۔ اُسے ایسا محسوس ہوا گویا وہ آٹھ سالہ کسیٹ کی انگلی

Taj Tahir Foundation

پکڑے مونٹ فارمل سے پیرس کو جا رہا ہے۔ کسیٹ کے چہرے پر آزادی کی خوشی جھلک رہی ہے۔ اس کی بغل میں ایک بڑی گڑیا اور اس کی جیب میں بلجین کا دیا ہوا ایک سنہری سکہ ہے۔ لڑکی ہنس رہی ہے۔

بوڑھا بلجین بچھونے میں منہ چھپا کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس نے آج تک دل کے خلاف بہت سی لڑائیاں لڑی ہیں۔ مگر آج کی کڑی لڑائی اس کی آخری لڑائی ہے۔ سب سے پہلے اس نے سوچا کسیٹ کو خوشی اور آرام پہنچانا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ اور اب میریس کے ساتھ شادی ہونے سے اس کی خوشی اور راحت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میرے دل کی گہرائیوں میں جو آرزو بیتاب رہتی تھی۔ اس کی کونپلیں پھوٹیں، پتے نکل آئے اور وہ میری نظر کے سامنے پھل پھول گئی تو کیا اب میرے ہی گرم سانس سے لہلہاتی ہوئی بیل مرجھا کر خشک ہو جائے؟ کسیٹ میریس کو چاہتی تھی۔ وہ اسے مل گیا۔ میریس نے کسیٹ کو پیار کیا تھا۔ اس پیار کے بدلے میں کسیٹ بھی اس کے ساتھ پیار کرنے لگی۔ دونوں کی آرزوئیں بر آئیں۔ علاوہ ازیں انہیں بے پایاں دولت و حشمت مل گئی۔ بلجین کا فرض پورا ہو گیا۔ آخر یہ لافانی خوشی اور امن کی سلطنت قائم کس نے کی ہے؟ بلجین نے۔ لیکن کیا اس سلطنت کی حدود کے اندر رہنے کا حق اسے حاصل ہے؟

ایک روز کسیٹ بلجین کی تھی۔ آج وہ میریس کی ہے۔ بلجین نے اپنا جگر گوشہ اپنے ہاتھوں سے نکال کر میریس کو دے دیا ہے۔ پھر اس وقت وہ گزشتہ واقعات کی یاد کو تازہ کرنے کی لاحاصل کوشش میں کیوں سرگرداں ہے؟

بلجین کو پولیس تلاش کر رہی ہے۔ اسے سزا مل چکی ہے اور وہ سوسائٹی کی

Taj Tahir Foundation

نگاہوں میں ایک ذلیل اور قابل نفرت قیدی ہے۔ اور یہ دونو نوجوان صاف دل اور مجسم پاکیزگی ہیں۔ پھر بلجین کو اپنی سیاہ بختی اور ان کی خوش نصیبی کو ایک ہی زنجیر میں باندھنے کا کیا حق ہے؟ وہ اُن کے پاک صاف ہاتھوں کو اپنے گناہ آلود ہاتھوں سے کیوں چھوئے؟

بلجین نے دیکھا کہ دونو طرف بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اب بلجین کو کسیٹ کے ساتھ اپنا رشتۂ الفت منقطع کرنا پڑے گا اب اپنے تئیں اُور چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب کسی کو دھوکا دینے سے چنداں فائدہ نہ ہوگا۔

بلجین تمام رات اِسی آتش فکر میں جلتا گھلتا رہا۔ اُس نے ساری رات بیٹھ کر ہی گذار دی۔ اُس کی آنکھوں سے نیند صاف اُڑ گئی۔ وہ بار بار کسیٹ کے کپڑوں کو چومتا رہا۔

Taj Tahir Foundation

سینتالیسواں باب

میں کسیٹ کا کون ہوں؟

دوسرے دن دوپہر ہونے سے پہلے بلجین جلز مینڈ کے ہاں میریٹس سے ملنے گیا۔ ابھی میریٹس سو کر بھی نہیں اُٹھا تھا۔

واسک بلجین کو نشستگاہ میں بیٹھنے کے لئے کہہ کر بیرن اور بیرونیس پینٹ مرسی کو اطلاع دینے اندر چلا گیا۔ میریٹس جھٹ آنکھیں ملتا اُٹھ بیٹھا اور باہر آکر اپنے خُسر سے ملاقات کی۔

میریٹس بولا "آئیے والد صاحب! کل آپ کی عدم موجودگی سے ہم سب کو بڑا رنج ہوا۔ اب آپ کے ہاتھ کے درد کا کیا حال ہے؟"

بلجین ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا اور میریٹس کو بھی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

میریٹس بعد تعمیل ارشاد بولا "والد صاحب اب ہم آپ کا کوئی عذر نہیں سنیں گے۔ آپ کو اپنا مکان چھوڑ کر اسی مکان میں آکر رہنا ہوگا۔ آپ کی صحبت سے نانا جان کو بے حد خوشی حاصل ہوگی۔ کسیٹ کو بھی آپ سے علیحدہ

رہنے میں بڑی تکلیف ہوگی۔ آپ کو اب میرے ہی مکان میں بود و باش اختیار کرنی پڑے گی"۔

بلجین نے کہا "بیرن پینٹ مرسی! آپ جو عزت مجھے بخش رہے ہیں۔ میں کسی طرح اُس کے لائق نہیں۔ میں قید خانہ سے بھاگا ہوا ایک قیدی ہوں"۔

آخر یقین کی بھی تو کوئی حد ہے؟ میریس اپنے خسر کی اس بات کا کچھ مطلب نہ سمجھ سکا۔ وہ سناٹے میں آگیا۔

بلجین نے بائیں ہاتھ سے آہستہ آہستہ اس رُومال کو کھول دیا جسے گلے میں ڈال کر اُس نے دائیں ہاتھ کو سہارا دے رکھا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ کو بے تکلفی سے حرکت دی اور انگوٹھے کی پٹی کھول کر کہا "دیکھئے، انگلی کی چوٹ صرف ایک بہانہ تھا۔ اس جھوٹ کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ میں آپ کی شادی سے الگ تھلگ رہوں۔ کیونکہ اگر میں آپ کی شادی میں شریک ہوتا۔ اور شادی کے موقع پر آپکی شادی کی سند پر میرے دستخط ہوتے تو اس شادی کا فرضی ثابت ہو جانا ممکن تھا"۔

میریس نے گھبرا کر پوچھا "اس کے کیا معنی؟"

بلجین نے جواب دیا "اس کے معنی یہی ہیں کہ میں عدالت سے سزا یافتہ اور مفرور قیدی ہوں"۔

یہ بات سن کر میریس کو رعشہ آگیا۔ اُس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ کہہ کیا رہے ہیں؟"

پہلے کی طرح پر استقلال لہجے میں بلجین نے کہا "مسٹر پینٹ مرسی! میں اُنیس سال تک جیل خانے میں رہا ہوں۔ اس وقت میں جیل سے بھاگا ہوا قیدی ہوں"۔

Taj Jahin Foundation

اگرچہ میریٹس کوشش کر رہا تھا۔ کہ بلجین کی باتوں پہ اعتبار نہ کرے انہیں مذاق میں اڑا دے۔ اور اس کے ثبوتوں کو نہ سُنے۔ تاہم اس ناخوشگوار صداقت کے روبرو وہ اس طرح کانپ اٹھا جیسے خوفناک افعی کو سامنے دیکھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے + اُسے اپنی آیندہ زندگی کے صاف مطلع پہ ایک چھوٹے سے سیاہ بادل کا سایہ نظر آیا۔ وہ دیوانہ وار چلّا اٹھا "بتایئے۔ جب آپ نے اتنا کچھ بتا دیا ہے۔ تو اب مفصل حالات سے آگاہ کر دیجئے۔ کیا آپ کسیٹ کے والد ہیں"؟

بلجین نے سر اٹھا کر متانت آمیز لہجہ میں کہا "جناب! عدالت میں ہماری قسم کی کوئی قیمت نہیں۔ اور مجھے معلوم نہیں آپ میرے قول پہ اعتبار کریں گے یا نہیں۔ اگر اعتبار کر سکتے ہیں تو سنئے۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہتا ہوں۔ کہ میں کسیٹ کا باپ نہیں ہوں۔ کسیٹ میری بیٹی نہیں کسیٹ کے ساتھ میرا کسی قسم کا تعلق نہیں"+

میریٹس نے گومگو لہجہ میں پوچھا "اس کا ثبوت کون پیش کرے گا"؟

بلجین نے جواب دیا "میں + کیا آپ میری بات پہ یقین نہیں کرتے"؟

میریٹس نے ایک مرتبہ بلجین کو غور سے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر متانت برس رہی تھی اور رحم کا جذبہ نمایاں تھا۔ اُس سے غلط بیانی کی امید ہرگز نہ ہو سکتی تھی +

میریٹس نے کہا "نہیں مجھے آپ کی باتوں کا پورا یقین ہے" +

بلجین نے میریٹس کے جواب سے مطمئن ہو کر یوں کہنا شروع کیا "میں کسیٹ کا کون ہوں! اس دنیا کی سڑک پہ تھوڑی دیر تک ساتھ جانے والا ہم سفر! دس سال پیشتر مجھے اُس کی ہستی کا علم تک نہ تھا۔ یہ سچ ہے۔ میں اُسے

پیار کرتا ہوں۔ مگر وہ پیار وہ محبت کیسی ہے۔ جیسی بیوی بچوں سے محروم بوڑھے آدمی لوگوں کے بچوں کو اپنے بیٹے بیٹیاں سمجھ کر کرتے ہیں + اس بدقسمت اور یتیم بچی کو میری ضرورت تھی۔ میں اُسے پیار کرنے لگا۔ میں خود بھی یہ بتلانے کے ناقابل ہوں۔ کہ کس کشش کے زیر اثر کس پردۂ پندار کے زیر اطاعت میں نے اُسے اپنے سینے میں جگہ دے کر اپنا لختِ جگر بنا کر اُس کی عزت و پرواخت کی ہے + کچھ عرصہ تک ہم دونوں ایک ہی منزل کے راہرو تھے۔ مگر آج دیکھتا ہوں کہ میرا راستہ جدا ہے۔ منزل مقصود بھی دونوں کی مختلف ہے۔ میری راہ ایک طرف اور اُس کی راہ دوسری طرف۔ اسی مقام پر ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا پڑے گا۔ علیحدگی اختیار کرنی ہو گی آج سے کسیٹ بیرونیس (کونٹس) پلینٹ مرسی ہے اور میں آج سے وہی خطرناک ڈاکو بلجین ہوں"۔

بلجین ذرا رک گیا۔ لمحہ بھر کچھ سوچنے کے بعد کہنے لگا۔ "ہاں۔ یہ چھ لاکھ فرینک کی رقم جو کسیٹ کو شادی پر بطور جہیز دی گئی تھی۔ اس کے متعلق آپ سے چند باتیں کہنی ہیں۔ مسٹر میرلش! اس رقم میں سے ایک کوڑی بھی ناجائز طریقے سے نہیں کمائی گئی۔ کسیٹ یا آپ اس کے بارے میں کچھ شک شبہ نہ رکھیں۔ یہ رقم میرے پاس بطور امانت تھی۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ میں آج یہ امانت آپ کو سونپ رہا ہوں"۔

سلسلۂ کلام ختم کر کے بلجین غور سے میرلش کو دیکھنے لگا۔ اس کا مقصد صرف یہی معلوم کرنا تھا کہ اس انکشاف نے میرلش کے دلی خیالات میں کس قسم کی تبدیلی پیدا کی ہے + میرلش چپ تھا۔ اس کی زبان بند تھی اُس کی عقل کام نہ کرتی تھی۔ اُس پر سنسنی چھائی ہوئی تھی +

Taj Tahir Foundation

آخر میرٹس نے چونک کر حیرانی سے کہا، "آپ یہ باتیں مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں؟ میں تو آپ سے کچھ بھی دریافت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ نہ اس راز کے انکشاف یا آپ کے اقبال کی کوئی ضرورت سمجھتا ہوں + پولیس بھی آپ کا تعاقب نہیں کر رہی نہ کوئی اور شخص اس راز کو منکشف کر کے آپ کی بے عزتی کرنے کے درپے ہے۔ تو آپ کیوں ان فضول باتوں کو سامنے لا کر اپنے تئیں ہماری نگاہوں میں اور دنیا کی نگاہوں میں حقیر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

بلچین بولا "مسٹر میرٹس! اس میں شک نہیں پولیس میرا تعاقب نہیں کر رہی مگر میرے اپنے ضمیر نے مجھے سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میری زیست کو ناقابل برداشت بنا دیا ہے۔ ضمیر کی سزا انسان کی دی ہوئی سخت ترین سزا سے بھی ہزار گنا زیادہ سخت ہوتی ہے + ضمیر کی طاقت غیر محدود ہے اور اس کی کارروائیاں عجیب و غریب ہیں + مسٹر میرٹس! آپ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، تو یہ سمجھنے کی کوشش کبھی نہ کیجئے۔ کہ فرض کیا چیز ہے جب آپ نے اس کو سمجھ لیا۔ تو یہ آپ کے سر پہ سوار ہو جائے گا + ایسا معلوم ہو گا۔ یہ آپ کو محض اس لئے سزا دے رہا ہے۔ کہ آپ نے کیوں اُسے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن نہیں۔ یہ آپ کو اس کا معاوضہ بھی دے گا جس گھڑی آپ اپنے فرض کو پہچان لیں گے اس میں شک نہیں اُسی وقت آپ کو ذاتی آرام و آسائش اور خودداری کی قربانی تو ضرور دے دینی پڑے گی۔ اور رنج و غم اُٹھانے ہوں گے۔ لیکن آپ دیکھیں گے۔ کہ اس تکلیف میں، اس دُکھ میں کس قدر لا انتہا خوشی۔ کتنا بے پایاں سرور ہے! آپ خداوند کی گود میں سر رکھ کر حقیقی خوشی کا لطف اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے +

بولتے بولتے بلچین کا حلق خشک ہو گیا۔ چند منٹ ٹھہر کر پھر کہنا شروع

کیا۔" مسٹر میرئیس! جب میں اپنے ضمیر کے ہاتھوں اس قدر تکلیف اٹھا رہا ہوں تو میں روپوش رہ کر کیوں اپنے آپ کو مزید تکلیف دوں، اور آپ لوگوں کو بھی خواہ مخواہ زحمت میں ڈالوں؟ ..... "فوکلیونیٹ نے اپنا نام مجھے مستعار دے دیا۔ لیکن اسے استعمال کرنے کا مجھے کیا حق ہے۔ وہ اپنا نام دے سکتا تھا۔ لیکن مجھے نہیں لینا چاہیئے؛ میری رائے میں نام میں اور آدمی میں چنداں فرق نہیں۔ نام ہی آدمی ہے اور آدمی ہی نام ہے۔ مسٹر میرئیس! میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ کہ تمام عمر ایک جعلی چابی بن کر نیک بندوں کے قفل کھولنا اور اُن سے ملنا جلنا، مگر کبھی ان سے نظریں چار نہ کر سکنا اور دل ہی دل میں شرم سے پانی پانی ہونا! آہ کس قدر تکلیف دہ ہے! نہیں۔ نہیں۔ اس کی نسبت تو یہ بہتر ہے کہ دکھ اٹھاؤں، آنسو بہاؤں۔ اپنے ہی ناخنوں سے اپنا گوشت نوچوں۔ درد و کرب کی کروٹیں لے کر راتیں گزاروں اور اپنے جسم اور روح کو خود ہی نگل جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے روبرو تمام حال بیان کر دینے کے لئے آیا ہوں"۔

بلجین نے ایک لمبی دکھ بھری آہ بھری اور کہا "جسم و جان کا تعلق برقرار رکھنے کے لیے میں نے کبھی ایک روٹی چرائی تھی آج پھر زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے میں کسی کا نام نہ چراؤں گا"۔

میرئیس نے قطع کلام کر کے کہا "زندگی کے لئے! جینے کے لئے آپ کو اس نام کی کوئی ضرورت نہیں"۔

بلجین نے بار بار اپنا سر اٹھاتے اور جھکاتے ہوئے کہا "آہ! میں سمجھتا ہوں"۔

دونوں چپ ہو گئے، دونو تفکرات میں مبتلا تھے۔ میرئیس میز کے پاس

ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور بلجین بے قراری سے کمرے میں پھر رہا تھا۔

بلجین پھر کہنے لگا "مسٹر میرلیس! معلوم ہوتا ہے اب آپ سمجھ گئے کہ کیوں میں نے اپنے راز کا انکشاف کیا ہے۔ میں دعا دیتا ہوں کہ آپ کی زندگی آرام اور چین سے کٹے۔ جس زنجیر نے آج تک مجھے اس دنیا کے ساتھ جکڑ رکھا تھا۔ آج وہ زنجیر ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ جس جال میں میں پھنسا ہوا تھا۔ اُس کی رسیاں آج کٹ گئیں۔ اس وقت کیسیٹ ہیرن میرلیس کے مکان میں ہے اور خوش ہے۔ آپ اس بات کا خیال نہ کیجئے۔ کہ ایک بد نصیب شخص جس پر کل عالم نفریں بھیجتا ہے کس طرح اپنے دل کی حالت بیان کر کے اپنا فرض پورا کرتا ہے۔"

میرلیس اٹھ کر بلجین کے پاس گیا اور اپنا ہاتھ بڑھایا مگر بلجین کے ہاتھ نے حرکت نہ کی۔ جب میرلیس نے خود اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔ تو اُسے محسوس ہوا۔ جیسے ایک پتھر کے سخت ہاتھ کو دبا رہا ہے۔

میرلیس بولا "میرے نانا کے بہت سے بارسوخ دوست ہیں۔ وہ آپ کو معافی دلا سکتے ہیں۔"

بلجین نے جواب دیا "اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ عالم طور پر یقین کیا جاتا ہے۔ کہ میں مر چکا ہوں۔ میرے لئے یہ بہت کافی ہے۔ مُردوں کو حراست میں نہیں لیا جاتا۔ موت اور معافی ایک ہی چیز ہے۔"

بلجین نے میرلیس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور کہا "میرے دوست صرف میرا فرض ہے۔ جس سے میری امیدیں وابستہ ہیں۔ اور مجھے صرف ایک ہی معافی چاہئے اور وہ میرے ضمیر کی معافی ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا "مسٹر میرلیس! آپ سے میری ایک

آخری التجا ہے۔ مانیں گے؟ آپ کسیٹ سے ان باتوں کا ذکر ہرگز نہ کیجئے گا۔ مرد کا دل مضبوط ہوتا ہے، وہ سب کچھ برداشت کرلیتا ہے۔ مگر عورتوں کا دل ذراسی ٹھیس لگتے ہی چور چور ہو جاتا ہے۔ اس وقت میں یہی سوچ رہا ہوں کہ کسیٹ کو یہ حالات معلوم ہوں گے۔ تو اس کے دل پر کیا گذرے گی؟ بچی کا دل اس صدمہ کو کیسے برداشت کرسکے گا؟"

میریس نے جواب دیا۔ "یہ راز اور کسی تک نہ پہنچنے پائے گا"۔

بلجین کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا "میں نے تقریباً سب باتیں بتلادی ہیں اب صرف آخری بات کہنی باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اب میرا کسیٹ سے ملنا مناسب نہیں۔ آنکھیں انسان کی سب سے بڑی دشمن ہیں مجھ میں اس دشمن کو شکست دینے کی طاقت نہیں، تو میرا اس سے بچا ہی رہنا مناسب ہے خدا آپ لوگوں کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے!"

اتنا کہہ کر بلجین دیوانہ وار کمرے سے نکل گیا۔

Taj Tahir Foundation

اڑتالیسواں باب

قیدِ محبّت

Taj Tahir Foundation

بلجین نے رشتۂ محبت منقطع کر کے۔ اپنی آنکھوں سے پردہ پندار دور کرنے کی کوشش تو کی مگر اُسے کامیابی بھی نصیب ہوئی؟

باب سابقہ میں جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن کے بعد بلجین نے جلز مینڈ کے مکان میں قدم نہیں رکھا۔ مگر وہ کسیٹ کی تصویر کو اپنے دل سے مٹا دینے میں کامیاب نہ ہوا۔ جو آرزو آنکھوں کے ذریعہ پر نہ آئی۔ اب اسے دل کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ کسیٹ کی یاد نے بلجین پر کھانا پینا اور سونا حرام کر دیا۔

کبھی کبھی آدھی رات کے سناٹے میں وہ اپنے پلنگ سے اُٹھ کر دیوانہ وار سڑک پر آجاتا۔ سیدھا جلز مینڈ کے مکان کی راہ لیتا اور اس کے آس پاس کہیں چھپ کر بیٹھ جاتا۔ اور کسیٹ کے خواب گاہ کی طرف حسرت سے تکتا۔

صبح کے وقت جب لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جاتی اُس وقت بلجین چوروں کی طرح چھپ چھپا کر واپس چلا آتا۔ جیسے کسی گناہِ عظیم کا ارتکاب کر کے

آرہا ہے۔

اِدھر کسیٹ کی خوش خوش بسر ہو رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی کی موجودہ راحتوں اور مستقبل کے خوش خیالوں میں محو تھی اور بلجین کی یاد رفتہ رفتہ اس کے دل سے فراموش ہوتی جا رہی تھی۔

میرٹس کسیٹ کو اپنی زندگی کا شریک اور ہم سفر پا کر بہت خوش تھا۔ مگر دو باتوں کی فکر اُسے رہ رہ کر بے چین کئے دیتی تھی۔ ایک تو تھینارڈیار کی تلاش اور دوسرے اس شخص کا نام و نشان معلوم کرنا جس نے اس کی جان بچائی تھی۔

Taj Tahir Foundation

انچاسواں باب

انکشاف راز

Taj Tahir Foundation

ایک روز شام کے وقت میرلیس کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا۔ کہ اُس کے خدمت گار واسک نے ایک خط اُس کے ہاتھ میں لا کر دیا اور کہا۔
"حامل رقعہ نشستگاہ میں بیٹھا آپ کا انتظار کر رہا ہے"۔
خط ہاتھ میں لیتے ہی میرلیس کو اس میں سے تمباکو کی بُو آئی بُو کے ساتھ ساتھ اُس کے دماغ میں ایک الم ناک یاد بھی تازہ ہو گئی۔ طرز تحریر بھی کچھ مانوس سی نظر آئی۔ جنڈریٹ کا کمرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔
میرلیس کے بدن میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی۔ جن دو آدمیوں کی تلاش میں میرلیس اس قدر حیران و سرگرداں ہو رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے اُسے اُن دو آدمیوں سے ملا دینے کا انتظام کر دیا۔ میرلیس نے جھٹ خط کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اُس میں لکھا تھا!۔

"جناب لی بیرن صاحب!
"اگر خدا کے ہاں ذرا بھی انصاف ہوتا تو آج میں بطور "بیرن تھینارڈ" آپ

کی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا لیکن خدا کی بے انصافی سے آج میں اس خطاب اور عزت سے محروم اور صرف تھینارڈ ہوں + خیر جس کام کے لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں اس میں میری اور آپ کی دونوں ہی کی بہبودی مضمر ہے۔ مجھے ایک شخص کے بہت سے پوشیدہ راز معلوم ہیں۔ اب اس شخص سے آپ کا نہایت گہرا تعلق ہو گیا ہے۔ مار آستین بن کر اُس نے آپ کے ہاں پناہ لی ہے۔ ایک روز ضرور کاٹے گا۔ چنانچہ آپ کو ہوشیار کر دینے کی غرض سے میں آپ سے تھوڑی دیر گفتگو کرنا چاہتا ہوں +

"نیاز مند
تھینارڈ"

خط کے مطالعہ اور اُس کی پیچ دار طرزِ تحریر سے میرئیس کے دل میں کچھ شک گذرا۔ اُس نے نوکر کو حکم دیا۔" اس شخص کو اندر لاؤ +"

اُس شخص کے اندر آتے ہی میرئیس کو کسی قدر حیرت اور کچھ مایوسی ہوئی۔ یہ وہ شخص تو نہیں ہے۔ جس کی بابت وہ سوچ رہا تھا میرئیس اس سے واقف نہ تھا۔ نووارد معمر شخص تھا۔ بال سفید تھے۔ ناک اُٹھی ہوئی تھی۔ آنکھوں پر سبز رنگ کا چشمہ تھا۔ بال لٹک رہے تھے اور اُن سے اُس کی پیشانی کا بالائی حصہ چھپ گیا تھا + وہ سرتاپا سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک پرانی فیلٹ ہیٹ تھی + کمرے میں داخل ہو کر نووارد نے میرئیس کو سلام کیا۔ اور ایک طرف کھڑا ہو گیا + میرئیس نے اُسے ایک دفعہ سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

نووارد نے جواب دیا" جناب من! میری چند باتیں سن لیجئے۔ امریکہ میں

پاناما کے نزدیک ایک گاؤں ہے جس کا نام لجاپا ہے۔ اس گاؤں کے تمام باشندے ایک ہی مکان میں اکٹھے رہتے ہیں اور اس گاؤں میں اُس مکان کے سوا اَور کوئی مکان نہیں ہے۔ وہ مکان سہ منزلہ اور چوکور ہے۔ اس کے ہر ضلع کی لمبائی پانچ سو فٹ ہے۔ اس میں داخل ہونے کے لئے ایک ہی دروازہ ہے اور کھڑکی کوئی نہیں۔ دیواروں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے سوراخ ہیں جن میں رات دن بندوقیں لگی رہتی ہیں۔ اس گاؤں کی آبادی آٹھ سو ہے۔ باشندے ہتھیاروں کے استعمال میں خوب ماہر ہیں کیونکہ اس علاقہ کے آدم خور وحشی اور غیر مہذب اقوام اور خونخوار درندوں سے بھی زیادہ خوفناک ہیں۔ شاید آپ دریافت کریں کہ پھر لوگ وہاں کیوں رہتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سونا بہت پایا جاتا ہے"۔

میرلس زیادہ سُننے کی تاب نہ لا سکا۔ پوچھا "آپ کا مطلب کیا ہے"؟

نو وارد نے جواب دیا "میرا مطلب یہ ہے کہ میرا جی آپ کی اس نئی تہذیب سے اُکتا گیا ہے۔ اب میں غیر مہذب لوگوں میں تقدیر کو آزمانا چاہتا ہوں۔ میری بیوی ہے۔ اور ایک خوب صورت نیک چلن لڑکی۔ انہیں ہمراہ لے جانے کے لئے مجھے بہت سے روپے کی ضرورت ہے"۔

میرلس نے پوچھا "تو اس سے مجھے کیا"؟

نو وارد ذرا ہنس کر بولا "اس سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے میرا خط بغور نہیں پڑھا"۔

دراصل بات بھی یہی تھی۔ میرلس نے خط کو صرف ایک سرسری نگاہ سے پڑھ لیا تھا۔ اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نو وارد کے الفاظ "میری بیوی ہے اور ایک خوب صورت نیک چلن لڑکی" نے اس کے دماغ

Taj Fahim Foundation

پہ کچھ روشنی ڈالی میرئس کے دل میں خیال گذرا۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بھبکیاں دکھا رہا ہے۔ میرئس بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھ کر بولا "آپ کو جو کچھ کہنا ہے مختصر طور پہ کہئے"۔

نوواردکی ذرا ہمت بندھ گئی۔ اُس نے کہنا شروع کیا "جو ارشاد! میں اختصار سے کام لوں گا۔ آپ کے ایک نہایت قریبی رشتہ دار کا پوشیدہ ترین راز مجھے معلوم ہے۔ اگر میں اس راز کو منکشف کر دوں۔ تو گورنمنٹ سے اُس شخص کو سزا ملے گی اور آپ کی بھی بے عزتی ہو گی۔ مناسب قیمت ملے تو میں اس راز کو فروخت کرنے کے لئے تیار ہوں"۔

"میرے ساتھ اُس راز کا کوئی تعلق ہے؟"

"ہے۔ لیکن بہت کم"۔

"وہ کیا راز ہے؟"

"جناب! آپ نے اپنے مکان میں ایک ڈاکو اور قاتل کو پناہ دی ہے"۔

میرئس نے حیران ہو کر کہا "میرے مکان میں؟ نہیں!"۔

نوواردبڑی مستقل مزاجی سے بولا "جی ہاں۔ آپ ہی کے مکان میں! ورنہ کیا میں ایسی جھوٹی بات سے کہ آپ کے سامنے حاضر ہونے کی جرأت کر سکتا تھا؟ میں جس شخص کے بارے میں ذکر کر رہا ہوں۔ اگرچہ وہ ایک پرانا سزا یافتہ مجرم ہے۔ مگر اُس کے کئی تازہ جرم ایسے ہیں۔ جن کا میرے سوائے دنیا میں اور کسی کو علم نہیں۔ اسی شخص کے متعلق میں آج آپ سے کچھ کہنے آیا ہوں اُس کا نام بھی میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اور اس کا کچھ معاوضہ بھی نہ لوں گا۔

"اُس شخص کا نام ولجین ہے"۔

"مجھے معلوم ہے"۔

آپ کو اُس کا نام معلوم ہو سکتا ہے مگر اُس کی خصلت اور اُس کے چال چلن کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے، وہ ایک ڈاکو، مفرور قیدی اور سزا یافتہ چور ہے"۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہے"۔

میرلس کا یہ خشک اور متانت سے پُر جواب سُن کر نووارد دل ہی دل میں بہت جزبز ہوا۔ اُس کی اس دلی ناراضگی کی جھلک اُسی لمحہ اُس کے چہرے پر بھی دکھائی دے گئی۔ میرلس نے بھی اُسے دیکھ لیا۔

اپنے دلی جذبات کو چھپا کر اور مصنوعی ہنسی ہنس کر اُس شخص نے کہا "میں آپ کی تردید نہیں کرنا چاہتا۔ یہ دو راز جو میں نے ظاہر کر دیئے ہیں، ان سے آپ کی ذات کا کوئی خاص تعلق نہیں۔ مگر مجھے اور بھی کئی راز معلوم ہیں جو آپ کو ضرور معلوم ہو جانے چاہئیں۔ وہ راز آپ کی بیوی سے تعلق رکھتے ہیں"۔

میرلس اس طرح کانپ اُٹھا۔ جیسے اُسے سانپ نے کاٹ لیا۔

نووارد کی آنکھوں سے بجلی کی طرح ایک تیز چمک دار روشنی کے شعلے نکل کر میرلس کی آیندہ زندگی کے آرام وچین کو جلا کر خاک سیاہ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

نووارد بولا۔ "جناب! میں نے اس راز کی قیمت بیس ہزار فرینک رکھی ہے اور اُسے فروخت کرنے کے لئے سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ اس قیمت پر اُسے نہ خریدیں گے، تو مجھے کوئی دوسرا خریدار تلاش کرنا پڑے گا"۔

میرلس نے کہا "جو کچھ تم کہو گے، مجھے معلوم ہے"۔

نووارد پھر ہنس کر بولا "آپ کو اور سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، مگر ایک

بات جو میں آپ سے کہنے والا ہوں ۔ اُسے میرے سوا دُنیا میں اَور کوئی نہیں جانتا"۔

میریئس نے اُس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا "تم نے دیکھ لیا کہ بلجین کے متعلق تم جو کچھ کہنے آئے تھے وہ مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا۔ میری بیوی کی نسبت جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ اور سنو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کون ہو"۔

نووارد بولا "یہ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اپنا نام تو میں نے خط میں ہی لکھ دیا ہے۔ میرا نام تھینارڈے ہے"۔

میریئس نے کہا "تھینارڈ نہیں۔ تمہارا نام تھینارڈیار ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم ہی مزدور جنڈریٹ ہو۔ تم ہی ڈرامہ نویس فیاوانٹے ہو۔ تم ہی شاعر زنیفور۔ تم ہی میڈیم بلزرڈ اور تم ہی مونٹ فارمل کے ہوٹل کے مالک۔ غنڈوں کے سردار۔ احسان فراموش۔ بے درد ظالم تھینارڈیار ہو"۔

"آپ غلطی کرتے ہیں"۔

ہرگز نہیں۔ میں تمہیں خوب پہچانتا ہوں۔ بدمعاش! لے یہ اپنی بدمعاشی کی قیمت!"

یہ کہہ کر میریئس نے ایک چھوٹی الماری کھولی۔ اس میں ہاتھ ڈال کر اُسے جتنے نوٹ مل سکے بغیر دیکھے بھالے انہیں نکال لیا اور نووارد کے مُنہ پر دے مارے۔ اُس نے نوٹ جھٹ اُٹھا لئے اور گِن کر دیکھا تو پانچ سو فرینک کے تھے۔ اُنہیں آہستہ آہستہ جیب میں رکھتا ہوا تھینارڈیار شیریں لہجہ میں بولا "صرف پانچ سو فرینک! خیر جناب! آپ اس قدر ناراض نہ ہوں۔ پہلے میری باتیں سن لیں۔ بعد میں میرے بارے میں جو سمجھ میں آئے کیجئے"۔

اس کے بعد بوداروئے نے بندر کی طرح تیزی سے نقلی بالوں کو اُتار دیا۔ ناک پر سے چشمہ اُتار کر جیب میں ڈال لیا اور منہ پر سے مصنوعی چہرہ بھی ہٹا دیا + اب اُس کی اصلی صورت نکل آئی۔ سانپ کی سی سیاہ روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی۔ عقاب کے مانند ناک اور اُس کا سفاک اور شرارت آمیز چہرہ نظر آنے لگا۔ میرلُس نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی بدمعاش تھینارڈیار عرف جنڈریٹ ہے۔

تھینارڈیار بھیس بدل کر میرلُس سے کچھ اینٹھنے آیا تھا۔ مگر اپنی چال سے آپ ہی مات ہو گیا + ٹھگنے آیا تھا میرلُس کو۔ اور خود ہی ٹھگا گیا۔ تھینارڈیار ٹھگا گیا سہی، مگر پھر بھی اُس نے اپنے تئیں نفع میں سمجھا + جو رقم اُسے میرلُس سے ملی، اُسے اس نے اپنی ذلت اور ناامیدی کی قیمت سمجھ لیا + اس طرح یکا یک پکڑے جانے پر اُسے بڑا تعجب ہوا۔ اُسے بہت تعجب ہو رہا تھا۔ کہ بیرن پینٹ مرسی نے تو پہلے مجھے کبھی دیکھا نہیں تو پھر اُس نے مجھے پہچان کس طرح لیا؟

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اگرچہ تھینارڈیار عرف جنڈریٹ بہت مدت تک میرلُس کے ساتھ کے کمرے میں رہتا رہا۔ مگر تھینارڈیار میرلُس کی صورت تک سے ناآشنا تھا۔ اور روشناس ہونے کی اُسے کوئی ضرورت بھی نہ تھی + جب کبھی ضرورت پڑتی۔ اس کی دونوں بیٹیاں جا کر میرلُس سے مل آتیں + خود تھینارڈیار نے اپنی آنکھوں سے میرلُس کو کبھی نہیں دیکھا۔ اس بات کا اُسے گمان بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ میرلُس اور بیرن پینٹ مرسی دونوں درحقیقت ایک ہی شخص ہیں۔ یہی باتیں اس کی حیرت کا موجب تھیں۔

جب میرلُس تھینارڈیار کا منہ بند کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اُسے کچھ خوشی حاصل ہوئی + وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ تھینارڈیار! میں نے تمہارا اصلی نام تمہیں

بتلادیا۔ اب کیا تم یہ بھی سننا چاہتے ہو۔ کہ تم کون سا راز فروخت کرنے کے لئے یہاں آئے ہو؟ اچھا لو سنو۔ تم مجھ سے کہنے آئے ہو کہ بلجین ایک نامی ڈاکو اور جعل ساز ہے کیونکہ مسٹر ماؤلن کے نام کا جعل کر کے لافٹ بنک سے ماؤلن کا جمع کیا ہوا تمام روپیہ اڑا کر بھاگ گیا ہے۔ اور گذشتہ فرانسیسی انقلاب کے دوران میں اُس نے پولیس انسپکٹر جابرٹ کا خون کیا ہے۔

تھینارڈیار نے ہنس کر کہا۔ "جناب! آپ کی یہ دونوں معلومات غلط ہیں۔ یہ بات میں فوراً ثابت کر سکتا ہوں۔ بلجین کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو مگر وہ فریبی جعل ساز نہیں ہے۔ اس بات کا سچ ہونا ناممکن ہے۔ کہ بلجین ماؤلن کے جعلی نام کی مدد سے بنک سے اس کا روپیہ لے گیا ہے۔ کیونکہ بلجین خود ماؤلن ہے۔"

"ناممکن!"

"میں ابھی آپ کے سامنے اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں آپ کی دوسری بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ جابرٹ نے خودکشی کی ہے۔ اور خودکشی کا معاملہ عدالت کے روبرو اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔"

یہ کہہ کر تھینارڈیار نے اپنے کوٹ کی بڑی جیب میں سے بادامی رنگ کے کاغذ کا ایک پلندہ نکالا۔ اُس پلندے میں سے اخباروں کے پُرانے پرچے نکالے۔ ہمارے لئے یہ بتلانا مشکل ہے کہ کتنی مدت سے یہ اخبار اس کی جیب میں پڑے تھے۔ دونوں ہی اخبار میلے اور پرانے تھے۔ اور اُن میں سے تمباکو کی بو آ رہی تھی۔ ان میں سے ایک تو اخبار "ڈراپو بلانگ" کا ۲۵ جنوری ۱۸۲۳ء کا پرچہ تھا۔ اس کے خبروں کے کالم میں یہ درج تھا۔ کہ سزا یافتہ مجرم اور مفرور قیدی بلجین اور نقلی چوڑیوں کے موجد کرو ڈیپتی حاجیہ

Taj Tahir Foundation

ایم ۔ ایم کے میئر مسٹر باؤلن دونوں ایک ہی شخص ہیں ۔

دوسرا پرچہ اخبار "منشیار" کا ۱۵ ؍ جون ۱۸۲۲ء کا پرچہ تھا اس کے ایک کالم میں جابرٹ کی خودکشی کی کہانی درج تھی ۔

اب میریئس کو یقین ہو گیا کہ تھینارڈیار نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے ٹھیک ہے ۔ اور یہ کہ جو کچھ اُس کا ذاتی خیال تھا وہ غلط ہے ۔ اپنی سرگذشت سُنا کر بلجین میریئس کی آنکھوں میں جس قدر حقیر ہو گیا تھا اب اس راز کے انکشاف سے اُسے اتنی ہی بلند جگہ اور قدر و منزلت حاصل ہو گئی ۔

میریئس نے باآواز بلند کہا" تو در حقیقت یہ بہت عجیب و غریب شخص ہے کسیٹ کو جہیز میں جو اتنی گراں بہا رقم اُس نے دی ہے وہ معلوم ہوتا ہے اس کی اپنی کمائی ہوئی ہے ! بلجین باؤلن ہے ! ایک تجارت کا بانی بیکسوں اور غریبوں کا حامی مصیبت زدوں کی پناہ ! اسی بہادر نے انقلاب پسندوں کے ہاتھ سے جابرٹ کی جان بچائی تھی ! وہ سچا بہادر ہے ! ایک فرشتہ ہے !

تھینارڈ بولا " لیکن بلجین بہادر نہیں ۔ فرشتہ بھی نہیں ۔ وہ ایک خونی ۔ ایک نامی ڈاکو ہے !"

میریئس نے کہا ۔ "چالیس سال پیشتر غریب بلجین نے پیٹ کی خاطر ایک روٹی چرائی تھی ۔ اور تمام عمر اُس نے غریب کمزور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کر کے بے حد ایثار نفسی دکھلائی ہے کیا اس نے اُس گناہ کا کفارہ ادا نہیں کر دیا ؟"

تھینارڈیار بولا "میں اُس روٹی کی چوری کا ذکر نہیں کرتا میں جس واقعہ کا ذکر کر رہا ہوں وہ ابھی حال ہی کا ہے ۔ بلجین کے ہاتھوں کا خون ابھی اچھی طرح خشک بھی نہیں ہونے پایا ۔ پولیس کو اس واردات کا پتہ نہیں لگا ۔ دنیا

Taj Tahir Foundation

اس گناہ کی کہانی سے بے خبر ہے۔ اسے جانتا ہے صرف ایک شخص، اور وہ میں ہوں، جناب عالی! خون کبھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ گناہ کبھی چھپ نہیں سکتا جلد یا دیر خون کا پتہ ضرور لگ جاتا ہے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہو گا کہ جس روپے کا لالچ دے کر بلجین نے چاہا کی سے آپ کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ وہ تمام روپیہ ڈاکہ زنی کا ہے، اور خون کر کے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے جو جو باتیں معلوم ہیں۔ وہ سب آپ کے سامنے بیان کر دوں گا۔ یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ آپ مجھے اس کے لئے انعام دیں یا نہ دیں۔ آپ بڑے آدمی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے میرے حق سے محروم نہیں رکھیں گے۔ آپ اس وقت یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ میں بلجین کے پاس کیوں نہیں جاتا۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ جو کچھ مال و متاع اس کے پاس تھا۔ وہ تمام اس نے آپ کو دیدیا۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں گا۔ تو وہ مجھے خالی ہاتھ پھیر دے گا۔ اس لئے میں بجائے اس کے پاس جانے کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جناب! میں بہت کمزور ہوں۔ میں بیٹھ جاؤں؟"

میرئس نے تھینارڈیار کو بیٹھنے کو کہا۔ اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

تھینارڈیار نے بہت متانت سے اپنی کہانی یوں کہنی شروع کی "بیرن صاحب! معلوم ہوتا ہے ۵۔ جون ۱۸۳۲ء کا واقعہ آپ کو یاد ہے۔

"دنیا کی تاریخ میں انقلاب فرانس کی کہانی بہت موٹے حروف میں لکھی جائے گی۔ ۶۔ جون کو رات کے وقت ایک بدنصیب شخص پیرس کے نیچے ایک نالے میں پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا۔"

میرئس نے اپنی کرسی کھینچ کر تھینارڈیار کے قریب کر لی اور خوب توجہ

سے اُس کی باتیں سُننے لگا۔ تھینارڈیار نے دل میں سمجھا کہ وار ٹھیک پڑا۔ جس طرح کوئی فصیح اور قابل مقرر تقریر کے دوران میں کبھی کبھی ٹھہر کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ حاضرین پر اس کی تقریر کا اثر ہو رہا ہے یا نہیں۔ اور وہ اُس کا لطف اُٹھا رہے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح تھینارڈیار نے ایک مرتبہ میریئس کو دیکھ کر پھر اپنی کہانی چھیڑی "جناب! ایک قسمت کا مارا بدنصیب شہر کو چھوڑ کر نالے میں اپنا گھر بنانے اور پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ دوپہر رات گذرے اس نالے میں ایک دوسرے شخص کو دیکھ کر اُسے بڑا تعجب ہوا اُس نووارد کا سارا بدن خون سے لت پت تھا اور کپڑے کیچڑ میں بھیگے ہوئے تھے۔ اُس کے کندھے پر ایک لاش تھی اور وہ لاش زخموں سے چھلنی ہو رہی تھی۔ نووارد خوفزدہ تھا اور بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ نالے میں رہنے والے شخص نے سمجھ لیا کہ زر کے لالچ سے اس شخص نے خون کیا ہے اور اب لاش کو دریائے سین کے حوالے کرنے جا رہا ہے تاکہ اس گناہ کی شہادت باقی نہ رہے۔ اور اُس کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹ جائے"۔

میریئس نے اپنی کرسی تھینارڈیار کے اور بھی قریب کر لی۔ اور بہت غور سے اس کی باتیں سننے لگا۔

تھینارڈیار نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "جناب! راستے کے نیچے کا نالہ شاہی سڑک تو ہے ہی نہیں۔ کہ کوئی ایک دوسرے کی آنکھ بچا کر بھاگ جائے۔ دونوں جا ملے۔ نووارد نے کہا "اس بوجھ کی طرف دیکھو جو میرے کندھے پر ہے۔ مجھے اس خوشنما پنجرے سے باہر نکلنا ہے براہ مہربانی مجھے باہر نکالو" "جناب! اس شخص کا مہیب چہرہ دیکھتے ہی نالے میں

Taj Tahir Foundation

رہنے والے کا خون خشک ہو گیا۔ اُس نے سوچا۔ اگر اسے چابی نہیں دیتا تو یہ اپنی طاقت سے زبردستی چھین لے گا۔ مگر اس خیال کے باوجود بھی اُس نے بہانے بنانا شروع کر دیئے۔ اور اس اثنا میں مقتول کے کوٹ کے پچھلے حصہ سے تھوڑا سا کپڑا کاٹ لیا۔ اُس نے سوچا۔ اسی ثبوت کی مدد سے قاتل کو قانون کے شکنجہ میں کسواؤں گا + پھر اُس نے آہستہ آہستہ جا کر قفل کھول کر قاتل کو نالے سے باہر کر دیا اور خود بھی وہاں سے چلا گیا + وہ نو وارد اور کوئی نہیں۔ بلجین ہے اور نالے میں رہنے والا شخص آپ کے سامنے بول رہا ہے۔ یہ دیکھیے کہ وہ کپڑے کا ٹکڑا آپ کو دکھاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر تھینارڈیار نے اپنی جیب سے سیاہ بانات کا ایک ٹکڑا باہر نکالا ٹکڑا میلا تھا اور اس پر بہت سے داغ دھبے لگے ہوئے تھے۔ تھینارڈیار نے اس ٹکڑے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر میریئس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا + میریئس اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ اُس کے چہرہ کا رنگ فق تھا۔ ایسی حالت تھی جیسے سانس بھی مشکل سے لے رہا ہے۔ اس کپڑے کے ٹکڑے پر اُس کی ٹکٹکی بندھ گئی + وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ اور ایک الماری کھولی +

تھینارڈیار بولا۔ "جناب! مقتول کسی غیر ملک کا باشندہ بڑا دولت مند شخص تھا۔ اور اُس کے پاس اُس وقت بیشمار روپیہ تھا۔ اسی روپیہ کو اڑانے کے لیئے بلجین نے اُسے قتل کیا اس میں ذرا بھی شک نہیں +"

میریئس نے الماری سے سیاہ بانات کا ایک پُرانا کوٹ نکالا۔ اور اسے تھینارڈیار کے سامنے رکھ کر بولا۔ "میں ہی وہ نوجوان ہوں جسے بلجین نے قتل کیا تھا۔ یہ دیکھو وہ کوٹ جو اس وقت میں پہنے ہوئے تھا +"

میریئس نے آہستہ آہستہ کوٹ کو میز پر بچھا دیا۔ پھر تھینارڈیار کے ہاتھ

سے وہ ٹکڑا لے کر اُس جگہ رکھ دیا۔ جہاں سے کوٹ پھٹ رہا تھا۔ ٹکڑا اس جگہ پر ٹھیک بیٹھ گیا۔ تھینارڈیار کے تو کاٹو۔ تو لہو نہ تھا۔ اب وہ وہاں سے بہ خیریت نکل جانے کی ترکیب سوچنے لگا۔

میریس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ایک ہزار پان سو فرینک کے نوٹ نکال کر بڑے غصے سے تھینارڈیار کے منہ پر دے مارے۔ اور کہا "بدمعاش! ٹھگ دوسروں کی مذمت کرنے والے! تُو جسے قصور وار ثابت کرنے آیا تھا خدا نے اُسے بے گناہ ثابت کر دیا۔ تُو ڈاکو ہے۔ تو ہی قاتل ہے۔ تو ہی احسان فراموش حیوان ہے۔ تھینارڈیار! جنڈریٹ! میں تجھے خوب پہچانتا ہوں۔ مجھے تیری سب کرتوتیں معلوم ہیں۔ تیرے بارے میں مجھے جو جو باتیں معلوم ہیں۔ اگر اُنہیں ظاہر کر دوں۔ تو تجھے عمر بھر قید کی سزا بھگتنی پڑے۔ محض یہی نہیں بلکہ تجھے پھانسی تک کی سزا مل سکتی ہے۔ یہ لے او گنہگار! روپیہ کی خاطر تو نے اتنے بُرے کام کئے۔ لے روپیہ!"

میریس نے ہزار فرینک کا ایک اَور نوٹ لے کر تھینارڈیار کے آگے پھینک دیا۔ اور بلند لہجہ میں کہا "تھینارڈیار جنڈریٹ! اس کے باوجود بھی تجھے سبق نہیں ملا؟ روپے ہی میں راحت ہے؟ روپیہ ہی خوشی ہے؟ روپیہ ہی اطمینان قلب ہے؟ نہیں یہ بات نہیں۔ خوشی کا انحصار دل پر ہے۔ اور چین اطمینان پاک صاف ضمیر سے حاصل ہوتا ہے۔ اے شریر راز فروش! لے پان سو فرینک اَور لے لے۔ واٹرلو کی مقدس یاد نے آج تجھے بچا لیا۔"

تھینارڈیار نے حیران ہو کر کہا "واٹرلو!"

میریس بولا "ہاں واٹرلو! قاتل! واٹرلو کے میدان جنگ میں تو نے ایک کرنیل کی جان بچائی تھی"۔

Taj Tahir Foundation

تھینارڈیار:۔ کرنیل کی نہیں۔ جرنیل کی ؟

میریس:۔ جرنیل کی نہیں۔ کرنیل کی۔ اگر وہ جرنیل ہوتا۔ تو میں ایک کوڑی دے کر بھی تیری امداد نہ کرتا۔ بدمعاش! دنیا میں جس قدر گناہ ہو سکتے ہیں وہ سب تو کر چکا ہے۔ اب پھر از سرِ نو زندگی شروع کر۔ یہ تین ہزار فرینک اُٹھا لے۔ کل صبح ہی اپنی بیٹی کو لے کر امریکہ کو روانہ ہو جا۔ جھوٹے! میں جانتا ہوں بہت مدت ہوئی۔ تیری بیوی مر چکی ہے۔ ممکن ہو تو وہاں پہنچ کر بدی کی راہ چھوڑ۔ نیکی کی راہ اختیار کر کے شریفانہ زندگی بسر کر۔ اور اگر تجھے یہ پسند نہ آئے۔ تو جا کر پھانسی پہ چڑھ جا۔ تیرے امریکہ پہنچنے کی خبر پا کر میں اپنے نیویارک کے بینکر کو لکھوں گا کہ وہ تجھے بیس ہزار فرینک اُٹھا دے دے جا میرے سامنے سے دور ہو جا۔

میریس کو سلام کر کے تھینارڈ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ ہو کیا گیا۔ دو روز کے بعد وہ نام تبدیل کر کے اور اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر عازم امریکہ ہو گیا۔ اور نیویارک کے بینکر سے ۲۰ ہزار فرینک کی رقم وصول کر لی۔ اس کے چال چلن میں اصلاح ہونی ناممکن تھی۔ وہ جیسا یورپ میں تھا۔ وہ ہی امریکہ میں رہا۔ میریس کے دیئے ہوئے روپیہ سے اُس نے غلاموں کی تجارت شروع کر دی!

تھینارڈیار کے کمرے سے نکلنے کی دیر تھی کہ میریس دوڑ کر کسیٹ کے پاس گیا۔

پچاسواں باب

عہدِ رفتہ کی یاد

آج پورنماشی کی رات ہے۔ شام کا کھانا کھا کر کسیٹ چاندنی میں باغ میں ٹہل رہی ہے۔ جس طرح باہر اُس کے اردگرد روشنی۔ خوشبو اور مسرت و شادمانی ہے۔ اسی طرح اُس کا دل بھی ان چیزوں سے معمور ہے۔ کسیٹ کی دلی تمنا بر آئی۔ اب اُسے تکلیف کیا ہے؟ کمی کس چیز کی ہے؟

اُس کے دل کو صرف ایک ہی بات کی تکلیف ہے۔ اور وہ ہے بلجین کی طبیعت میں غیر معمولی تبدیلی۔ وہ بارہا سوچتی کہ جس والد کو میرا ایک منٹ کے لئے نظر سے اوجھل ہو جانا ناگوار گزرتا تھا۔ آج اُنھوں نے اپنے دل سے ساری محبت یک قلم دور کر دی؟ بسا اوقات وہ تنہائی میں بیٹھ کر یہی بات سوچا کرتی۔ سوچتے سوچتے اُس کی آنکھیں آب گوں ہو جاتیں۔ مگر وہ اس خیال سے کچھ نہ بولتی کہ کہیں شوہر کے دل میں کوئی اور خیال نہ گذرے۔

میرلش دوڑا دوڑا اندر گیا۔ اور کسیٹ کو جوش سے چوم کر بولا۔ کسیٹ! اتنی مدت کے بعد آج پتہ لگا کہ اُس پُر خوف و خطر میدان جنگ میں مجھے

موت کے منہ سے کس نے بچایا تھا"؟

کسیٹ نے بیتابانہ انداز سے پوچھا "کس نے بچایا تھا"؟

ہیرتش نے جواب دیا "تمہارے والد نے! کسیٹ! وہ میرے بھی والد ہیں۔ انہی کی عنایت سے آج میں زندہ ہوں۔ انہیں کی مہربانی سے میں تمہیں پاسکا۔ اور بھی سنو کسیٹ! تمہارے جہیز کا سب روپیہ اُن کا اپنی محنت سے کمایا ہوا ہے۔ انہوں نے وہ سب تمہیں دے دیا ہے۔ کیا روئے زمین پہ کوئی فراخ دل عالی حوصلہ شخص اور بھی ہے؟ اور ایک ہم ہیں کہ شکر گذاری یا احسان مندی تو دور رہی۔ کبھی جا کر ان کی خبر تک نہیں لیتے۔ آؤ پیاری کسیٹ! چلو ہم دونوں ان کے پیروں میں گر کر اُن سے معافی مانگیں"۔

باغ کے پہلو سے ہو کر جو سڑک گذرتی تھی۔ اُس پہ ایک کرایہ کی گاڑی خالی چلی جا رہی تھی۔

میرتس نے کوچوان کو گاڑی روکنے کو کہا۔ اور کسیٹ کا ہاتھ پکڑے دوڑ کر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اس نے کوچوان سے کہا "نمبر ۷ رو دے لا ہوم لا رم! جلدی پہنچا دو گے تو ڈبل کرایہ انعام"!

گاڑی میں سوار ہو کر میرتس نے کسیٹ سے کہا "اب میں سب سمجھ گیا۔ تم نے کہا تھا۔ کہ گوورک نے تمہیں میرا خط نہیں دیا تھا۔ یقیناً وہ خط تمہارے والد کے ہاتھ میں پڑ گیا ہو گا۔ اُس خط کو پڑھتے ہی وہ میری جان بچانے کے لئے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے ہوں گے۔ انہوں نے مجھے لقمہ اجل بننے سے بچا لیا۔ انہوں نے مجھے موت کے منہ سے کھینچ کر نکال لیا۔ کس لئے پیاری کسیٹ! تم کو مجھے دینے کے لئے۔ ذرا خیال تو کرو۔ اس بدبودار سڑے ہوئے نالے میں وہ مجھے اٹھا کر لے گئے۔ کسیٹ! اب ہم اُن کی کوئی بات نہ

سنیں گے۔ اب ہم دونو زبردستی اُنہیں اُس مکان سے اپنے ہاں لے آئیں گے اور ساری عمر اُن کی خدمت کریں گے"۔

گاڑی آکر بلجین کے مکان پر رُک گئی۔ رکسیٹ کو لے کر میرلِس گاڑی سے اُترا۔ اور خادمہ سے دریافت کیا "آقا کہاں ہیں؟"

خادمہ نے جواب دیا "اُوپر۔ اپنی خوابگاہ میں ہیں وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ آج تقریباً ایک ماہ سے کھانا اور سونا چھوڑ رکھا ہے۔ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ اب وہ بہت عرصہ زندہ نہیں رہیں گے"۔

نوکر کی باتیں سُن کر رکسیٹ کانپ اُٹھی۔

Taj Tahir Foundation

اکانواں باب

چراغ گل!

Taj Tahir Foundation

میرتُس نے بلجین کی خواب گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔
اندر سے ہلکی آواز میں بلجین بولا۔ "کون ہے؟ اندر آجایئے"۔
دروازہ کھول کر میرتُس اور کسیٹ کمرے میں داخل ہوئے۔ میرتُس چپ چاپ دروازے پر کھڑا رہا اور کسیٹ ننھی سی بچی کی طرح جا کر بلجین کے سینے سے لپٹ گئی۔
بلجین ایک آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا۔ اُس کے دونوں بازو کرسی کے بازوؤں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اُس کا بدن کمزور و نحیف اور اس کا چہرہ زرد تھا۔ مگر اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب خوشی چمک رہی تھی۔
بلجین نے کہا "کسیٹ! آ گئی۔ خداوند تیرا شکر ہے"!
طغیانی کے زور سے بندھ ٹوٹ گیا۔ کسیٹ بلجین کے سینہ پر منہ رکھ کر رونے لگ گئی۔
اور میرتُس! وہ بے حس و حرکت کھڑا کسیٹ کے دلی جذبات کا جوش دیکھنے

لگا۔ اُس کے دل کی حالت بھی ایسی تھی، جیسے برسنے کے لئے تیار بادل ہو۔

بھرائی ہوئی آواز سے میریٹس بولا۔ "ابا جان!

بلجین نے بہت ہلکی آواز میں کہا۔ "آؤ بیٹا! تم بھی ہو؟"

میریٹس نے بلجین کے پیروں کے پاس بیٹھ کر بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "ابا جان! میں سراسر خطاوار ہوں۔ مجھے معاف کیجیے"۔

بلجین بولا۔ "قصوروار میں ہی ہوں، تم مجھے ملنے آئے ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھے معاف کر دیا۔"

میریٹس نے کہا۔ "سنا کسیٹ! اس فرشتے نے اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے اس پرخوف و خطر میدان جنگ سے مجھے بچایا۔ میرے دل کی دیوی جس کی میں اتنی مدت تک پرستش کرتا رہا تھا مجھے عطا کر دی! اپنی ساری زندگی کی کمائی مجھے اور تمہیں بلا پس و پیش دے ڈالی، قصور ان کا ہے۔ ہم احسان فراموش حیوانوں کا نہیں ہے!

بلجین نے آہستہ سے کہا "چپ چپ! ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟"

میریٹس بولا۔ "آپ نے یہ سب باتیں ہمیں بتلائی کیوں نہیں؟ آپ لوگوں کی جانیں بچاتے ہیں اور انہیں بتاتے تک نہیں۔ بتانا تو ایک طرف اپنی صفائی پیش کرنے کے بہانے سے اپنی مذمت بھی کرتے ہیں"۔

بلجین نے جواب دیا۔ "میں نے سچ کہا تھا"۔

میریٹس نے جواب دیا۔ "سچ تو تمام حقیقت ہے اور آپ نے سب کچھ نہ بتایا۔ آپ مسٹر باؤلن تھے آپ نے یہ کیوں نہیں بتلایا؟ آپ نے جابرٹ کی جان بچائی تھی۔ یہ کیوں نہیں کہا؟ آپ ہی کی بدولت میں آج زندہ ہوں۔ یہ بات آپ نے کیوں نہیں بتائی؟"

بلچین بولا" اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بھی تمہارا ہی ہم خیال تھا۔ میں نے دیکھا تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ یہ ضروری ہے کہ میں بالکل الگ رہوں۔ اگر تمہیں وہ نالے والا واقعہ معلوم ہوتا۔ تو تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے مجبور کرتے۔ اس لئے میں نے اُس کا ذکر تم سے نہ کیا"۔

میرلس نے کہا" تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اب آپ یہاں ہی رہیں گے؟ اب ہم آپ کی ایک نہ سنیں گے۔ ہم آج ہی آپ کو اپنے مکان پر لے جائیں گے اس مکان میں نہ رہنے دیں گے"۔

بلچین نے ایک لمبی آہ بھری اور ہنس کر بولا" معلوم ہوتا ہے میں آج ہی اس مکان کو چھوڑ دوں گا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے چند روز کے لئے نہیں"۔

کسیٹ ٹکٹکی باندھے بلچین کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بلچین کی باتوں کا مطلب اُس کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی گویا گونگی تھی۔ آنسوؤں کے دو قطرے بلچین کی آنکھوں کے کونوں پر چمک رہے تھے گویا اس کی جان پگھل کر اور وہ سفید آب دار موتی بن کر اس کی آنکھوں میں آگئی ہے۔

بلچین نے کہا" آج میں اس مقام پر کھڑا ہوں جہاں زندگی اور موت کا سنگم ہوتا ہے اور اس حیثیت کو محسوس کر رہا ہوں کہ خدا محبت کا سرچشمہ ہے مسٹر میرلس جس وقت آپ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے ہیں۔ اس سے ذرا ہی پہلے میرے تمام حواس ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے۔ اس اجتماع سے ایک صاف شفاف روشنی کی شعاعیں پیدا ہو رہی تھیں۔ میں نے اس روشنی میں کیا دیکھا!۔ بہشتی نور کا لازوال خزانہ۔ میری کسیٹ!

مسٹر پینٹ مرسی! امید ہے کہ آپ مجھے ہیروئنس پینٹ مرسی کو ان کے قدیم نام کسیٹ سے پکارنے کی اجازت دیں گے۔ میرا وقت قریب ہے

میں زیادہ عرصہ کے لئے انہیں اس نام سے نہیں پکار سکوں گا۔

دکسیٹ! آؤ بیٹی تمہاری پیشانی پر بوسہ دوں۔"

کسیٹ نے اپنی خوب صورت اور کشادہ پیشانی اُس کے ہونٹ پر رکھ دی۔ بلجین کے ہونٹ برف کی مانند ٹھنڈے تھے۔

کسیٹ نے یکایک چونک کر پوچھا "ابا جان! آپ کے ہونٹ اس قدر ٹھنڈے کیوں ہیں؟ آپ اچھے تو ہیں؟ کیا کوئی تکلیف ہے؟"

بلجین بولا "تکلیف! تکلیف کیسی؟ — نہیں تو"۔

کسیٹ نے پوچھا" پھر کیا ہے؟"

بلجین بولا "میں مر رہا ہوں"۔

کسیٹ اور میرئس کانپ اٹھے۔

میرئس نے گھبرا کر کہا "مر رہے ہیں؟"

بلجین "ہاں! مگر اس سے کیا ہوتا ہے!"

یہ کہہ کر اس نے ایک لمبا سانس لیا۔ پھر مسکرا کر بولا "کسیٹ ابھی تم مجھ سے باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے تمہاری آواز گلہائے فردوس کی طرح عطر بیز اور حوران ارم کے نغموں سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی تھی۔ جب تک جان گلے میں اٹک رہی ہے۔ میں وہ موہنی اور پیاری آواز سننا چاہتا ہوں اس سے مجھے تسکین ہوتی ہے"۔

میرئس حیرت سے بلجین کی طرف تکنے لگا۔ اور کسیٹ نے چیخ کر کہا "ابا! ابا!! تم کیوں مرنے لگے تم ہمارے ساتھ چلو گے"۔

بلجین نے سر اٹھا کر کہا "اوہ۔ تم مجھے مرنے سے روک رہی ہو، کون جانے میں بچ جاؤں۔ میں مرنے ہی کو تھا کہ تم آ گئیں۔ اور وقت ٹل گیا۔

مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں اچھا ہو رہا ہوں"

میرلس بولا "ابا جان، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ابھی تو آپ بھلے چنگے ہیں میں وثوق سے کہتا ہوں۔ کہ آپ ابھی نہیں مریں گے میں آج ہی آپ کو اپنے مکان پر لے جاؤں گا۔ وہاں دن رات ہم لوگ آپ کی خدمت کریں گے میں آپ کا قصور وار ہوں۔ اب تمام عمر آپ کی خدمت کر کے اس گناہ کا کفارہ ادا کروں گا"

بلجین نے ہنس کر کہا "مسٹر پینٹ مرسی! تم اپنے گھر لے جا کر مجھے موت کے پنجے سے چھڑا لو گے! نہیں، مشیت ایزدی میں دم مارنے کی مجال نہیں اب میرا مر جانا ہی اچھا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرا وقت آ پہنچا۔ ہاں! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کسیٹ! تمہارا شوہر بڑا نیک ہے۔ تمہیں جس قدر آرام میرے ہاں ملتا تھا۔ سسرال میں اس سے بھی زیادہ ملے گا"

یہ کہہ کر اس نے کسیٹ کو سینے سے چمٹا لیا

تھوڑی دیر بعد بلجین نے سلسلہ کلام پھر شروع کیا۔ "کسیٹ! میرلس!! معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں جہیز میں دیا ہے۔ تم لوگ اس کو حرام کی کمائی سمجھتے ہو اور چھوتا تک نہیں چاہتے۔ سنو۔ مرتے وقت کوئی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ وہ روپیہ میرے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے تم اسے اطمینان سے استعمال میں لا سکتے ہو"

بلجین کی خادمہ سمجھتی تھی کہ اب میرے آقا کا بچنا محال ہے۔ ذرا سی دیر کا مہمان ہے۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر آئی۔ دیکھا تو بلجین کی حالت غیر تھی۔ دھیمی آواز سے پوچھا "کسی پادری کو خبر کر دوں"!

بلجین نے سرہانے کی طرف اشارہ کر کے کہا "پادری صاحب تو دیر

Taj Tahir Foundation

سے آئے بیٹھے ہیں۔ وہ دیکھو"!

اسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ پادری کھڑا اُس کے آخری وقت کا نظارہ دیکھ رہا ہے۔

کسیٹ اور میرلٹس سناٹے کے عالم میں کھڑے تھے۔ دلی تکلیف کے باعث اُن کے منہ سے بات تک نہ نکلتی تھی۔ یاس و حسرت کی تصویر بنے ہوئے تھے + بلجین کی شمع زندگی آہستہ آہستہ گل ہو رہی تھی۔ سانس کی آمد و رفت میں بھی تکلیف ہونے لگی۔ موت آنکھوں میں بیٹھی نظر آتی تھی۔ چہرہ عجیب و غریب بہشتی نور سے روشنی تھا۔

بلجین نے کسیٹ اور میرلٹس کو اشارے سے قریب بلایا اور نحیف آواز میں کہنے لگا "کسیٹ! میرلٹس! تم دونو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو + کسیٹ میں جانتا ہوں تم بھی مجھے پیار کرتی ہو + تم مرنے پر روؤگی؟ ۔ نہیں، ہرگز نہ رونا! میں تو مر رہا ہوں۔ مگر جس کے ہاتھوں میں تمہیں سونپے جاتا ہوں۔ وہ تمہیں مجھ سے بھی زیادہ سکھ دے گا۔ بیرن پینٹ مرسی تمہیں پیار کرتے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا تمہیں دے دیا۔ کیونکہ تم ہی میری زندگی کا سہارا تھیں + کسیٹ! میرے سرہانے دو شمع دان رکھے ہیں۔ وہ لے لو + یہ شمع دان اگرچہ چاندی کے ہیں۔ مگر میری نظر میں سونے اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہیں اُنکی بتیاں دیوتاؤں کے مندر میں جلائی گئی ہوں گی۔ یہ آگ کی مانند متبرک ہیں + کیا معلوم جس فرشتہ سیرت انسان نے یہ شمع دان مجھے عنایت کئے تھے۔ اس کی روح جنت میں مجھ سے خوش ہے یا نہیں۔ مگر مجھ سے جو خدمت کسی کی ہو سکی اس سے دریغ نہیں کیا + میرے بچو! کہیں یہ نہ بھول جانا کہ میں بہت غریب ہوں۔ میری آخری سیج پہ کوئی عالی شان یادگار تعمیر کراؤگے

Taj Tanir Foundation

تو اس سے اگلی دنیا میں میری روح کو صدمہ ہوگا + مجھے غریبوں کے قبرستان میں دفنانا۔ لوحِ تربت کے لیئے پتھر کا ایک معمولی ٹکڑا کافی ہوگا + اگر کسیٹ کبھی کبھی میری آخری آرام گاہ پہ آئے گی۔ تو اس سے میری روح کو بے حد تسکین ہو گی + اب میرا آخری وقت ہے۔ اس لیئے کوئی بات تم لوگوں سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا + مسٹر پینٹ مرسی! پہلے میں تمہیں پسند نہیں کرتا تھا۔ میرا یہ قصور معاف کر دو۔ اب کسیٹ اور تم مجھے یکساں عزیز ہو۔ تم نے کسیٹ کو سکھ دیا۔ اس کے لیئے میں تمہارا بے حد ممنون ہوں + بیرن پینٹ مرسی۔ تمہیں کیا معلوم مجھے کسیٹ سے کس قدر اُلفت ہے اس کے ہونٹوں پر تبسم دیکھ کر میرا دل فرطِ انبساط سے ناچنے لگتا تھا + اگر میں کبھی اُسے اداس دیکھتا تو دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو جاتی تھی + اُس دراز میں پانسو فرینک کا ایک نوٹ رکھا ہے۔ میں نے اسے چھوا تک نہیں۔ وہ کسیٹ کے لیئے ہے + کسیٹ اپنی وہ ننھی سی پوشاک پہچانتی ہو؟ دس سال کی بات ہے۔ وقت کتنی جلدی گزر جاتا ہے! کسیٹ تمہیں مونٹ فارمل یاد ہے نا؟ تم جنگل میں سہمی کھڑی تھیں + تمہیں یاد ہے میں نے بالٹی تمہارے ہاتھ سے لے لی تھی؟ پہلے پہل اُسی وقت میں نے تمہارا ننھا سا خوب صورت ہاتھ چھوا تھا۔ آہ! کتنا سرد تھا! تمہارے ہاتھ ٹھنڈے سے نیلے پڑ گئے تھے۔ اب اُجلے ہو گئے ہیں + اور وہ بڑی گڑیا! یاد ہے نا؟ تم نے اس کا نام کیتھرائن رکھا تھا۔ افسوس کیا کرتی تھیں کہ اسے خانقاہ میں اپنے ساتھ نہ لا سکیں + تم نے مجھے کتنی بار ہنسایا ہے۔ میری پیاری کسیٹ! بچپن میں تم کس قدر خوش رہا کرتی تھیں! یہ سب بیتے ہوئے زمانے کی باتیں ہیں + وہ تھینارڈیار بڑا بدمعاش تھا + مگر کسیٹ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ تمہیں اپنی ماں کا نام معلوم ہو جانا چاہیئے۔ اس

Taj Tahir Foundation

مرحومہ کا نام فینٹائن تھا۔ اس نام کو یاد رکھنا + جب کبھی اس کا نام لو، خدا سے اس کی روح کی تسکین کے لئے دعا کرنا + اس بے چاری نے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ وہ تمہیں بے حد عزیز رکھتی تھی + اُسے جتنا دکھ تھا، تمہیں اتنا ہی سُکھ اور آرام حاصل ہے + تقدیر کے کرشمے عجیب ہیں ❊

"کسیٹ! میریئس!! لو رخصت۔ میرا آخری وقت آن پہنچا مجھے ابھی بہت کچھ کہنا تھا، پر جانے دو۔ مجھے بہت یاد نہ کرنا + آہ! نہ جانے مجھے کیا ہو رہا ہے، مگر ایک روشنی سی نظر آ رہی ہے، آؤ۔ قریب آ جاؤ، مجھے اپنے سروں پہ ہاتھ رکھنے دو" ❊

کسیٹ اور میریئس بلجین کے دونوں طرف اس کے ہاتھوں کے نیچے بیٹھ گئے + بلجین کے ہاتھ پھر نہیں ہٹے وہ دونو انہیں چومنے لگے + بلجین کا چہرہ بہشتی جلال سے منور ہو رہا تھا، مگر زندگی کا چراغ گل ہو چکا تھا ❊

پیرٹی لاس کے قبرستان میں ایک درخت کے نیچے مختلف قسم کی بیلوں، سرسبز گھاس اور پتوں سے ڈھکی ہوئی ایک شکستہ قبر اب تک موجود ہے۔ لوحِ تربت کی جگہ ایک معمولی پتھر رکھا ہوا ہے، مدفون کا نام تک مٹ چکا ہے + کئی سال گذرے، کسی نے پنسل سے اس پر مندرجہ ذیل سطور لکھ دی تھیں جو اب مینہ اور آندھی کے باعث قریب قریب مٹ چکی ہیں:۔

"وہ سو رہا ہے، اس کی بے درد قسمت نے کبھی اس کی یاوری نہ کی، لیکن وہ اپنی زندگی کے دن گزار گیا + جب فرشتوں نے اس کی پاسبانی چھوڑ دی۔ تو وہ مر گیا۔ اور اس جہان سے اس طرح سفر کر گیا کہ آہ تک نہ کی۔ جس طرح دن تھک ہار کر مر جاتا ہے اور جہان پر اندھیرا چھا جاتا ہے" ❊

❊

دارالاشاعت پنجاب کی چند مقبول مطبوعات

عذرا

مولوی خلیل الرحمن کے قلم سے

حسن، عشق اور تحیر کا عدیم المثال فسانہ

امین کے باپ نے جو قاہرہ کے جامع ازہر کا متعلم تھا۔ اپنی وفات کی رات حنیف کو ایک صندوقچی دے کر وصیت کی۔ کہ جو ز دسال امین کے بالغ ہونے تک اسے نہ کھولا جائے + جب شباب نے سنہرے بالوں والے امین کو حسن کا دیوتا بنا دیا۔ تو صندوقچی کھولی گئی۔ اور اس میں سے چرمی کاغذ پہ لکھی ہوئی خاندان کی ایک قدیم تحریر نکلی۔ جس کی ہدایات پر عمل کر کے امین و حنیف افریقہ کے دریاؤں پہاڑوں لق و دق جنگلوں اور خوفناک دلدلوں کو عبور کر کے شہر کور کے کھنڈروں میں پہنچے۔ جہاں وقت جیسے تھما ہوا تھا۔ اور سیہ فام مردم خوروں کی ملکہ جو عالم سوز حسن کی مالک تھی ہزارہ سال سے زندہ چلی آتی تھی + افریقہ کے جن سربفلک اور ناقابل گذر پہاڑوں تک انسان کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا۔ وہاں ایک پراسرار اور حیات آفرین آتش کے شعلے متحرک رہتے تھے۔ جن میں غسل کر کے یہ عورت شباب دوام حاصل کر چکی تھی اور صدیوں کی عزلت میں درد فراق سہ سہ کر اپنے سنہرے بالوں والے محبوب کی ممی شدہ لاش کو لئے دنیا میں اس کے پھر آنے اور اپنے پاس پہنچنے کی راہ دیکھ رہی تھی ؛

اردو کا بے مثال ناول جسے پڑھنے کے بعد بھول جانا ممکن نہیں

Taj Tahir Foundation

ساتویں بار چھپا ہے۔

قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

عذرا کی واپسی

حیات بعد الممات کی بے نظیر داستان

مترجمہ محمد طاہر حسن بی اے

عذرا نے کہا تھا میں واپس آؤں گی۔ اور وہ واپس آئی۔ اُس کا بے پناہ عشق جو وقت سے مغلوب نہ ہو سکا تھا موت پر بھی غالب آگیا۔ تبت کے منتہائے شمال میں ایک دار العلم کی کاہنہ بتقاضائے سن مرگئی۔ اور تین گھنٹے بعد تجہیز و تکفین کی رُسوم کے دوران میں دیکھا گیا کہ اُس کے مُردہ جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور دوبارہ زندہ ہونے کے ساتھ اس کی شکل صورت میں حُسن کا ایک معجزہ رونما ہوا! اسی کاہنہ نے زندگی سے اکتائے ہوئے ایمن کو خواب میں اپنا سراغ اس وضاحت سے بتایا۔ کہ اس کے لیئے یہ سمجھنے کے سوا چارہ نہ رہا کہ یہ پیغام عذرا کی جانب سے ہے! چنانچہ ایک بے اختیاری کے عالم میں وہ حنیف کو ساتھ لے کر دیوانہ وار وسطِ ایشیا کو روانہ ہو گیا۔ برف پوش پہاڑوں سر بفلک عمودی چٹانوں سر بازدہ برفانی ڈھلوانوں یخ تودوں اور برف کے طوفانوں سے بال بال بچ کر وہ قوذوں کی پُر اسرار سرزمین میں پہنچے اور وہاں خانم اور اس کے ساحر ماموں سمبری کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گئے۔ دغا باز اور مجنون خان کی سازش سے رات کی تاریکی میں فرار ہوئے۔ تو خونخوار شکاری کتوں سے جو

Taj Tahir Foundation

اُن کی پوپیرا نہیں پہاڑ کھانے کو چھوڑ سے گئے تھے۔ اُن کی زندگی اور موت کی دوڑ ہوئی۔ طرح طرح کی ایسی مصائب جھیل کر جن سے تخیل بھی پناہ مانگے۔ ایک پُر اسرار کفن پوش رہبر کی امداد سے بالآخر اس کاہنہ کے حضور میں پہنچے جو آسمان بوس آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ آتشیں کے قریب ایک دارالعلم میں رہتی تھی۔ اور یوں سقف عالم پر پہنچنے کے بعد وہاں عشق و رقابت۔ دغا اور انتقام اور خون و جنون کا ایک ایسا مہیب اور دردناک ہنگامہ برپا ہوا۔ جو افسانوی ادب میں ایسی ڈرامائی قوت سے کبھی بیان نہیں ہوا۔

مجلد معہ گرد پوش۔ سات روپے آٹھ آنے

ترکی زبان کی زندہ جاوید رومان

یعنی

ہاجرہ

کی محبت کی درد انگیز داستان

جو باسفورس کے نیلگوں ساحلوں اور قسطنطنیہ کے عالیشان محلوں اور سرسبز گلستانوں میں پروان چڑھی اور جس میں خلیفہ عبدالحمید خامس کے زمانے کی ترکی معاشرت ایسی جابکدستانہ رعنائی سے بیان کی گئی ہے کہ پاشا گو ترکی سے مٹ گئے۔ لیکن اس رنگین اور پُر تاثیر فسانے کے اوراق میں اب تک زندگی کے سانس لے رہے ہیں۔

حسین اور یتیم ہاجرہ اناطولیہ کے ایک گاؤں سے اپنی ضعیف نانی کے ہاں پہنچی۔ جو قسطنطنیہ میں ادہم پاشا کے بچوں کی اتالیق تھی۔ اور نانی کے

Taj Tahir Foundation

انتقال کے بعد ادہم پاشا ہی کے محل میں ایک خادمہ کے طور پر لے لی گئی۔ وہاں ہاجرہ اور ادہم پاشا کا سب سے چھوٹا بیٹا نادر بے ایک دوسرے پر فریفتہ ہوئے اور فرق مراتب کو بھول کر پیمان وفا باندھ بیٹھے۔ لیکن جب نادر بے کی ماں کسی طور سے اس رشتے پر رضامند نہ ہوئی تو عزیزوں کو اس کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔ کہ ہاجرہ کو خفیہ طور پر کہیں بھیج کر نادر بے کی نظروں سے ہمیشہ کو اوجھل کر دیا جائے۔

والہانہ شیفتگی، باہمی بدگمانی اور تلخی۔ رقابت اور ریشہ دوانی۔ جدائی اور بے اختیاری۔ وفاداری اور پشیمانی۔ یاس اور نامرادی، ملاپ اور مجبوری سحر نگار ترکی مصنف نے اس قدر دلآویزی سے بیان کی ہے کہ کتاب شروع کر کے ہاتھ سے رکھی نہیں جاتی۔ اور پڑھ چکنے کے بعد بھی ایک حسین و رعنا خواب کی طرح یاد آتی رہتی ہے۔

قیمت چار روپے آٹھ آنے

ننھی بیبیاں

ترجمہ حجاب امتیاز علی

یہ پہلی کتاب ہے جو حجاب نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی ہے۔ اس کتاب کو امریکن ادب میں ایسی بے مثال مقبولیت حاصل ہے۔ کہ کروڑوں کی تعداد میں چھپ کر فروخت ہو چکی ہے۔ اور امریکن ادب کے کلاسکس میں شمار کی جاتی ہے اسی لئے یورپ کی تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

Taj Tahir Foundation

اس ناول کا تعلق متوسط طبقے کے ایک خاندان سے ہے اس میں وہاں کی انیسویں صدی کی زندگی کا بہت صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے یہ زندگی مشرق کے اسلامی ممالک کے موجودہ طرز زندگی سے مختلف ہے، لیکن کتاب میں انسانی اقدار ایسی ہیں کہ پاکستان میں بھی بے حد دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ اور پاکستانی نوجوان بھی مارچ خاندان کے شہرہ آفاق کرداروں کے غموں اور خوشیوں اور کھیل تماشوں سے بخوبی لطف اندوز ہوں گے اور کئی قابل قدر سبق سیکھیں گے۔

ترجمہ ایسا شگفتہ، سلیس اور رواں ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ یقین ہے کہ حجاب کی طبعزاد کتابوں کے قدردان حجاب کے ترجمے کو بھی بے حد دلآویز پائیں گے۔ ضخامت ۵۰۰ صفحات سات بلاک کی چھ نہایت بارونق رنگین تصویریں۔ سرورق روغنی کاغذ کا جس کی تصویر نامور مصری فنکار حسن منیب نے بنائی ہے۔ قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

حجاب امتیاز علی کا تازہ ترین ناول

اندھیرا خواب

بعض بڑے بڑے ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ جس اہم موضوع پہ یہ ناول ہے اس پہ انگریزی میں بھی اس پائے کا ناول موجود نہیں، ڈاکٹر آئی لطیف ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (ریپرنٹس) اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ایک بار پڑھ لینے کے بعد میں اس تصنیف کو کسی طرح محض کتاب نہ کہہ سکتا تھا۔ بلاشک و شبہ یہ ایک تخلیق کی حیثیت رکھتی ہے"۔

Taj Tahir Foundation

پروفیسر پرس رام - ایم - اے ممبر یونسکو سائیکلوجیکل ریسرچ سوسائٹی (ہندوستان)
اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں :-

"یہ پہلا ناول ہے جو جذبات انسانی کے تجزیے پر مبنی ہے اور ادب
کے لئے اندھیرا خواب ایک اعلیٰ درجہ کا فنی اضافہ ہے"۔

افسانہ اس درجہ دلچسپ، رنگین اور جاذب توجہ ہے اور اس میں کردار
اور بیان کی لذت ایسی دلا دیتا ہے کہ شروع کر کے ہاتھ سے نہیں رکھا جا
سکتا۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے

چچا چھکن

سید امتیاز علی تاج کا یہ مزاحیہ کردار ادب اردو میں اس قدر شہرت پا
چکا ہے کہ چچا چھکن کے نام سے کوئی پڑھا لکھا ناواقف نہیں رہا۔ کئی
مصنفین ہے اختیار ہو کر تاج کے اس کردار پر طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ درسی
کتابوں تک میں اس زندہ جاوید کردار کے متعلق ایک دو مضامین درج کرنا
ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ اس کتاب میں چچا چھکن کے سارے کے سارے
کارنامے یک جا مل جاتے ہیں۔

مجلد مع گردپوش۔ قیمت ڈھائی روپے

دارالاشاعت پنجاب، لاہور

۲، ریلوے روڈ

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

اندھیرا خواب

مصنفہ

بیگم حجاب امتیاز علی

اگر صوفی کے خواب اندھیرے تھے تو اس کی وجہ تھی!
اگر ریحانی کی نکٹائی کا رنگ سُرخ تھا۔ اور صوفی اسے دیکھ کر وحشی درندے کی طرح حملہ آور ہوگئی تھی تو اس کا مقصد تھا!
اگر ایک طرف ریحانی کی پاکیزہ محبت اور دوسری طرف شرابی کی سُرخ آنکھیں اسے وارفتہ کردیتی تھیں تو اس کے گہرے معنی تھے، زندگی کا کوئی لمحہ اور انسان کی کوئی حرکت بے معنی یا بے مقصد نہیں ہوتی!

یہ حجاب امتیاز علی کا وہ معرکۃ الآرا ناول ہے۔ جسے پڑھ کر دو عالمانِ تجزیۂ نفس (ڈائرکٹر مینٹل کلینک پاکستان) اور (ممبر یونسکو سائیکلوجیکل ریسرچ سوسائٹی) نے متفق الرائے ہو کر کہا ہے۔ کہ یہ تجزیۂ نفس اور فسادِ اعصاب کے موضوع پر ایک ایسا اچھوتا اور دلچسپ ناول ہے۔ کہ کسی مغربی زبان میں بھی نظر سے نہیں گذرا۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے!

دار الاشاعت پنجاب لاہور
.. ریلوے روڈ

Taj Tahir Foundation

کالے گورے

مصنفہ مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی مرحوم

کولتار۔ فل بُوٹ۔ مرزا جنگی وغیرہ کے مصنف مرزا عظیم بیگ چغتائی نے انتقال سے پہلے اپنا یہ ناول سید امتیاز علی صاحب تاج کو دیا تھا۔ لیکن بعض وجوہ سے یہ اب تک شائع نہ ہو سکا۔ اور اب پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے ؁

یہ حیدر آباد دکن کے ایک نوجوان رئیس کی کہانی ہے جو تعلیم پانے کے لئے انگلستان گیا تھا۔ تعطیلات میں ایک ہم جماعت دوست نے مہمان بُلایا تو اس کی بہن سے ملاقات ہو گئی اور ہم خیالی کے باعث دونوں کے تعلقات اتنے بڑھے کہ اسے اپنی بیگم بنانے کے خیال سے حیدر آباد لے آیا۔ ماں کو یہ شادی منظور نہ تھی چنانچہ جس محل میں انگریز لڑکی کا قیام تھا۔ وہاں خوفناک واقعات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہُوا۔ جس نے اس نوجوان جوڑے کو بے بس بنا ڈالا۔ واقعات اس تیزی اور شدت سے اپنے عروج [illegible] اور اس درجہ دلچسپ اور سنسنی پیدا کرنے والے ہیں کہ یہ ناول مصنف کی تمام تصنیفات [illegible] ہے اور شروع کر کے کسی طرح چھوڑا نہیں جا سکتا ؁

علاوہ ان خصوصیات کے مغرب کی جدید اور مشرق کی قدیم معاشرت کا فرق ایسی [illegible] خوبی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ناول نے ادب میں بھی اپنے لئے ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ مجلد مع گرد پوش

قیمت چار روپے چار آنے

دار الاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور

طباعت سرورق نوروز پریس اردو بازار لاہور

ARY